کشف الباری

عمّا في صحيح البخاري

کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الأدب

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان ظلہم
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی

کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الأدب

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19438

کشف الباری

(کتاب اللباس)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

جملہ حقوق بحق مکتبہ فاروقیہ کراچی پاکستان محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مکتبہ فاروقیہ سے تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

لمكتبة الفاروقية كراتشي. باكستان

ويحظر طبع أو تصوير أو ترجمة أو إعادة تنضيد الكتاب كاملاً أو مجزأ أو تسجيله على أشرطة كاسيت أو إدخاله على الكمبيوتر أو برمجته على اسطوانات ضوئية إلا بموافقة الناشر خطياً.

Exclusive Rights by

Maktabah Farooqia Khi-Pak.

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون: 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com

1432ھ / 2011ء

بسم الله الرحمن الرحيم

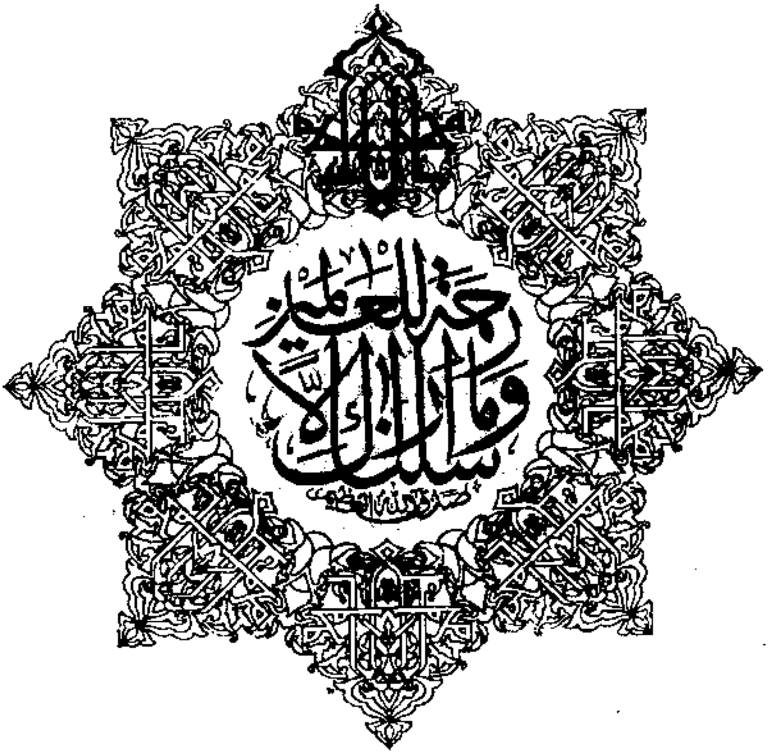
وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين
صدق الله العظيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

صحیح بخاری جلد ثانی سے کشف الباری کی یہ پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے پہلے اس حصے سے چار جلدیں آچکی ہیں، یہ جلد کتاب اللباس اور کتاب الادب پر مشتمل ہے، کتاب الطب کے بقیہ ستائیس ابواب بھی اس میں آگئے ہیں، کتاب اللباس ایک سو تین ابواب پر اور کتاب الادب ایک سو اٹھائیس ابواب پر مشتمل ہے۔

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ وہ ایک حدیث کئی مقامات پر ذکر کرتے ہیں، بسا اوقات پوری حدیث اور کبھی حدیث کا کچھ حصہ ذکر کرتے ہیں، ہم نے کشف الباری کی ان جلدوں میں یہ اہتمام کیا ہے کہ جو حدیث امام بخاری رحمہ اللہ پہلی مرتبہ ذکر کرتے ہیں، اس کا ترجمہ اور مکمل تشریح کی جاتی ہے، البتہ جو حدیث پہلے گذر چکی ہوتی ہے، اس کے ترجمہ کا اہتمام نہیں کیا جاتا، البتہ ایسی حدیث میں ضرورت محسوس ہونے پر مشکل الفاظ کی تشریح اور وضاحت کردی جاتی ہے، اسی طرح جس راوی کا پہلی بار سند میں ذکر آتا ہے، اس کے حالات اور اس کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کی آراء نقل کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے...... یوں اللہ کے فضل و کرم سے جب یہ شرح مکمل ہوگی تو صحیح بخاری کی تمام احادیث کا ترجمہ اور تمام راویوں کے حالات بھی اس میں مکمل ہوکر آجائیں گے...... اگر ہر حدیث کا ترجمہ کیا جائے تو بہت زیادہ تکرار ہوجائے گا اور کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جائے گی۔

احادیث کی تشریح کرتے ہوئے کہیں کہیں عربی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں، سابقہ جلدوں میں ایسی عربی عبارتوں کے ترجمہ کا اہتمام نہیں کیا گیا، اس جلد میں ایسی تمام عبارتوں کا ترجمہ کردیا گیا ہے تاکہ عربی میں کمزور استعداد والے قارئین بھی ان سے آسانی کے ساتھ استفادہ کرسکیں۔

اس جلد کی تخریجِ احادیث اور تحقیقِ مذاہب و مسائل میں مفتی محمد واحد، مولوی فیض محمد اور مولانا نورالمتین نے بڑا تعاون کیا۔ اول الذکر دونوں رمضان میں حوالہ جات نکالتے ہوئے رات بھر سحری تک میرے ساتھ جاگتے رہے، مولوی عمیر عادل نے بہت غور سے آخری پروف پڑھے، ان حضرات کا تعاون شامل نہ ہوتا تو اس جلد کا اس قدر جلدی آنا بہت مشکل تھا۔ اللہ جل شانہ ان کے علم و عمل اور عمر میں ترقی و برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی، رہنمائی اور شفقت ہی اس عظیم کام کے لیے حوصلہ بڑھاتی ہے، ابھی قلم کے مسافر کو کئی جلدوں کا سفر درپیش ہے۔ قارئین سے حضرت کی درازیِ عمر اور صحت و عافیت کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ اس ناکارہ کو بقیہ جلدیں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابن الحسن عباسی

۱۵/ ربیع الاول ۱۴۲۵

فہرست کشف الباری

کتاب الطب

کتاب اللباس

کتاب الأدب

کتاب ایک نظر میں

کتاب الطب ——— ٣١-١٤٠
کتاب اللباس ——— ١٤٣-٣١٦
کتاب الأدب ——— ٣٢١-٦٦٧

فہرست کشف الباری

کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الأدب

مضامین / عنوانات — صفحہ

کتاب الطب ۵

باب ذات الجنب ۳۱

ذات الجنب کی قسمیں ۳۱

عباد بن منصور ۳۳

باب الحمی من فیح جهنم ۳۵

بخار میں پانی کا استعمال ۳۶

ایک اشکال اور اس کا جواب ۳۷

بخار میں ٹھنڈا پانی کیسے استعمال کیا جائے ۳۷

باب من خرج من أرض لاتلایمه ۳۹

باب مایذکر في الطاعون ۴۰

اسلام میں سب سے پہلے وبا کب پھیلی ۴۱

ایک اشکال اور اس کا جواب ۴۱

مضامین / عنوانات — صفحہ

زمانہ طاعون میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شام جانے کا واقعہ ۴۴

لفظ شیخ کی دس جموع ۴۷

مهاجرة الفتح کا مصداق ۴۷

ایک اشکال اور اس کا جواب ۴۹

کیا طاعون زدہ علاقے سے آدمی نکل سکتا ہے؟ ۵۰

حدیث سے مستنبط چند آداب ۵۳

طاعون کی وبا مدینہ منورہ میں نہیں پھیلتی ۵۵

باب أجر الصابر في الطاعون ۵۷

طاعون کی وبا سے نہ بھاگنے والے کی فضیلت ۵۷

باب الرقی بالقرآن والمعوذات ۵۸

قرآن کریم سے جھاڑ پھونک کرنے کا حکم ۵۸

مضامین / عنوانات	صفحہ
باب الرقى بفاتحة الكتاب	۵۹
عہد نبوی میں سورۂ فاتحہ سے دم کرنے کا ایک واقعہ	۵۹
ایک اشکال اور اس کے جوابات	۶۰
باب الشرط في الرقية بقطيع من الغنم	۶۱
تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا مسئلہ	۶۲
مذاہب فقہاء اور ان کے دلائل	۶۴
تعویذ کا حکم	۶۶
عملیات کا حکم	۶۷
باب رقية العين	۶۸
نظر لگ جانے پر دم کرانے کا بیان	۶۹
نظر بد کے متعلق چند باتیں	۷۰
نظر بد دور کرنے کا طریقہ	۷۱
باب العين حق	۷۲
حدیث کے دو جملوں میں مناسبت کی توجیہات	۷۳
باب رقية العين والعقرب	۷۴
باب رقية النبي صلى الله عليه وسلم	۷۴
حضورؐ سے منقول جھاڑ پھونک کے الفاظ	۷۵
باب النفث في الرقية	۷۹
سونے کے وقت حضورؐ کا ایک معمول	۸۰
باب مسح الراقي الوجع بيده اليمنى	۸۱
باب في المرأة ترقي الرجل	۸۲
باب من لم يرق	۸۲
ترجمۃ الباب کا مقصد	۸۳
ایک شبہ اور اس کا جواب	۸۳
باب الطيرة	۸۴
باب الفأل	۸۶
طیرہ اور فال میں فرق	۸۶
ایک اشکال اور اس کے جوابات	۸۷
نیک فال لینا مندوب ہے	۸۸
باب الكهانة	۹۰
کہانت کی قسمیں اور ان کا حکم	۹۰
باب السحر	۹۶
سحر کی تعریف	۹۶
سحر کی قسمیں	۹۷
سحر کا حکم	۹۹
نبی پر سحر کا اثر ہو سکتا ہے	۱۰۰

مضامین / عنوانات	صفحہ
معجزہ، سحر اور کرامت میں فرق	۱۰۱
قصہ ہاروت وماروت	۱۰۲
حضورؐ پر جادو کرنے کا واقعہ	۱۰۴
باب الشرك والسحر من الموبقات	۱۱۱
باب هل يستخرج السحر	۱۱۱
سحر اور جادو کے علاج کرنے کا حکم	۱۱۲
سحر کے علاج کا ایک طریقہ	۱۱۴
باب السحر	۱۱۵
تعارض روایات اور اس کا حل	۱۱۶
الفاظ روایات میں تعارض اور اس کا حل	۱۱۶
الفاظ روایات کے متعلق ایک فائدہ	۱۱۸
ترجمۃ الباب سے متعلق ایک تنبیہ	۱۱۹
ساحر کا حکم	۱۲۰
باب إن من البيان سحرا	۱۲۱
باب الدواء بالعجوة للسحر	۱۲۲
عجوہ کھجور کھانے کی ایک خصوصیت	۱۲۳
علی بن سلمه	۱۲۴
کہانت اور سحر کو کتاب الطب میں ذکر کرنے کی وجہ	۱۲۵
باب لاهامة	۱۲۶
باب مايذكر في سم النبي صلى الله عليه وسلم	۱۲۹
باب شرب السم والدواء به	۱۳۱
ترجمۃ الباب کے چار اجزاء کی وضاحت	۱۳۲
أحمد بن بشير	۱۳۵
باب ألبان الأتن	۱۳۶
گدھی کے دودھ کا حکم	۱۳۷
باب إذا وقع الذباب في الإناء	۱۳۹
برتن کے اندر مکھی کے گر جانے کا حکم	۱۳۹
مکھیوں کی تخلیق کی حکمت	۱۳۹

کتاب اللباس

مضامین / عنوانات	صفحہ
لباس کے معنی	۱۴۳
اسراف کے معنی	۱۴۴
ترجمۃ الباب سے متعلق ایک فائدہ	۱۴۵
باب من جر إزاره من غير خيلاء	۱۴۵
تہبند اور پائچوں کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا حکم	۱۴۶

مضامین / عنوانات	صفحہ
باب التشمير في الثياب	۱۴۹
باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار	۱۴۹
اسبال کا حکم عام ہے	۱۵۰
باب من جر ثوبه من الخيلاء	۱۵۱
ازار کہاں تک رکھنا چاہیے	۱۵۲
جریر بن زید	۱۵۳
باب الإزار المهدب	۱۵۶
١٥٧	۱۵۷
باب لبس القميص	۱۵۷
ترجمۃ الباب کا مقصد	۱۵۸
باب جيب القميص من عندالصدر وغيره	۱۵۸
حدیث باب کا ترجمہ اور تشریح	۱۵۹
باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر	۱۶۲
ترجمۃ الباب کا مقصد	۱۶۳
باب القباء وفروج حرير	۱۶۳
حضورؐ کا مخرمہ کو قبا دینے کا واقعہ	۱۶۴
باب البرانس	۱۶۵
برنس کے استعمال کرنے کا حکم	۱۶۵
باب السراويل	۱۶۶
پائجامے کے استعمال کا حکم	۱۶۶
باب العمائم	۱۶۷
پگڑی کی فضیلت	۱۶۸
پگڑی کی مقدار	۱۶۸
شملہ کی تعداد و مقدار	۱۶۹
پگڑی کا رنگ	۱۷۱
باب التقنع	۱۷۴
حدیث باب کی تشریح	۱۷۵
باب المغفر	۱۷۷
جنگ میں خود کے استعمال کرنے کا حکم	۱۷۷
باب البرود والحبرة والشملة	۱۷۸
باب الأكسية والخمائص	۱۸۰
باب اشتمال الصماء	۱۸۱
اشتمال الصماء کے معنی اور حکم	۱۸۲
باب الاحتباء في ثوب واحد	۱۸۳
گوٹ مار کر بیٹھنے کا حکم	۱۸۴

مضامین / عنوانات	صفحہ
باب الخميصة السوداء	۱۸۴
حضرت أم خالد	۱۸۵
باب الثياب الخضر	۱۸۶
باب الثياب البيض	۱۸۸
سفید لباس پہننے کا حکم	۱۸۹
باب لبس الحرير وافتراشه للرجال	۱۸۹
ریشمی لباس کے استعمال کا مسئلہ	۱۹۱
مردوں کے لیے ریشمی لباس کی جائز مقدار	۱۹۳
باب من مس الحرير من غير لبس	۱۹۵
باب افتراش الحرير	۱۹۶
ریشمی بچھونے کا حکم	۱۹۶
حدیث باب کے جوابات	۱۹۷
باب لبس القسي	۱۹۸
میثرہ کے معنی	۱۹۹
باب مايرخص للرجال من الحرير للحكة	۲۰۰
باب الحرير للنساء	۲۰۱
باب ماكان النبي صلى الله عليه وسلم يتجوز من اللباس	۲۰۲

مضامین / عنوانات	صفحہ
باب مايدعى لمن لبس ثوبا جديدا	۲۰۴
باب التزعفر للرجال	۲۰۵
باب الثوب المزعفر	۲۰۵
زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کا حکم	۲۰۵
ثوب معصفر کا حکم	۲۰۶
باب الثوب الأحمر	۲۰۸
باب الميثرة الحمراء	۲۰۸
سرخ رنگ کے کپڑے استعمال کرنے کا حکم	۲۰۸
باب النعال السبتية وغيرها	۲۰۹
ترجمۃ الباب کا مقصد	۲۱۰
سبتی جوتوں کے استعمال کا حکم	۲۱۱
باب يبدأ بالنعل اليمنى	۲۱۲
باب ينزع نعله اليسرى	۲۱۲
باب لايمشي في نعل واحدة	۲۱۳
ترجمۃ الباب کی وضاحت	۲۱۳
ایک جوتے میں چلنا مکروہ ہے	۲۱۴
تعارض روایات اور اس کا حل	۲۱۵
باب قبالان في نعل	۲۱۵

مضامین / عنوانات — صفحہ

ترجمۃ الباب کی وضاحت ۲۱۵
باب القبة الحمراء من أدم ۲۱۶
باب الجلوس على الحصير ونحوه ۲۱۷
باب المزرر بالذهب ۲۱۸
باب خواتيم الذهب ۲۱۹
سونے کی انگوٹھی کا حکم ۲۲۰
باب خاتم الفضة ۲۲۱
چاندی کی انگوٹھی کا حکم ۲۲۱
باب بلا ترجمة ۲۲۳
تعارض روایات اور اس کا حل ۲۲۳
باب فص الخاتم ۲۲۶
باب خاتم الحديد ۲۲۷
لوہے کی انگوٹھی کا حکم ۲۲۸
باب نقش الخاتم ۲۲۹
باب الخاتم في الخنصر ۲۳۰
انگوٹھی کونسی انگلی میں پہنی جائے ۲۳۱
کس ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جائے ۲۳۱
باب اتخاذ الخاتم ليختم به الشيء ۲۳۳
باب من جعل فص الخاتم في بطن كفه ۲۳۴

مضامین / عنوانات — صفحہ

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لاينقش على نقش خاتمه ۲۳۵
باب هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة أسطر ۲۳۶
حضورؐ کی انگوٹھی کا نقش ۲۳۷
باب الخاتم للنساء ۲۳۸
عورتوں کے لیے انگوٹھی پہننے کا حکم ۲۳۹
باب القلائد والسخاب للنساء ۲۳۹
باب استعارة القلائد ۲۴۰
باب القرط للنساء ۲۴۰
باب السخاب للصبيان ۲۴۱
باب المتشبهين بالنساء ۲۴۱
باب قص الشارب ۲۴۳
مونچھیں تراشنے کا طریقہ و حکم ۲۴۴
باب تقليم الأظفار ۲۴۶
ناخن تراشنے کا حکم ۲۴۷
کتنی مدت میں مونچھیں اور ناخن کاٹے جائیں ۲۴۷
ناخن تراشنے کا حکم ۲۴۷

مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ
باب إعفاء اللحى	۲۴۹	سر کے بال منڈوا کر صرف پیشانی کے بال چھوڑ دینا مکروہ ہے	۲۶۹
داڑھی کی مقدار	۲۴۹	باب تطييب المرأة زوجها	۲۷۱
باب مايذكر في الشيب	۲۵۱	باب الطيب في الرأس واللحية	۲۷۲
ترجمۃ الباب کا مقصد	۲۵۱	باب الامتشاط	۲۷۲
سفید بالوں کی فضیلت	۲۵۲	باب ترجيل الحائض زوجها	۲۷۳
ایک مغلق عبارت کی تشریح	۲۵۲	باب الترجيل والتيمن فيه	۲۷۴
باب الخضاب	۲۵۷	باب مايذكر في المسك	۲۷۴
خضاب لگانے کا حکم	۲۵۷	باب مايستحب من الطيب	۲۷۵
سیاہ خضاب کی ممانعت کے دلائل	۲۵۸	باب من لم يرد الطيب	۲۷۶
مجوزین کے دلائل	۲۵۹	حضورؐ خوشبو رد نہیں فرماتے تھے	۲۷۶
باب الجعد	۲۶۰	باب الذريرة	۲۷۷
ترجمۃ الباب کا مقصد	۲۶۲	باب المتفلجات للحسن	۲۷۷
باب التلبيد	۲۶۴	حسن کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے کا حکم	۲۷۷
حضرت فاروق اعظم کے ایک قول کے مختلف مطالب	۲۶۴	باب الوصل في الشعر	۲۷۸
باب الفرق	۲۶۷	بالوں میں جوڑ لگانے کا حکم	۲۷۸
سر میں مانگ نکالنے کا حکم	۲۶۷	عورت کے لیے سر کے بال منڈوانا جائز نہیں	۲۷۹
باب الذوائب	۲۶۸	بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑنے کا حکم	۲۸۱
باب القزع	۲۶۹		

مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ
باب المتنمصات	۲۸۳	حدیث سے مستنبط آداب	۲۹۹
باب الموصولة	۲۸۴	باب لاتدخل الملائكة بيتافيه صورة	۳۰۰
باب الواشمة	۲۸۵	باب من لم يدخل بيتافيه صورة	۳۰۱
باب المستوشمة	۲۸۶	تصویروں والے گھر میں داخل ہونے کا حکم	۳۰۱
ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۸۶		
گودنے والے عضو کی طہارت کا حکم	۲۸۷	باب من لعن المصور	۳۰۲
باب التصاوير	۲۸۷	سند کی وضاحت	۳۰۲
لاتدخل الملائكة بيتافيه كلب کے معنی	۲۸۸	مسئلہ تصویر	۳۰۴
ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۸۹	مذاہب فقہاء اور ان کے دلائل	۳۰۵
باب عذاب المصورين يوم القيامة	۲۹۰	غیر مجسم تصویر کے جواز کے دلائل	۳۰۶
يساربن نمير	۲۹۱	کیمرے کی تصویر کا حکم	۳۰۷
أشد عذابا کی تشریح	۲۹۱	ٹی وی، ریڈیو اور کمپیوٹر کی تصویر کا حکم	۳۰۸
باب نقض الصور	۲۹۲	باب الارتداف على الدابة	۳۰۹
باب ماوطي من التصاوير	۲۹۵	باب کی کتاب سے مناسبت	۳۰۹
حضورؐ کا تصویر والے پردہ کو پھاڑنے کا واقعہ	۲۹۵	باب الثلاثة على الدابة	۳۱۱
باب من كره القعود على الصور	۲۹۶	باب حمل صاحب الدابة غيره	۳۱۲
تعارض روایات اور اس کے حل کی توجیہات	۲۹۷	باب إرداف الرجل خلف الرجل	۳۱۴
باب كراهية الصلاة في التصاوير	۲۹۸	حق على الله کے معنی	۳۱۵
حدیث باب پر اشکال اور اس کا جواب	۲۹۹	باب إرداف المرأة خلف الرجل	۳۱۵

مضامین / عنوانات — صفحہ

باب الاستلقاء و وضع الرجل على الأخرى ۳۱۶
باب کی کتاب سے مناسبت ۳۱۶

كتاب الأدب

ادب کے معنی ۳۲۱
باب البر والصلة ۳۲۱
باب من أحق الناس بحسن الصحبة ۳۲۳
والدہ کا حق طاعت وخدمت زیادہ ہے ۳۲۴
باب لایجاهد إلا بإذن الأبوین ۳۲۶
جہاد میں جانے کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے ۳۲۶
باب لایسب الرجل والديه ۳۲۷
بڑے گناہوں کی تعداد ۳۲۸
گناہ کبیرہ کا تعارفی ضابطہ ۳۲۹
حدیث باب سدذرائع کے سلسلے میں اصل ہے ۳۳۰
باب إجابة دعاء من بروالديه ۳۳۱
باب عقوق الوالدین من الكبائر ۳۳۳
منعاوهات کے معنی ۳۳۴
لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی صورتیں ۳۳۵
وکرہ لکم قیل وقال کے معنی ۳۳۶
مانگنے کا حکم ۳۳۸
انفاق کی جائز اور ناجائز صورتیں ۳۳۹
احادیث سے مستنبط آداب ۳۴۱
باب صلة الوالد المشرك ۳۴۲
مشرک والدین کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم ۳۴۲
باب صلة المراة أمها ولها زوج ۳۴۳
باب صلة الاخ المشرك ۳۴۴
مشرک بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم ۳۴۵
باب فضل صلة الرحم ۳۴۶
صلہ رحمی کی فضیلت ۳۴۶
باب إثم القاطع ۳۴۷
قطع رحمی کرنے والے کی سزا ۳۴۷
باب من بسط له في الرزق بصلة الرحم ۳۴۸
آیت وحدیث میں تعارض اور اس کے جوابات ۳۴۹
محمد بن معن ۳۵۰

مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ
باب من وصل وصله الله............	۳۵۱	**ابوتیمیه طریف بن مجالد**....	۳۷۰
ان الرحم شجنة من الرحمن کے معنی...	۳۵۱	باب حسن العهد من الإيمان............	۳۷۱
باب تبل الرحم ببلالها........	۳۵۲	تعلق کی پاسداری...........	۳۷۱
باب ليس الواصل بالمكافئ	۳۵۴	باب فضل من يعول يتيما.........	۳۷۳
باب من وصل رحمه فی الشرك ثم أسلم.........................	۳۵۴	**یتیم کی پرورش وکفالت کی فضیلت**.......	۳۷۳
باب من ترك صبية غيره حتى تلعب به..	۳۵۶	باب الساعي علىٰ الأرملة..........	۳۷۴
باب رحمة الولد وتقبيله...........	۳۵۸	باب الساعي علىٰ المسكين.........	۳۷۴
بچوں کے ساتھ شفقت کرنے کا حکم.....	۳۵۸	باب رحمة الناس البهائم..........	۳۷۵
حدیث سے مستنبط آداب.........	۳۶۰	**خلق خدا پر رحمت کی فضیلت**..........	۳۷۵
بندوں پر اللہ کی مہربانی کس قدر ہے......	۳۶۳	جانوروں کے ساتھ مہربانی کے سلوک کی فضیلت...........	۳۷۶
قد تحلب ثديها تسقى کے معنی.......	۳۶۳	**مسلمانوں کی باہمی محبت کا بیان**........	۳۷۸
حدیث سے مستنبط آداب.........	۳۶۴	**ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت**.....	۳۷۹
باب جعل الله الرحمة في مائة جزء....	۳۶۵	باب الوصاء ة بالجار..............	۳۸۰
فمن ذلك الجزء يتراحم الخلق کے معنی.	۳۶۶	الجار ذی القربی **کا مصداق**.........	۳۸۱
باب قتل الولد خشية أن يأكل معه....	۳۶۶	پڑوسیوں کی قسمیں..............	۳۸۲
باب وضع الصبي في الحِجر.........	۳۶۸	پڑوسی کے ساتھ کیسا حسن سلوک کیا جائے؟	۳۸۴
باب وضع الصبي على الفخذ........	۳۶۸	باب إثم لايأمن جاره بوائقه.........	۳۸۵
سند کی وضاحت.............	۳۶۹	باب لاتحقرن جارة لجارتها.........	۳۸۶

مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ
ہدیہ کو حقیر نہ سمجھا جائے	۳۸۶	باب حسن الخلق والسخاء	۴۰۴
باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر	۳۸۷	آواز سن کر اہل مدینہ اور حضورؐ کے باہر نکلنے	
باب حق الجوار في قرب الأبواب	۳۸۹	کا واقعہ	۴۰۶
پڑوسی کے حقوق کی تفصیل	۳۸۹	يتقارب الزمان کا مطلب	۴۰۹
باب كل معروف صدقة	۳۹۰	حضرت انسؓ نے حضورؐ کی کتنے سال خدمت	
ہر بھلائی صدقہ ہے	۳۹۱	کی	۴۱۱
باب طيب الكلام	۳۹۲	باب كيف يكون الرجل في أهله	۴۱۲
باب الرِفق فی الأمر كله	۳۹۳	حضورؐ گھر کے کئی کام خود کرتے	۴۱۳
ہر معاملے میں نرمی ہونی چاہیے	۳۹۳	باب المقة من الله تعالیٰ	۴۱۴
باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضا	۳۹۴	اللہ کی محبت مخلوق میں محبوبیت کا ذریعہ ہے۔	۴۱۵
ضرورت مند کے لیے سفارش کا حکم	۳۹۶	محبت کی قسمیں	۴۱۶
حدیث سے مستنبط آداب	۳۹۷	باب الحب في الله	۴۱۶
باب قول الله تعالیٰ: من يشفع شفاعة		باب قول الله تعالیٰ: ياايها الذين امنوا	
حسنة	۳۹۸	لا يسخر	۴۱۷
شفاعت کی قسمیں	۳۹۸	تمسخر کے معنی وممانعت	۴۱۷
باب لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم		لاتلمزوا انفسكم کے معنی	۴۱۸
فاحشا	۳۹۹	بئس لاسم الفسوق بعد الإيمان کے معنی	۴۱۹
ماله ترب جبينه کے معنی	۴۰۰	آیت کریمہ کی حدیث سے مناسبت	۴۲۱
حدیث سے مستنبط فوائد	۴۰۳	باب ماینهی من السباب واللعن	۴۲۲

مضامین / عنوانات	صفحہ
کسی کو کافر یا فاسق کہنے کا حکم	۴۲۳
من حلف علی ملة غیر الإسلام فهو کما قال کے معنی	۴۲۵
غصہ کو ختم کرنے کا علاج	۴۲۷
حدیث سے مستنبط فوائد	۴۳۰
باب مایجوز من ذکر الناس	۴۳۱
ترجمۃ الباب کا مقصد	۴۳۱
باب الغیبة	۴۳۲
غیبت کی تعریف	۴۳۳
غیبت کا حکم	۴۳۴
غیبت سے توبہ کی صورت	۴۳۵
کس کی غیبت کرنا جائز ہے	۴۳۶
ایحب احد کم ان یأکل لحم اخیه کے معنی	۴۳۷
روایت باب کی ترجمۃ الباب سے مناسبت	۴۳۸
باب قول النبیؐ: خیر دور الأنصار	۴۳۹
باب کی مناسبت	۴۳۹
باب مایجوز من اغتیاب أهل الفساد	۴۴۰
غیبت سے متعلق علامہ کشمیریؒ کی رائے	۴۴۰

مضامین / عنوانات	صفحہ
باب النمیمة من الکبائر	۴۴۱
چغل خوری گناہ کبیرہ ہے	۴۴۱
باب مایکره من النمیمة	۴۴۲
ترجمۃ الباب کا مقصد	۴۴۲
باب قول الله تعالی: واجتنبوا قول الزور	۴۴۴
سند کی وضاحت	۴۴۴
فلیس لله حاجة أن یدع طعامه کے معنی	۴۴۵
باب ماقیل في ذی الوجهین	۴۴۵
باب من أخبر صاحبه بما یقال فیه	۴۴۶
ساتھی سے اس کے متعلق کہی گئی بات کہنا جائز ہے	۴۴۷
باب مایکره من التمادح	۴۴۷
ترجمۃ الباب سے متعلق حافظ و عینی کی رائے	۴۴۸
کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے کا حکم	۴۴۹
باب من أثنی علی أخیه بما یعلم	۴۵۰
باب قول الله تعالی: ان الله یامر بالعدل	۴۵۱
آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر	۴۵۲
حدیث کی آیات کریمہ سے مناسبت	۴۵۴
باب ماینهی عن التحاسد والتدابر	۴۵۵

مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ
حسد کے معنی اور علاج	۴۵۶		
تدابر کے معنی	۴۵۶	حضرت عبداللہ بن زبیر سے حضرت عائشہؓ کی ناراضگی کا واقعہ	۴۷۳
تحسس اور تجسس کے درمیان فرق	۴۵۸	سند کی وضاحت	۴۷۴
بدشگونی، بدگمانی اور حسد سے بچنے کا طریقہ	۴۵۹	باب مایجوز من الهجران لمن عصی	۴۷۸
تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں	۴۵۹	ترجمۃ الباب کا مقصد	۴۷۹
فاسق سے ترک تعلق کیا جاسکتا ہے	۴۶۰	ایک اشکال اور اس کے جوابات	۴۷۹
		باب هل یزور صاحبه کل یوم	۴۸۰
باب یاایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن	۴۶۱	ترجمۃ الباب کا مقصد	۴۸۰
ظن کی قسمیں	۴۶۱	ایک شبہ اور اس کا جواب	۴۸۱
لوگوں کے عیوب تلاش کرنا درست نہیں	۴۶۲	باب الزیارة	۴۸۲
لاتنا حبشوا کے معنی	۴۶۳		
باب مایجوز من الظن	۴۶۴	ملاقات کے لیے آنے والے کی خدمت میں ماحضر پیش کیا جائے	۴۸۲
ترجمۃ الباب کا مقصد	۴۶۴		
باب ستر المؤمن علی نفسه	۴۶۶	مسلمان کی زیارت وملاقات کرنے کے فضائل	۴۸۳
گناہوں کا افشاء نہیں کرنا چاہیے	۴۶۶	باب من تجمل للوفود	۴۸۴
باب الکبر	۴۶۸	زینت اور جمال میں فرق	۴۸۵
ترجمۃ الباب کا مقصد	۴۶۹	باب الإخاء	۴۸۵
محمد بن عیسی	۴۷۰	لا حلف في الإسلام کے معنی	۴۸۶
باب الهجرة	۴۷۲	باب التبسم والضحك	۴۸۷

مضامین / عنوانات	صفحہ
حضورؐ کے ہنسنے کی کیفیت	۴۹۰
باب قول اللّٰہ تعالیٰ: یاایها الذین آمنو اتقوا اللّٰہ	۴۹۱
صدق وسچائی کی اہمیت	۴۹۲
جھوٹ کا نقصان	۴۹۲
باب في الهدي الصالح	۴۹۴
فائدہ: حضور کے سب سے زیادہ مشابہہ کون تھا؟	۴۹۶
باب الصبر علی الأذی	۴۹۷
صبر کے لغوی واصطلاحی معنی اور قسمیں	۴۹۸
باب من لم یواجه الناس بالعتاب	۴۹۹
حضور کسی کو متعین کرکے عتاب نہیں فرماتے تھے	۵۰۰
باب من أكفر أخاه بغير تأويل	۵۰۲
باب من لم ير إكفار من قال ذلك متأولا	۵۰۳
ترجمۃ الباب کا مقصد اور اس میں شارحین کا اختلاف	۵۰۴
باب مایجوز من الغضب	۵۰۶

مضامین / عنوانات	صفحہ
ترجمۃ الباب کا مقصد	۵۰۷
محمد بن زیاد	۵۰۹
ایک موقع پر حضورؐ کی ناراضگی اور اس کی وجہ	۵۱۰
باب الحذر من الغضب	۵۱۱
لاتغضب کے معنی	۵۱۳
باب الحیاء	۵۱۴
حیاء کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۵۱۵
باب إذا لم تستح فاصنع ماشئت	۵۱۷
باب مالا یستحیا من الحق	۵۱۸
حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت	۵۱۹
باب قول النبیؐ: یسروا ولاتعسروا	۵۲۰
بے جاشدت شریعت میں پسندیدہ نہیں	۵۲۱
باب الانبساط إلی الناس	۵۲۲
مزاح کرنے کا حکم	۵۲۳
حدیث سے مستنبط فوائد	۵۲۴
کنت ألعب بالبنات کے معنی	۵۲۴
باب المداراة مع الناس	۵۲۶
خاطر مدارات کی فضیلت	۵۲۶

مضامین / عنوانات	صفحہ
باب لايلدغ المؤمن من جحر مرتين	۵۲۹
حدیث کا سبب ورود	۵۲۹
باب حق الضيف	۵۳۱
مہمان نوازی کا حکم	۵۳۱
باب إكرام الضيف	۵۳۲
ترجمۃ الباب کی وضاحت	۵۳۳
مہمان نوازی کی مدت	۵۳۵
میزبان کے پاس اس قدر ٹھہرنا کہ وہ تنگ ہو جائے، جائز نہیں	۵۳۸
فخذوا منهم حق الضيف کے مطالب	۵۳۸
باب صنع الطعام والتكلف للضيف	۵۳۹
مہمان نوازی میں تکلف	۵۳۹
حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت اور اس میں شارحین کے اقوال	۵۴۰
باب مايكره من الغضب	۵۴۲
حضرت صدیق اکبر کے مہمانوں کا ایک واقعہ	۵۴۲
حدیث کی باب سے مناسبت	۵۴۳
باب قول الضيف لصاحبه: لاأكل	۵۴۴
ترجمۃ الباب کا مقصد	۵۴۵

مضامین / عنوانات	صفحہ
باب إكرام الكبير	۵۴۶
بات کرنے کا حق بڑے کو ہے	۵۴۸
حدیث باب ذکر کرنے کی وجہ	۵۴۹
باب مايجوز من الشعر	۵۵۰
اشعار کہنے اور پڑھنے کا حکم	۵۵۱
والشعراء يتبعهم الغاوون کی تفسیر	۵۵۴
مشہور شاعر لبیدبن ربیعہ اور اس کے چند اشعار	۵۵۷
أميه بن ابی الصلت	۵۶۰
رويدك سوقك بالقوارير کے دو مطلب	۵۶۶
فائدہ: ایک شبہ اور اس کا جواب	۵۶۸
باب هجاء المشركين	۵۶۹
باب مايكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر	۵۷۳
شعر کہنا کب مکروہ ہے	۵۷۳
باب قول النبیؐ: تربت يمينك	۵۷۴
ترجمۃ الباب کا مقصد	۵۷۵
باب ماجاء في: زعموا	۵۷۶
ترجمۃ الباب کا مقصد	۵۷۷

مضامین / عنوانات — صفحہ

باب ماجاء في قول الرجل: ويلك..... ۵۷۸
لفظ ویل کا استعمال..... ۵۷۹
ذوالخويصره کا واقعہ..... ۵۸۱
لاترجعوا بعدي كفارا کی مختلف توجیہات ۵۸۴
إن أخرهذا، فلن يدركه الهرم حتى تقوم الساعة کے دو مطالب..... ۵۸٦
باب علامة الحب في الله..... ۵۸۸
آیت اور روایت کے درمیان مناسبت..... ۵۸۹
باب قول الرجل للرجل: اخْسَأ..... ۵۹۱
ابن صیاد کا واقعہ..... ۵۹۲
باب قول الرجل: مرحبا..... ۵۹۵
ترجمۃ الباب کا مقصد..... ۵۹۵
باب مايدعى الناس بآبائهم..... ۵۹٦
ترجمۃ الباب کی وضاحت..... ۵۹٦
باب لايقل: خبثت نفسي..... ۵۹۸
باب: لاتسبوا الدهر..... ۵۹۹
زمانے کو برا نہیں کہنا چاہیے..... ۵۹۹
باب: إنما الكرم قلب المؤمن..... ٦۰۱
باب قول الرجل: فداك أبي وأمي..... ٦۰۳

مضامین / عنوانات — صفحہ

باب قول الرجل: جعلني الله فداك.... ٦۰۳
ترجمۃ الباب کا مقصد..... ٦۰۴
باب أحب الأسماء إلى الله..... ٦۰۵
باب: سموا باسمي، ولاتكنوا بكنيتي.. ٦۰٦
ابوالقاسم کنیت رکھنے میں علماء کی آرا..... ٦۰٦
باب اسم الحزن..... ٦۰۸
نام کا اثر ہوتا ہے..... ٦۰۹
باب تحويل الاسم إلى اسم أحسن منه..... ٦۰۹
محمد نام کا احترام ضروری ہے..... ٦۱۲
فرشتوں کے نام رکھنے کا حکم..... ٦۱۳
باب من سمى بأسماء الأنبياء..... ٦۱۵
انبیاء کے نام رکھنا مستحب ہے..... ٦۱٦
باب تسمية الوليد..... ٦۱۷
ترجمۃ الباب کا مقصد..... ٦۱۷
باب من دعا صاحبه فنقص من اسمه حرفا..... ٦۱۸
باب الكنية للصبي..... ٦۱۹
بچہ کی کنیت رکھ سکتے ہیں..... ٦۱۹

مضامین / عنوانات	صفحہ
اولاد نہ ہونے کی صورت میں کنیت رکھنا درست ہے	۶۲۰
یا أباعمیر، مافعل النغیر کے معنی	۶۲۱
باب التکني بأبي تراب	۶۲۲
ترجمۃ الباب کا مقصد	۶۲۲
حضرت علیؓ کو "ابوتراب" کہنے کی وجہ	۶۲۳
حدیث سے مستنبط آداب	۶۲۴
باب أبغض الأسماء إلی اللّٰہ	۶۲۵
بدترین نام	۶۲۵
أبغض الأسماء اور أحب الأسماء سے متعلق ایک فائدہ	۶۲۷
تنبیہ: شاہ شاہان اور شاہ جہاں نام رکھنا	۶۲۸
باب کنیة المشرك	۶۲۹
مشرک کو کنیت سے پکار سکتے ہیں	۶۳۰
کافر کے لیے کب کنیت استعمال کر سکتے ہیں	۶۳۱
باب المعاریض مندوحة عن الکذب	۶۳۲
کلام میں توریہ استعمال کرنے کا حکم	۶۳۴
باب قول الرجل لشيء: لیس بشيء	۶۳۵
باب رفع البصر إلی السماء	۶۳۶
ترجمۃ الباب کا مقصد	۶۳۷
باب من نکت العود في الماء والطین	۶۳۸
ترجمۃ الباب کا مقصد	۶۳۹
باب الرجل ینکت الشيء بیده فی الأرض	۶۴۰
ترجمۃ الباب کی وضاحت	۶۴۰
باب التکبیر والتسبیح عند التعجب	۶۴۱
ترجمۃ الباب کا مقصد	۶۴۲
باب النهي عن الخذف	۶۴۴
باب الحمد للعاطس	۶۴۵
چھینکنے کے بعد کتنے الفاظ کہنے چاہئیں	۶۴۶
چھینکنے کے بعد حمد کے ساتھ درود وسلام کے اضافے کا حکم	۶۴۸
چھینکنے کے بعد "الحمد للہ" کہنا بعض امراض کے لیے دافع ہے	۶۵۱
باب تشمیت العاطس إذا حمد اللّٰه	۶۵۲
تشمیت کے معنی	۶۵۳
تشمیت کا حکم اس میں فقہاء کے مذاہب و دلائل	۶۵۳

مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ
ترجمۃ الباب میں امام بخاری کی ایک صنیع کی وضاحت....................	۶۵۵	باب اذا عطس کیف یشمت..........	۶۶۳
وہ لوگ جو تشمیت کے حکم سے مستثنیٰ ہیں...	۶۵۷	باب لایشمت العاطس اذا لم یحمداللہ....................	۶۶۵
باب مایستحب من العُطاس..........	۶۶۲	باب اذا تثاوب فلیضع یده علی فیه.....	۶۶۵

☆☆☆☆☆

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے (ر) لگادیتے ہیں۔ یعنی اس

کشف الباری: صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث، جامعہ دار العلوم، کراچی

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال اللہ بقاء ہ بالعافیة) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمد للہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین اندازِ تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہو جاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروحِ حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہو جاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہوتا اور اس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس اندازِ تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کر کے کر سکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ اس کی پانچ ضخیم جلدیں ”کشف الباری“ کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

جب پہلی بار ”کشف الباری“ کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات

اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف و متداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے ”کشف الباری“ کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنالیا۔ اپنے درس بخاری کے دوران جب میں ”فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد ”کشف الباری“ کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یکجا ہوگئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ ”کشف الباری“ کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نور البشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دار العلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقھما اللہ تعالیٰ لأمثال أمثاله، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاء اللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحبِ تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر بعافیت تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرتِ والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیلِ حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہوگئے۔ حضرت صاحب تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆

٧٩ - كتابُ الطب

کتاب الطب(الأحادیث: ٥٣٥٤- ٥٤٤٥)

کتاب الطب میں ستاون ابواب ہیں جن میں چوبیس ابواب کی تشریح اس سے پہلی جلد میں گذر چکی ہے، اس جلد میں بقیہ تینتیس ابواب آگئے ہیں۔

۲۵ - باب: ذَاتِ الْجَنْبِ.

۵۳۸۸: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ إِسْحٰقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ، وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَهِيَ أُخْتُ عُكَاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، فَقَالَ: (اتَّقُوا اللّٰهَ، عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذِهِ الْأَعْلَاقِ، عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ)
يُرِيدُ الْكُسْتَ، يَعْنِي الْقُسْطَ. قَالَ: وَهِيَ لُغَةٌ. [ر: ۵۳٦۸]

۵۳۸۹: حَدَّثَنَا عَارِمٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: قُرِئَ عَلَى أَيُّوبَ مِنْ كُتُبِ أَبِي قِلَابَةَ، مِنْهُ مَا حَدَّثَ بِهِ، وَمِنْهُ مَا قُرِئَ عَلَيْهِ، وَكَانَ هٰذَا فِي الْكِتَابِ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ وَأَنَسَ ابْنَ النَّضْرِ كَوَيَاهُ، وَكَوَاهُ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِهِ.

وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَذِنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَرْقُوا مِنَ الْحُمَةِ وَالْأُذُنِ.

قَالَ أَنَسٌ: كُوِيتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ، وَشَهِدَنِي أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو طَلْحَةَ كَوَانِي.

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ذات الجنب ہر اس درد کو کہتے ہیں جو انسان کے پہلو میں اٹھے۔

ذات الجنب کی قسمیں

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ذات الجنب کی دو قسمیں ہیں:

❶ ایک قسم اس کی ورم کی شکل میں ہوتی ہے، انسان کی پسلیوں کے اندرونی پٹھوں میں ورم آجاتا ہے جس کی وجہ سے مریض پانچ تکلیفوں میں مبتلا ہوتا ہے، بخار، کھانسی، نخس (دباؤ)، سانس کی تنگی

وتکلیف اور نبض منشاری، ذات الجنب کی یہ ایک خطرناک قسم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا "ما کان اللہ لیسلطها عليّ" (۱) یعنی اللہ اس کو مجھ پر مسلط نہ کرے۔

❷ذات الجنب کی دوسری قسم اس درد کی صورت میں ہوتی ہے جو گیس کی وجہ سے آدمی کے پہلو میں اُٹھتا ہے، حدیث میں ذات الجنب سے یہی دوسری قسم مراد ہے، اس لیے کہ عود ہندی اسی دوسری قسم کے لیے مفید ہے کیونکہ وہ گیس کو رفع کرتا ہے اور باطنی اعضاء کو تقویت دیتا ہے۔ (۲)

البتہ اگر پہلی قسم بلغم کی وجہ سے پیدا ہو تو ایسی صورت میں بھی عودِ ہندی مفید ہے۔ (۳)

باب کی دوسری روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عارم ہیں، ان کا نام محمد بن الفضل ہے (۴)، وہ حماد بن زید سے نقل کرتے ہیں:

قرئ على أيوب من كتب أبي قلابة، منه ماحدث به ومنه ماقرئ عليه، وكان هذا في الكتاب

حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے پاس حضرت ابو قلابہ عبداللہ بن زید جرمی کی لکھی ہوئی احادیث کا مجموعہ تھا، ایوب کبھی اس مجموعے سے حدیث پڑھ کر سناتے اور کبھی حدیث کوئی دوسرا پڑھتا اور آپ سنتے، یہ حدیث بھی اس مجموعہ میں تھی۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ (زید بن سہل) اور حضرت انس بن النضر (حضرت انس بن مالک کے چچا) نے حضرت انس کو داغا اور داغنے کا عمل حضرت ابو طلحہ نے انجام دیا۔

وقال عباد بن منصور عن أيوب عن أبي قلابة عن أنس بن مالك قال: أذن رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل بيت من الأنصار، أن يرقوا من الحمة والأذن

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والوں کو اجازت دی کہ وہ زہر اور کان کے درد میں دم کر سکتے ہیں۔

---

(۱) فتح الباري: ۱۰/۲۱۲، إرشاد الساري: ۱۲/٤٤۲

(۲) فتح الباري: ۱۰/۲۱۲، إرشاد الساري: ۱۲/٤٤۲، عمدة القاري: ۲۱/۲۵۱

(۳) فتح الباري: ۱۰/۲۱۲، إرشاد انساري: ۱۲/٤٤۳

(٤) فتح الباري: ۱۰/۲۱۲، إرشاد الساري: ۱۲/٤٤۲، عمدة القاري: ۲۱/۲۵۲

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ عمرو بن حزم کے گھر والے تھے۔ (۵)

آگے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے داغا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے، حضرت ابو طلحہ، حضرت انس بن نضر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے عباد بن منصور کی یہ تعلیق اس لیے ذکر فرمائی کہ اس میں حضرت انسؓ نے تصریح کر دی ہے کہ مجھے ذات الجنب بیماری کی وجہ سے داغا گیا تھا، اس سے پہلے عارم کی روایت میں داغنے کا تو ذکر ہے لیکن "ذات الجنب" کا ذکر نہیں تھا، عباد بن منصور کی تعلیق میں اس کی وضاحت آگئی۔

عباد بن منصور

ان کی کنیت ابو مسلمہ ہے اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے، (٦) یہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں، ائمہ جرح و تعدیل نے ان پر جرح کی ہے کہ یہ تدلیس کرتے تھے، ان کا حافظہ متاثر ہو گیا تھا (۷) یحییٰ بن قطان نے فرمایا کہ جس وقت ہم نے انھیں دیکھا انھیں حدیثیں یاد نہیں رہی تھیں۔ (۸)

ابن عدی نے فرمایا مجموعی لحاظ سے ان کی حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں۔ (۹) بعضوں نے انھیں مطلقاً ضعیف قرار دیا ہے۔ (۱۰)

---

(٥)صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين و النملة والحمة والنظرة: ١٧٢٦/٤ (رقم الحديث: ٢١٩٩)

(٦)فتح الباري: ٢١٣/١٠، نیزدیکھیے تهذيب الكمال: ١٥٦/١٤، وتهذيب التهذيب : ١٠٣/٥

(٧)فتح الباري: ٢١٣/١٠، چنانچہ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قال مهنأعن أحمد كانت أحاديثه منكرة وكان قدرياً وكان يدلس...... وقال الجوزجاني: كان يرى برأيهم وكان سيئى الحفظ، (تهذيب التهذيب: ١٠٥/٥)

(٨) تهذيب الكمال: ١٥٨/١٤، تهذيب التهذيب : ١٠٤/٥

(٩)تهذيب الكمال: ١٦٠/١٤، تهذيب التهذيب : ١٠٤/٥

(١٠)تهذيب التهذيب : ١٠٥/٥، طبقات ابن سعد: ٢٧٠/٧

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی یہ ایک تعلیق صحیح بخاری میں ذکر کی ہے، اس تعلیق کو ابو یعلی نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱۱)

أن يرقوامن الحمة والأذن

ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذن سے کان کا درد مراد ہے۔ أي رخص في رقية الأذن، إذاكان بها وجع (۱۲)

داغنے کے متعلق تفصیلی کلام گذر چکا ہے اور دم کے متعلق تفصیل چند ابواب آگے آرہی ہے۔

٢٦ – باب : حَرْقِ الحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ الدَّمُ .

٥٣٩٠ : حدَّثني سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قالَ : لَمَّا كُسِرَتْ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ الْبَيْضَةُ ، وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ ، وَكانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ ، وَجاءَتْ فاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ ٱلدَّمَ ، فَلَمَّا رَأَتْ فاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ ٱلدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً ، عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا ، وَأَلْصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَرَقَأَ ٱلدَّمُ . [ر : ٢٤٠]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے خون روکنے کے لیے چٹائی جلانے کو بیان فرمایا ہے، ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "حَرْق الحصير" درست نہیں، صحیح "إحراق الحصير" ہے، إحراق کے معنی جلانے کے آتے ہیں، یا باب تفعیل سے "تحريق الحصير" ہونا چاہیے کیونکہ مجرد میں "حَرْق" کے معنی جلانے کے نہیں آتے۔ (۱۳)

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے "حَرْق" کو درست قرار دیا اور کہا کہ اس کے معنی جلانے کے آتے ہیں، جب باب افعال یا تفعیل سے ہو تو اس وقت اس کے معنی جلانے میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔ (۱۴)

---

(١١) فتح الباري: ٢١٣/١٠، إرشاد الساري: ٢٤٣/١٢، عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

(١٢) فتح الباري: ٢١٣/١٠، عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

(١٣) فتح الباري: ٢١٤/١٠، عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

(١٤) عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

روایتِ باب کتاب الجہاد اور کتاب المغازی میں گذر چکی ہے کہ غزوۂ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خون چہرۂ انور سے دھو رہی تھیں، لیکن جب دیکھا کہ خون رُک نہیں رہا بلکہ پانی کی وجہ سے بڑھ رہا ہے تو ایک چٹائی کو لے کر جلایا اور پھر اس کی جلی ہوئی راکھ کو زخم پر رکھا تو خون رُک گیا۔

کسی بھی چیز کی راکھ ہو، اس میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اگر اسے زخم پر لگا دیا جائے تو خون رُک جاتا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر "التداوي بالرماد" کا عنوان لگا کر ترجمہ قائم کیا ہے۔ (۱۵)

٢٧ – باب : الحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ .

٥٣٩١ : حدّثني يحيى بْنُ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ، فَأَطْفِئُوهَا بِالمَاءِ) . قالَ نَافِعٌ : وَكانَ عَبْدُ ٱللهِ يَقولُ : ٱكْشِفْ عَنَّا الرِّجْزَ . [ر : ٣٠٩١]

٥٣٩٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : عَنْ مالِكٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ فاطِمَةَ بِنْتِ المُنْذِرِ : أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِالمَرْأَةِ قَدْ حُمَّتْ تَدْعُو لَهَا ، أَخَذَتِ المَاءَ ، فَصَبَّتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا . وقالَتْ : كانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَبْرُدَهَا بِالمَاءِ .

٥٣٩٣ : حدّثني محَمَّدُ بْنُ المُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ، فَٱبْرُدُوهَا بِالمَاءِ) . [ر : ٣٠٩٠]

٥٣٩٤ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبَايَةَ ٱبْنِ رِفاعَةَ ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الحُمَّى مِنْ فَوْحِ جَهَنَّمَ ، فَٱبْرُدُوهَا بِالمَاءِ) . [ر : ٣٠٨٩]

(٥٣٩٢) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لكل داءٍ دواء واستحباب التداوي: ٤/١٧٣٢ (رقم الحديث: ٢٢١١) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب تبريد الحمّى بالماء: ٤/٣٧٩ (رقم الحديث: ٧٦١٠) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب الحمّى من فيح جهنم، فأبردوها بالماء: ٢/١١٤٩ (رقم الحديث: ٣٤٧١)

(١٥) سنن الترمذي، كتاب الطب: باب التداوي بالرماد: ٤/٤١١ (رقم الحديث: ٢٠٨٥)

پہلی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کا شعلہ ہے اس لیے اس کی گرمی کو پانی سے بجھاؤ۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی عورت بخار کی حالت میں دعا کے لیے لائی جاتی تو وہ پانی لیتیں اور اس کو اس عورت کے گریبان میں ڈالتیں اور کہتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پانی کے ذریعے اس کو ٹھنڈا کرنے کا حکم دیتے تھے، احادیث میں تین طرح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، فیح، فَیْح اور فَوْر، تینوں کے ایک ہی معنی ہیں، تپش، بھڑک اور شعلہ۔ (۱٦)

الحمی من فیح جهنم سے یا تو حقیقی معنی مراد ہیں کہ بخار کی تپش جہنم کا ایک حصہ اور شعلہ ہے تاکہ اس کی تپش کو محسوس کر کے لوگ جہنم کی گرمی اور عذاب کا کچھ اندازہ کر سکیں اور یا حقیقی معنی مراد نہیں، بلکہ یہ مجازاً اور بطور تشبیہ کہا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ بخار کی تپش، جہنم کی گرمی اور تپش کی مشابہہ ہے۔ (۱۷)

فأبردوها بالماء

یہاں تو مطلقاً ”ماء“ کا ذکر ہے، بعض روایات میں ”ماء زمزم“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، چنانچہ امام نسائی، ابن حبان اور امام حاکم نے ”عفان عن همام“ کے طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”فابردو ها بماء زمزم“ (۱۸) بہر حال اہل مکہ کے لیے تو یہی بہتر ہے کہ آبِ زمزم استعمال کریں کیوں کہ وہ انھیں ہر وقت میسر ہے لیکن باقی لوگوں کے لیے عام پانی بھی مفید رہتا ہے۔

---

(١٦)فتح الباري: ١٠/٢١٥، عمدة القاري: ٢١/٢٥٤

(١٧)فتح الباري: ١٠/٢١٥، عمدة القاري: ٢١/٢٥٤، إرشاد الساري: ١٢/٤٤٤

(١٨)السنن الكبرى للنسائي، كتاب الطب، باب تبريد الحمى بماء زمزم: ٤/٣٨٠ (رقم الحديث: ٧٦١٤) والإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الطب، باب ذكر الخبر المفسر للفظة المجملة.....: ٨/٦٢٣ (رقم الحديث: ٦٠٣٦)

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ بخار کی بعض قسموں میں ٹھنڈا پانی جسم میں استعمال کرنا مفید نہیں ہے، خاص کر سردی لگنے کی وجہ سے جو بخار آتا ہے اس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہوتا ہے تو پھر حضور ﷺ نے مطلقاً یہ کیسے ارشاد فرمادیا؟(۱۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلقاً ہر بخار کے لیے نہیں بلکہ بخار کی ان قسموں سے متعلق ہے جن میں پانی سے جسم کو ٹھنڈا کرنا مفید ہے، عموماً جو بخار گرمی اور گرم لُو لگنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس میں پانی کا استعمال بہت مفید رہتا ہے اور چونکہ حجاز گرم ہے تو وہاں لوگوں کو عموماً گرمی اور تپش کی وجہ سے بخار ہو جاتا تھا، اس لیے حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس سے متعلق ہے، ہر بخار کے بارے میں نہیں۔ (۲۰)

بخار میں ٹھنڈا پانی کیسے استعمال کیا جائے

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ جسم کو بخار میں پانی سے ٹھنڈک پہنچانے کا کوئی مخصوص طریقہ ہے یا کسی بھی طرح پانی استعمال کیا جاسکتا ہے؟

اس کا ایک طریقہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ بخار والے شخص کے سینے پر پانی چھڑک دیا کرتی تھیں۔ (۲۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں ایک اور طریقہ بیان کیا گیا "إذا أصاب أحدكم الحمى...... فإن الحمى قطعة من النار...... فليطفئها عنه بالماء، فليستنقع نهرا جاريا، وليستقبل جرية الماء فيقول: بسم اللّٰه، اللهم اشف عبدك، وصدِّقْ رسولك، بعد صلاة الصبح قبل طلوع الشمس، فليغتمس فيه ثلاث

---

(۱۹) فتح الباري: ۱۰/۲۱۶، عمدة القاري: ۲۱/۲۵٤

(۲۰) فتح الباري: ۱۰/۲۱۶، عمدة القاري: ۲۱/۲۵٤

(۲۱) جیسا کہ روایت باب میں ہے۔

غمسات ثلاثة أيام، فإن لم يبرأ في ثلاثة فخمس ، وإلافسبع ، وإلافتسع، فإنها لاتكاد تجاوزتسعا بإذن الله"(۲۲)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بخار زدہ شخص صبح نماز کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے کسی نہر میں اُتر جائے اور جس طرف سے پانی بہہ کر آرہا ہے اُدھر چہرہ اور سینہ کردے اور "اللهم اشف عبدك وصدّق رسولك" کہہ کر اس میں تین ڈبکیاں لگائے، تین دن یہ عمل کرے، ٹھیک ہو جائے گا، ورنہ پانچ دن، یا پھر سات دن اور یا پھر نو دن یہ عمل دہرائے، نو دن کے اندر اندر بخار ان شاءاللہ ضرور جاتا رہے گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے (۲۳) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی سند میں سعید بن زرعہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں۔ (۲۴)

بزار نے حضرت سمرہؓ کی ایک روایت ذکر کی ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اس میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذاحم، دعا بقربة من ماء فأفرغها على قرنه فاغتسل"(۲۵) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بخار میں پانی کا مشکیزہ منگواتے، اسے اپنے سر کے بالوں پر ڈال کر غسل فرماتے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق فرمائی، (۲۶) لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تضعیف کی ہے۔ (۲۷)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور اس کی سند قوی ہے، (۲۸) حضرت انسؓ نے فرمایا "إذاحم أحدكم فليشن عليه من الماء

---

(۲۲) سنن الترمذي ، كتاب الطب، باب: ۳۳، ٤/٤١٠ (رقم الحديث: ٢٠٨٤)

(۲۳) سنن الترمذي، كتاب الطب، باب ٣٣: ٤/٤١١ (رقم الحديث: ٢٠٨٤)

(٢٤) فتح الباري: ١٠/٢١٧

(٢٥) المستدرك للإمام الحاكم، كتاب الطب، باب الحمى قطعة من النار، فأبردوها عنكم بالماء: ٤/٤٠٤

(٢٦) التلخيص للذهبي، كتاب الطب: ٤/١٠١

(٢٧) فتح الباري: ١٠/٢١٨

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٢١٨

البارد من السحر ثلاث ليال"(۲۹) یعنی بخار زدہ شخص پر صبح کے وقت ٹھنڈا پانی تین دن تک چھڑکا جائے۔

طبرانی کی ایک روایت میں "وصبوه عليكم فيما بين الأذانين المغرب و العشاء"(۳۰) کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ مغرب اور عشا کے درمیان کے وقت محموم پر پانی بہادیا جائے۔

قال نافع: وكان عبدالله يقول: اكشف عنا الرِّجز

یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے یہ عذاب دور کرو، کیونکہ حدیث میں اس کو "فيح جهنم" کہا گیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

> "وانما طلب ابن عمر كشفه مع مافيه من الثواب لمشروعية طلب العافية من اللّٰه سبحانه وتعالىٰ، إذهو قادر على أن يكفر سيئات عبده ويعظم ثوابه، من غير أن يصيبه شئي يشق عليه"(۳۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بخار زائل ہونے کی دعا کی، باوجودیکہ اس میں اجر وثواب ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرنا مشروع ہے، اس لیے کہ بیماریوں اور مصائب میں مبتلا کیے بغیر بھی اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔

۲۸ – بَاب : مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تَلَايِمُهُ .

٥٣٩٥ : حدّثنا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ نَاسًا ، أَوْ رِجالاً ، مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ ، قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ ، وَقَالُوا : يَا نَبِيَّ ٱللهِ ، إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ ، وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ ، وَٱسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَبِرَاعٍ ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ .

---

(۲۹) المستدرك للإمام الحاكم، كتاب الطب، باب عليكم بألبان البقر: ٤٠٣/٤، فتح الباري: ٢١٨/١٠

(۳۰) فتح الباري: ٢١٨/١٠، مجمع الزوائد، كتاب الطب، باب ماجاء في الحمى وإبرادها بالماء: ٩٥/٥

(۳۱) فتح الباري: ٢١٨/١٠

فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى كانوا نَاحِيَةَ الحَرَّةِ ، كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ ، وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ ، وَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ ، وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الحَرَّةِ ، حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ . [ر : ٢٣١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اگر کسی زمین اور کسی علاقہ کی آب و ہوا انسان کو موافق نہ آئے تو وہ اسے چھوڑ کر کہیں اور جا سکتا ہے، امام نے عرینیین کے واقعے سے استدلال کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ آئے اور یہاں کی آب و ہوا انھیں موافق نہ آئی، بیمار ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ منورہ سے باہر ایک مقام پر جانے کے لیے کہا، وہ وہاں گئے اور ٹھیک ہو گئے لیکن پھر انھوں نے ناشکری کر کے ارتداد اختیار کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راعی (جانوروں کی حفاظت کرنے والے) کو قتل کیا، قصاصاً ان سب کو قتل کیا گیا، اس واقعے کی تفصیل گذر چکی ہے۔

٢٩ – باب : ما يُذْكَرُ في الطَّاعُونِ .

طاعون فاعول کے وزن پر طعن سے ہے، (۳۲) طاعون اصل میں وبا کی شکل میں پھیل جانے والی ایک خاص بیماری کا نام ہے جس میں بسا اوقات جسم کے مختلف حصوں، خاص کر بغل وغیرہ میں گلٹی نکل آتی ہے، جسم سرخ یا سیاہ ہو کر جلنے لگتا ہے، دل پر گھبراہٹ طاری ہوتی ہے، قے آنے لگتی ہے اور آدمی بہت جلد موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ (۳۳)

---

(٣٢) فتح الباري: ١٠/٢٢١، عمدة القاري: ٢١/٢٥٦، إرشاد الساري: ١٢/٤٤٨

(٣٣) قال الخليل: الطاعون الوباء، وقال صاحب "النهاية": الطاعون المرض العام الذي يفسد له الهواء وتفسد به الأمزجة والأبدان، وقال عياض: أصل الطاعون القروح الخارجة في الجسد، وقال ابن عبدالبر: الطاعون غدة تخرج في المراق والآباط وقد تخرج في الأيدي والأصابع وحيث ماشاء الله، وقال الغزالي: هوانتفاخ جميع البدن من الدم مع الحمى أو انصباب الدم إلى بعض الأطراف ينتفخ ويحمر وقد يذهب ذلك العضو، (فتح الباري: ١٠/٢٢١)

حدیث میں آتا ہے کہ طاعون جنات کے اندرونی جسم کو ڈسنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے، آپ نے فرمایا، میری امت طعن اور طاعون کی وجہ سے فنا ہوگی، صحابہ نے کہا، یارسول ﷺ طعن تو ہم جانتے ہیں (طعن نیزہ مارنے کو کہتے ہیں) لیکن طاعون کیا چیز ہے، آپ ﷺ نے گرمایا "وَخز إخوانکم من الجن وفي کل شهادة" اور ایک روایت میں "وخز أعدائکم من الجن" ہے (۳۴) وخز کی تشریح "طعن لیس بنافذ" سے کی گئی ہے یعنی کچوکا دینا، کوئی چیز چبانا (۳۵)۔

بہرحال ہو سکتا ہے کہ اصل سبب جنوں کا اندرونی جسم کو کچوکے لگانا ہو لیکن جسم کے ظاہری حصے پر اس کا اثر گلٹی اور پھوڑے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ (۳۶)

اسلام میں سب سے پہلے وبا کب پھیلی؟

اسلام میں سب سے پہلے طاعون کی وبا رملہ اور بیت القدس کے درمیان ایک بستی "عمواس" میں پھیلی، حضرات صحابہ اور مجاہدین، شام میں جہاد کے سلسلے میں وہاں موجود تھے، اس میں تیس ہزار کے قریب مسلمان فوت ہوئے۔ (۳۷)

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض حضرات نے کہا کہ طاعون اگر جنات اور شیاطین کے چوکے مارنے کی وجہ سے پھیلتا ہے تو پھر رمضان المبارک میں طاعون نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ رمضان میں تو سرکش شیاطین باندھ دیے

---

(٣٤) مسندالإمام أحمد بن حنبل: ٤/٤١٧، وفي رواية "وفي كل شهداء" مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٤/٣٩٥، عمدة القاري: ٢١/٢٥٦، مسند احمد کی روایت میں "إخوانكم" کا لفظ نہیں ہے۔

(٣٥) عمدة القاري: ٢١/٢٥٦، فتح الباري: ١٠/٢٢٣، النهاية في غريب الحديث والأثر: ٥/١٦٣

(٣٦) عمدة القارى: ٢١/٢٥٧، إرشادى السارى: ١٢/٤٤٨، فتح البارى: ١٠/٢٢٢

(٣٧) عمدة القاري: ٢١/٢٥٦

جاتے ہیں، حالانکہ رمضان کا کوئی استثناء نہیں ہے، رمضان میں بھی یہ وبا پھیل سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے شیطان کا حملہ رمضان سے پہلے ہو لیکن اس کا اثر رمضان میں ظاہر ہوا ہو۔ (۳۸)

٥٣٩٦ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قالَ : سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجوا مِنْهَا) . فَقُلْتُ : أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ . [ر : ٣٢٨٦]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا "جب کسی علاقے میں طاعون کے متعلق سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو"۔

فقلت : أنت سمعته يحدث سعدا، ولا ينكره ، قال: نعم

حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے پوچھا کہ آپ نے اسامہ بن زید کو یہ حدیث سعد سے بیان کرتے ہوئے سنا ہے اور (آپ کے ابا) سعد نے اس کا انکار نہیں کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ جی ہاں میں نے خود سنا ہے۔

فقلت کے قائل حبیب بن ابی ثابت ہیں، انھوں نے اپنے شیخ ابراہیم بن سعد سے پوچھا کہ آپ نے اپنے شیخ اسامہ بن زید کو خود سنا ہے کہ انھوں نے یہ حدیث حضرت سعد سے نقل کی اور حضرت سعد نے اس کا انکار نہیں کیا تو ابراہیم نے کہا کہ ہاں میں نے یہ حدیث خود ان سے سنی ہے، ابراہیم حضرت سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے ہیں۔ (۳۹)

---

(۳۸) إرشاد الساري: ۱۲/٤٤٩

(۳۹) عمدة القاري: ۲۱/۲۵۷، وإرشادى السارى: ۱۲/٤٤٩

٥٣٩٧ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الحَمِيدِ ٱبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الخَطَّابِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ الحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ ، حَتَّى إِذَا كانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ ، أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : فَقَالَ عُمَرُ : ٱدْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ ، فَدَعَاهُمْ فَٱسْتَشَارَهُمْ ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ ، فَٱخْتَلَفُوا ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ ، وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ ، وَقالَ بَعْضُهُمْ : مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ ، فَقَالَ : ٱرْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قالَ : ٱدْعُ لِي الْأَنْصَارَ ، فَدَعَوْتُهُمْ فَٱسْتَشَارَهُمْ ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ ، وَٱخْتَلَفُوا كَٱخْتِلَافِهِمْ ، فَقَالَ : ٱرْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قالَ : ٱدْعُ لِي مَنْ كانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ ، فَدَعَوْتُهُمْ ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ ، فَقَالُوا : نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ ، فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ : إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ . قالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ : أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ ٱللهِ ؟ فَقَالَ عُمَرُ : لَوْ غَيْرُكَ قالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ ؟! نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ ٱللهِ إِلَى قَدَرِ ٱللهِ ، أَرَأَيْتَ لَوْ كانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ ، إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ ، وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الخَصِبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ ٱللهِ ، وَإِنْ رَعَيْتَ الجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ ٱللهِ ؟ قالَ : فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ ، وَكانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حاجَتِهِ ، فَقَالَ : إِنَّ عِنْدِي فِي هٰذَا عِلْمًا ، سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ) . قالَ : فَحَمِدَ ٱللهَ عُمَرُ ثُمَّ ٱنْصَرَفَ . [٦٥٧٢]

٥٣٩٨ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عامِرٍ : أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ ، فَلَمَّا كانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا ، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ) .

(٥٣٩٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الحيل، باب مايكره من الاحتيال في الفرار من الطاعون (رقم الحديث: ٦٥٧٢) وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها: ١٧٤٠/٤ (رقم الحديث: ٢٢١٩) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الخروج من الأرض التي (اگلے صفحہ پر)

زمانہ طاعون میں حضرت فاروق اعظم کے شام جانے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور ان کے ساتھی حضرت فاروق اعظم سے ملے اور انھیں بتلایا کہ ملک شام میں وبا پھوٹ پڑی ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلاؤ، ان کو بلایا گیا، آپ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتلایا کہ شام میں وبا پھوٹ پڑی ہے (وہاں جانا چاہیے یا واپس ہو جانا چاہیے؟) ان میں اختلاف ہوا، بعضوں نے کہا کہ ہم جس کام کے لیے نکلے ہیں، اس سے واپس ہونا مناسب نہیں اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ بڑے بڑے لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، اس لیے اس وبا کی طرف پیش قدمی کرنا مناسب نہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے جب ان کا اختلاف دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر فرمایا کہ انصار کو بلالاؤ، میں نے ان کو بلایا، ان سے مشورہ کیا تو وہ لوگ بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کرنے لگے، حضرت فاروق اعظمؓ نے ان سے بھی کہا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر فرمایا کہ قریش کے شیوخ کو بلاؤ جنھوں نے فتح مکہ کے سال ہجرت کی تھی، چنانچہ میں نے ان کو بلایا، ان میں سے کسی بھی دو آدمیوں نے اختلاف نہیں کیا اور کہا کہ ہمارا خیال ہے آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اس وبا پر پیش قدمی نہ کریں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرادیا کہ میں کل صبح واپسی کے لیے پابہ رکاب ہو رہا ہوں، چنانچہ صبح کے وقت لوگ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس آگئے، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے کہا کہ امیر المؤمنین! اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ "کاش تمھارے علاوہ کوئی اور شخص یہ جملہ کہتا، ہاں ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف فرار اختیار کر رہے ہیں، ذرا یہ بتائیں کہ آپ کے پاس اونٹ ہوں، آپ کسی وادی میں اتریں جس میں دو جانب ہوں

(گزشتہ سے پیوستہ) لا:لائمه: ٣٦٢/٤ (رقم الحديث: ٧٥٢٢ و ٧٥٢٥) وأخرجه أبو داود في الجنائز، باب في فضل من مات في الطاعون: ١٨٨/٣ (رقم الحديث: ٣١١١)

(٥٣٩٨) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها: ١٧٤٠/٤ (رقم الحديث: ٢٢١٩)

جن میں سے ایک تو سر سبز و شاداب ہو اور دوسری خشک ہو تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ سر سبز حصے میں اونٹ چرائیں گے تو تقدیر الٰہی سے اور خشک میں چرائیں گے تو بھی تقدیر الٰہی کے سبب سے"۔

راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، وہ کسی ضرورت کی وجہ سے اب تک غائب تھے، انھوں نے کہا کہ میرے پاس اس کے متعلق علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی زمین کے متعلق سنو (کہ وہاں وبا پھیل گئی ہے) تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ وبا پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے فرار ہو کر باہر نہ نکلو۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ حدیث سن کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر وہاں سے واپس ہوگئے۔

حدثناعبدالله بن يوسف، أخبرنامالك، عن ابن شهاب، عن عبدالحميد بن عبدالرحمٰن بن زيد بن الخطاب......

اس سند میں تین تابعی اور دو صحابی ہیں اور سب کے سب مدنی ہیں، امام مالک، محمد بن شہاب زہری اور عبد الحمید بن عبد الرحمٰن تابعی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن الحارث اور حضرت عبد اللہ بن عباس دونوں صحابی ہیں۔ (۴۰)

عبد اللہ بن عبد اللہ بن الحارث کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، ۹۹ ھجری میں ان کی وفات ہوئی۔ (۴۱)

ان عمر بن الخطابؓ خرج إلى الشام

یہ ربیع الثانی سن اٹھارہ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ سفر لوگوں کے حالات اور نظمِ حکومت معلوم کرنے کی غرض سے تھا۔ (۴۲)

حتى إذا كان سرغ

سَرْغ (سین کے زبر، راء کے سکون کے ساتھ) وادی تبوک کے قریب شام کی ایک بستی کا نام

---

(٤٠) فتح الباري: ١٠/٢٢٦، عمدةالقاري: ٢١/٢٥٨

(٤١) فتح الباري: ١٠/٢٢٦، عمدةالقاري: ٢١/٢٥٨

(٤٢) عمدةالقاري: ٢١/٢٥٨، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠

ہے، مدینہ منورہ سے تیرہ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔ (۴۳)

لقيه أمراء الأجناد أبوعبيدة بن الجراح وأصحابه

اس مقام پر حضرت فاروق سے لشکر اسلام کے امراء نے ملاقات کی، حضرت ابوعبیدۃ (عامر بن عبداللہ یا عبداللہ بن عامر) اور ان کے ساتھی حضرت خالد بن الولید، زید بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ اور عمرو بن العاص مراد ہیں، حضرت فاروق اعظمؓ نے شام کو مختلف لشکروں میں تقسیم کیا تھا، اردن، حمص، دمشق، فلسطین، قنسرین...... ہر ایک مستقل لشکر کا حصہ تھا اور ہر ایک حصے کا الگ امیر تھا، (۴۴) اس لیے یہاں "أمراء الأجناد" جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

فأخبروه أن الوباء قد وقع بأرض الشام

وبا سے طاعون مراد ہے، سن اٹھارہ ہجری کے محرم اور صفر میں شام میں طاعون پھیلا تھا لیکن پھر ختم ہوا، جب حضرت فاروق اعظم وہاں پہنچے تو دوبارہ یہ وبا پھیل گئی تھی۔ (۴۵)

ادع لي المهاجرين الأولين

مہاجرین اولین سے وہ جلیل القدر صحابہ مراد ہیں جنھوں نے سب سے پہلے ہجرت کی اور دونوں قبلوں بیت المقدس اور بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھی۔ (۴۶)

معك بقية الناس وأصحاب رسول الله ﷺ

بقية الناس سے بقية الصحابة مراد ہیں، یعنی آپ کے ساتھ زندہ رہ جانے والے صحابہ ہیں "أصحاب رسول الله" اس کے لیے عطف تفسیری ہے، أطلق عليهم ذلك تعظيماً لهم أي ليس الناس إلا هم یعنی ان کے لیے تعظیماً "بقية الناس" کا لفظ استعمال کیا گویا اصل لوگوں میں سے تو یہی

---

(٤٣) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠، فتح الباري: ١٠/٢٢٦، ٢٢٧

(٤٤) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠، ٤٥١، فتح الباري: ١٠/٢٢٧

(٤٥) فتح الباري: ١٠/٢٢٦، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠

(٤٦) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥١

حضرات بچے ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ بقية الناس سے عام صحابہ اور أصحاب سے خاص صحابہ مراد ہوں۔ (۴۷)

ادع لي من كان ههنا من مشيخة قريش

یعنی یہاں جو قریش کے بزرگ حضرات ہیں انھیں بلالاؤ، مَشيَخة شیخ کی جمع ہے، اس لفظ کی دس جمع آتی ہیں ❶ شُيوخ (شین کے ضمہ کے ساتھ) ❷ شِيُوخ (شین کے کسرہ کے ساتھ) ❸ أشْياخ ❹ شِيَخة (شین کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) ❺ شِيْخان (شین کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) ❻ مَشايِخ (یاء کے ساتھ، ہمزہ کے ساتھ غلط ہے، لوگ عموماً اس کو ہمزہ کے ساتھ لکھتے اور پڑھتے ہیں) ❼ مَشِيْخَة (میم کے فتحہ اور شین کے کسرہ ساتھ) ❽ مَشَيْخاء (میم اور شین کے فتحہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) ❾ مَشْيُوْخا (میم کے فتحہ، شین کے سکون اور یاء کے ضمہ اور واؤ کے ساتھ) ❿ مَشْيُخاء

اس طرح لفظ شیخ کی کل دس جمع آتی ہیں۔ (۴۸)

من مُهَاجِرة الفتح

❶ اس سے یا وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے سال مدینہ منورہ ہجرت کی۔

❷ یا وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔

❸ اور یا وہ صحابہ مراد ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر لی تھی۔

ہجرت کا حکم اگرچہ فتح مکہ کے بعد باقی نہیں رہا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا تھا "لا هجرة بعد الفتح" تاہم صورتاً ہجرت انھوں نے کر لی، اس صورت میں یہ ان صحابہ سے احتراز ہوگا جنھوں نے بالکل ہجرت نہیں کی اور فتح مکہ کے بعد بھی وہ مکہ ہی میں مقیم رہے۔ (۴۹)

---

(٤٧) فتح الباري: ١٠/٢٢٧، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢١/٤٥٨

(٤٨) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥١، فتح الباري: ١٠/٢٢٧

(٤٩) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥١، فتح الباري: ١٠/٢٢٧

اس سے معلوم ہوا کہ جن صحابہ نے اگرچہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی، ان کو ان صحابہ پر فضیلت حاصل ہے جنھوں نے ہجرت نہیں کی۔ (۵۰)

إني مُصَبِّح على ظهر

مُصَبِّح: باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، صبح کے وقت سفر کرنے والا، ظہر سے ظهر الراحلة مراد ہے یعنی میں کل صبح سفر کے لیے پابہ رکاب ہونے والا ہوں۔ (۵۱)

أفِراراً من قدر الله

یہ مفعول له ہے أي ترجع فراراً من قدر الله۔

لو غيرك قالها يا أبا عبيدة

یہ شرط ہے، جزا محذوف ہے، جزا "لأدبته" بھی ہو سکتی ہے یعنی اگر کوئی اور اس طرح کی بات کہتا تو میں اس کی تادیب کرتا اور جزا "لكان أولى" بھی ہو سکتی ہے یعنی کوئی اور یہ بات کہتا تو زیادہ بہتر تھا، آپ کے لیے اس طرح کا نامعقول اعتراض مناسب نہ تھا اور "لم أتعجب" بھی محذوف نکال سکتے ہیں کہ کوئی اور کہتا تو مجھے تعجب نہ ہوتا، آپ جیسے ذی علم آدمی سے سن کر بڑا تعجب ہوا۔ (۵۲)

واديا له عُدْوتان

عُدْوة (واؤ کے ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ درست ہے، دال ساکن ہے) عُدْوة طرف اور جانب کو کہتے ہیں، وهو المكان المرتفع من الوادي، وهو شاطئه۔ (۵۳)

---

(٥٠) فتح الباري: ٢٢٧/١٠

(٥١) عمدة القاري: ٢٥٨/٢١، إرشاد الساري: ٤٥١/١٢

(٥٢) فتح الباري: ٢٢٨/١٠، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٥٩/٢١، إرشاد الساري: ٤٥١/١٢

(٥٣) عمدة القاري: ٢٥٩/٢١، فتح الباري: ٢٢٨/١٠

إحداهما خَصِبَة

خَصِبَة (خاء پر فتحہ اور صاد پر کسرہ ہے) تروتازہ، سرسبز و شاداب، اس کے مقابلے میں جَدْبَة (جیم کے فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ) آتا ہے، خشک، قحط زدہ۔ (۵۴)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مثال دے کر انھیں سمجھایا کہ اگر کسی وادی میں دو طرف ہوں، ایک سرسبز و شاداب اور دوسری قحط زدہ اور خشک ہو اور آپ اپنے اونٹوں کو کسی ایک جانب چرانے کے لیے لے جائیں، سرسبز جانب لے جائیں گے تو اس کو بھی تقدیر الٰہی کے سبب سے چرانا کہیں گے، اور اگر خشک جانب چرائیں گے تو اسے بھی تقدیر الٰہی کے سبب چرانا کہیں گے، سرسبز و شاداب جانب میں اونٹ چرانے کو تقدیر الٰہی سے فرار نہیں کہا جاتا، اسی طرح ہم بھی اگر شام کے طاعون زدہ علاقے سے واپس چلے جائیں تو اسے بھی تقدیر الٰہی سے فرار نہیں کہنا چاہیے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے اشکال ہوتا ہے جو امام طحاوی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ نقل کی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ جب شام آئے تو حضرت ابو طلحہ اور ابو عبیدہ نے ان کا استقبال کیا اور کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کے ساتھ بڑے صحابہ ہیں، ہم نے شام میں اپنے پیچھے جلتی ہوئی آگ چھوڑی ہے، اس لیے آپ اس سال واپس چلے جائیں، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ واپس ہوگئے۔

حضرت انسؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کو واپس جانے کا مشورہ حضرت ابو عبیدہؓ نے دیا تھا، جب کہ یہاں بخاری کی روایت میں انھوں نے واپس جانے پر اعتراض کیا ہے۔ (۵۵)

لیکن دونوں باتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ابتدا میں تو واپس

---

(٥٤) عمدة القاري: ٢٥٩/٢١

(٥٥) فتح الباري: ٢٢٩/١٠

جانے کا مشورہ دیا لیکن بعد میں ان پر توکل کا مقام غالب آیا اور انھوں نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کرتے ہوئے واپس ہونے پر اعتراض کیا۔ (۵۶)

إذاسمعتم به بأرض فلاتقدموا عليه

”به“ کی ضمیر مجرور طاعون کی طرف راجع ہے، یعنی کسی زمین میں جب تم طاعون کے متعلق سنو تو وہاں مت جاؤ، ”فلا تقدموا عليه“ حدیث میں وارد یہ نہی بعض حضرات کے نزدیک تحریم کے لیے ہے، لہذا کسی ایسے علاقے میں جہاں وبا اور طاعون پھیلا ہو، جانا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہہ کے لیے ہے، لہذا جو شخص قوی توکل اور تقدیر پر مضبوط ایمان کا مالک ہو، اس کے لیے ایسے علاقے میں جانا جائز ہے۔ (۵۷)

وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلاتخرجوا فراراًمنه

کسی ایسے علاقے میں جہاں آدمی رہتا ہو، طاعون کی وبا پھیل گئی تو اس سے بھاگ کر نکل جانے سے منع کیا گیا ہے۔

طاعون زدہ علاقے سے آدمی نکل سکتا ہے؟

طاعون زدہ علاقے سے آدمی نکل سکتا ہے یا نہیں، اس میں مختلف اقوال ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ نکل سکتے ہیں، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے صحابہ میں سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ اور تابعین میں سے اسود بن ہلال اور مسروق سے یہ قول نقل کیا ہے، یہ حضرات حدیث میں وارد نہی کو تنزیہہ پر محمول کرتے ہیں جو جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ (۵۸)

لیکن بعض دوسرے علماء کے نزدیک ایسے علاقہ سے نکلنا حرام ہے کیوں کہ نکلنے پر وعید آئی ہے،

---

(٥٦) فتح الباري: ٢٢٩/١٠

(٥٧) فتح الباري: ٢٣٠/١٠، إرشاد الساري: ٤٥٣/١٢

(٥٨) إرشاد الساري: ٤٥٣/١٢

شوافع کے نزدیک یہی قول راجح ہے، (۵۹) ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ طاعون کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "غدة كغدة البعير، المقيم فيها كالشهيد، والفار منها كالفار من الزحف" (٦٠) یعنی یہ اونٹ کی گرہ اور گلٹی کی طرح جسم میں ظاہر ہونے والی گلٹی ہوتی ہے، جو شخص اس وبا میں مقیم رہے گا، وہ شہید کے برابر اجر پائے گا، جو بھاگے گا وہ میدان جہاد سے بھاگنے والے شخص کی طرح مجرم ہوگا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور اس کی تین صورتیں نکل سکتی ہیں:

❶ کوئی آدمی وبا اور طاعون سے فرار اور بچاؤ کے ارادے سے نکلتا ہے کہ اس طرح وہ اس وبا کی زد میں آنے سے بچ جائے گا تو یہ صورت ناجائز ہے اور وعید میں شامل ہے۔

❷ ایک آدمی فرار کی نیت سے نہیں بلکہ اپنے کسی دوسرے مقصد اور ضرورت کے لیے ایسے علاقہ سے جارہا ہے، مثلاً ایک آدمی پہلے ہی سے سفر کی تیاری کر رہا تھا اور ابھی نکلنے والا تھا کہ اتنے میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور وہ اپنے سابقہ قصد کے مطابق نکل گیا تو ایسے شخص کے لیے نکلنا جائز ہے اور وہ نہی اور وعید کے تحت داخل نہیں۔

❸ تیسری صورت یہ ہے کہ وہاں سے باہر جانے کی اس کی کوئی حاجت اور ضرورت بھی ہے اور ساتھ ساتھ پھیل جانے والی وبا سے بچنے کا بھی خیال ہے، یہ صورت مختلف فیہ ہے کہ نکل سکتا ہے یا نہیں۔ (٦١)

---

(٥٩) إرشاد الساري: ١٢/٤٥٣

(٦٠) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٦/٢٥٥

(٦١) فتح الباري: ١٠/٢٣١، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٣، قال الشيخ ابن دقيق العيد: "الذي يترجح عندي في الجمع بينهما أن في الإقدام على تعريض النفس للبلاء، ولعلها لاتصبر عليه، وربما كان فيه ضرب من الدعوى لمقام الصبر أوالتوكل فمنع ذلك حذراً من اغترار النفس ودعواها مالاتثبت عليه عندالاختبار، وأما الفرار فقديكون داخلاً في التوغل في الأسباب بصورة من يحاول النجاة بماقدر عليه فأمرنا الشارع بترك التكلف في الحالتين"۔

اس تیسری صورت میں چونکہ صرف طاعون سے فرار نہیں، بلکہ ایک دوسرا مقصد بھی پیش نظر ہے اس لیے اسے بعض حضرات نے جائز قرار دیا اور کہا کہ یہ صورت نہی سے مستثنیٰ ہے۔

چنانچہ تاریخی روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس خط لکھا کہ ”آپ سے مجھے ضروری کام ہے، اس لیے میرا خط دیکھتے ہی میرے پاس آجائیں۔ حضرت ابو عبیدہ سمجھ گئے، جواب لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ میں مسلمانوں کے لشکر میں ہوں، انھیں چھوڑ کر آنے کی خواہش میرے دل میں نہیں“ چنانچہ بعد میں اسی ”طاعون عمواس“ میں ان کی وفات ہوئی۔ (۶۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> فهذا يدل على أن عمر رأى أن النهي عن الخروج إنما هو لمن قصد الفرار متمحضا، ولعله كانت له حاجة بأبي عبيدة في نفس الأمر، فلذلك استدعاه، وظن أبوعبيدة أنه إنما طلبه ليسلم من وقوع الطاعون به، فاعتذر عن إجابته لذلك، وقد كان أمر عمر لأبي عبيدة بذلك بعد سماعهما للحديث المذكور من عبدالرحمن بن عوف، فتأول عمر فيه ما تأول، واستمر أبوعبيدة على الأخذ بظاهره (۶۳)

یعنی حضرت فاروق اعظم کا حضرت ابو عبیدہ کو طاعون زدہ علاقے سے بلانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ اس شخص کے لیے ہے جو صرف وبا سے بھاگنے کی نیت سے باہر جا رہا ہو، لیکن اگر کوئی اور ضرورت ہو تو وہ نکل سکتا ہے، حضرت فاروق اعظم کو بھی غالباً حضرت ابو عبیدہ کی ضرورت تھی، اس لیے انہیں بلایا، حالانکہ انھوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے نہی کی حدیث سنی تھی لیکن اس کے باوجود انہیں بلایا کیونکہ وہ نہی کو ذکر کردہ تین صورتوں میں سے پہلی صورت پر محمول کرتے تھے۔

---

(٦٢) فتح الباري: ١٠/٢٣١، ٢٣٢

(٦٣) فتح الباري: ١٠/٢٣٢

طاعون زدہ زمین سے ممانعتِ خروج کی حکمتیں

بہر حال حدیث شریف میں طاعون زدہ زمین سے نکلنے کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے، اس ممانعت کی علماء نے مختلف حکمتیں بیان کی ہیں:

❶ جب کسی علاقے میں کوئی وبا عام ہو جائے تو عموماً اس سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں بھاگنا مفید نہیں رہتا۔

❷ سب لوگ اگر بھاگنا شروع کر دیں تو جو انسان مبتلائے وبا ہو گئے ہیں، یا کسی اور وجہ سے جا نہیں سکتے، ان کی دیکھ بھال کون کرے گا، اسی طرح وہی لوگ نکل سکیں گے جو قوی اور صاحب قدرت ہوں گے، کمزور، ضعیف اور زاد سفر نہ رکھنے والے لوگ نہیں نکل سکیں گے، جس سے کمزوروں کی دل آزاری ہو گی۔

❸ بعض وبائیں متعدی ہوتی ہیں اور ان کے جراثیم پھیلتے ہیں، کوئی آدمی وہاں سے نکلے گا تو ممکن ہے وہ جراثیم دوسرے علاقوں تک سرایت کر جائیں اور یوں نئے علاقے اس وبا کی زد میں آ جائیں گے۔(۶۴)

حدیث سے مستنبط چند آداب

امام بخاری رحمہ اللہ نے چونکہ حضرت فاروق اعظم کے سفر شام کا یہ قصہ صحیح بخاری میں یہاں پہلی بار ذکر فرمایا، اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے معمول کے مطابق اس سے مختلف احکام و آداب مستنبط کرتے ہوئے لکھا:

> ”وفي قصة عمر من الفوائد: مشروعية المناظره، والاستشارة في النوازل، وفي الأحكام، وأن الاختلاف لايوجب حكما، وأن الاتفاق هوالذي يوجبه، وأن الرجوع عندالاختلاف إلى النص، وأن النص يسمى علما، وأن الأمور كلها تجري بقدر الله وعلمه، وأن العالم قديكون عنده

---

(٦٤)فتح الباري: ١٠/٢٣٢، ٢٣٣

مالايكون عندغيره ممن هو أعلم منه، وفيه وجوب العمل بخبر الواحد، وهو من أقوى الأدلة على ذلك، لأن ذلك كان باتفاق أهل الحل والعقد من الصحابة، فقبلوه من عبدالرحمن بن عوف، ولم يطلبوا معه مقويا، وفيه الترجيح بالأكثرعددا، والأكثر تجربة، لرجوع عمر لقول مشيخة قريش مع ماانضم إليهم ممن وافق رأيهم من المهاجرين والأنصار...... وفيه تفقدالإمام أحوال رعيته لما فيه من إزالة ظلم المظلوم، وكشف كربة المكروب وتنزيل الناس منازلهم"(٦٥)

یعنی اس حدیث اور واقعے سے مندرجہ ذیل آداب وفوائد مستنبط ہوتے ہیں:

❶ مناظرہ کرنا اور مباحثہ کرنا مشروع ہے، جیسا کہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابوعبیدہ کے درمیان ہوا۔

❷ آنے والے واقعات وحوادث میں ساتھیوں سے مشورہ کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم نے کیا۔

❸ اختلاف سے کوئی حکم وجوباً ثابت نہیں ہوتا، اتفاق سے ثابت ہوتا ہے۔

❹ رائے میں اختلاف کے وقت نص کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

❺ نص کو علم کہا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ میرے پاس اس سلسلے میں "علم" ہے اور پھر حدیث سنائی، حدیث کو انھوں نے علم سے تعبیر کیا۔

❻ تمام امور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور علم کے مطابق جاری ہوتے ہیں۔

❼ چھوٹے عالم کے پاس ایسی بات ہوسکتی ہے جو بڑے عالم کے پاس نہ ہو، جیسے حضرت فاروق اعظم علم میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے بڑھ کر تھے لیکن یہ حدیث انہیں معلوم نہیں تھی۔

❽ خبر واحد پر عمل کے وجوب پر بھی اس روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حدیث سنائی اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اس پر عمل کرکے واپس ہوگئے۔

---

(٦٥)فتح الباري: ٢٣٣/١٠

⑨ جو لوگ مشورے میں تعداد کے اعتبار سے زیادہ اور تجربے کے اعتبار سے بڑھ کر ہوں ان کی رائے کو ترجیح دینی چاہیے، یہاں شیوخ قریش کا تجربہ زیادہ تھا اور واپسی کی رائے دینے والوں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔

⑩ امام اور حاکم کو چاہیے کہ رعایا کے احوال کی خبر گیری کرے۔

۵۳۹۹ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ الْمَسِيحُ ، وَلَا الطَّاعُونُ).
[ر : ١٧٨١]

مدینہ منورہ میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا، اسی طرح طاعون کی وبا بھی مدینہ منورہ میں نہیں پھیلے گی۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے شرح مسلم "المفہم" میں لکھا ہے کہ "لایدخل المدینة الطاعون" کے معنی یہ ہیں کہ طاعون اس میں اس طرح عام وبا کی شکل میں داخل نہیں ہوگا جس طرح دوسرے علاقوں میں یہ وبا کی شکل میں پھیلتا ہے۔ (٦٦)

ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ مدینہ منورہ میں طاعون داخل ہو سکتا ہے لیکن عام وبا کی شکل میں نہیں۔

لیکن ابن قتیبہ نے اور امام نووی رحمہ اللہ نے "الأذکار" میں لکھا ہے کہ طاعون مدینہ منورہ میں سرے سے داخل نہیں ہوگا، چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون کی وبا کبھی نہیں پھیلی، طاعون کے علاوہ دوسری وبائیں تو پھیلی ہیں اور ان سے بکثرت اموات بھی واقع ہوئی ہیں لیکن طاعون کی وبا کبھی نہیں پھیلی۔ (٦٧)

مدینہ منورہ کی طرح مکہ مکرمہ کے بارے میں بھی ایک روایت میں ہے کہ اس میں بھی دجال اور طاعون دونوں داخل نہیں ہو سکیں گے، یہ روایت عمر بن شبہ نے "تاریخ مکہ" میں نقل کی ہے اور اس کی

---

(٦٦) فتح الباري: ٢٣٤/١٠، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ٤٥٤/١٢

(٦٧) فتح الباري: ٢٣٤/١٠

سند صحیح ہے۔ (٦٨)

لیکن بعض حضرات سے منقول ہے کہ سن سات سوانچاس ہجری میں مکہ مکرمہ میں طاعون کی وبا پھیلی تھی، (٦٩) اب یا تو وہ طاعون کی وبا نہیں تھی، کوئی اور بیماری تھی اور یا طاعون تھا لیکن وبا کی شکل میں نہیں تھا (٧٠) اور حدیث میں عدم دخول سے وبائی شکل میں عدم دخول مراد ہے جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

سند میں امام مالک کے شیخ نُعیم بن عبداللہ قرشی ہیں، ان کا لقب مُجْمِر ہے جو إجْمار سے اسم فاعل کا صیغہ ہے چونکہ یہ مسجد نبوی کو خوشبو کی دھونی دیتے تھے اس لیے ان کا لقب "مجمر" پڑگیا۔ (٧١)

٥٤٠٠ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عاصِمٌ : حدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ قَالَتْ : قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : يَحْيَى بِمَ ماتَ ؟ قُلْتُ : مِنَ الطَّاعُونِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ) . [ر : ٢٦٧٥]

٥٤٠١ : حدّثنا أَبُو عاصِمٍ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ سُمَيٍّ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْمَبْطُونُ شَهِيدٌ ، وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ) . [ر : ٦٢٤]

حضرت حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے میرے بھائی یحیٰ بن سیرین کے متعلق پوچھا کہ وہ کس وجہ سے وفات پائے تھے، میں نے کہا طاعون کے سبب سے، تو کہنے لگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

کتاب الجہاد میں یہ حدیث گذر چکی ہے۔

باب کی آخری حدیث میں ہے مبطون اور مطعون دونوں شہید ہیں، مبطون جو پیٹ کی بیماری کی وجہ سے مر جائے اور مطعون جو طاعون کی وبا میں مر جائے، یہ دونوں اخروی اعتبار سے شہید ہیں۔

---

(٦٨) فتح الباري: ٢٣٥/١٠

(٦٩) فتح الباري: ٢٣٥/١٠

(٧٠) فتح الباري: ٢٣٥/١٠

(٧١) تهذيب الكمال: ٤٨٧/٢٩، ٤٨٨

٣٠ – باب : أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ .

٥٤٠٢ : حدّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا حَبَّانُ : حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اَللّٰهِ آبْنُ بُرَيْدَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ ، عَنْ عائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اَللّٰهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ ، فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ اَللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ : (كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اَللّٰهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ، فَجَعَلَهُ اَللّٰهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ ، فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا ، يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اَللّٰهُ لَهُ ، إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ) .

تَابَعَهُ النَّضْرُ ، عَنْ دَاوُدَ . [ر : ٣٢٨٧]

طاعون کسی علاقے میں پھیل جائے اور کوئی آدمی وہیں رہے، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ نے جو تقدیر میں لکھا ہے، وہی ہو کر رہے گا تو ایسے شخص کو شہید کے برابر اجر ملے گا، مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان کسی طاعون زدہ علاقے میں رضا بالقضاء کے ساتھ رہے اور اس کا اس بات پر پختہ ایمان ہو کہ قسمت کا لکھا بدل نہیں سکتا، اگر تقدیر میں مبتلا ہونا لکھا ہے تو مبتلا ہو جاؤں گا اور اگر نہیں لکھا تو اس وبا کے پھیلے کے باوجود میں ہر حال میں بچ رہوں گا تو ایسے شخص کو شہید کے برابر اجر ملے گا، اگرچہ اس کی موت طاعون کی وجہ سے واقع نہ ہو، تاہم اس یقین وایمان کے ساتھ اس علاقے میں رہنے کا اجر شہید کے برابر ہے۔

طبرانی کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ آخرت میں طاعون سے مرنے والوں اور شہداء کے زخم ایک جیسے ہوں گے، حدیث کے الفاظ ہیں "يأتي الشهداء والمتوفون بالطاعون، فيقول أصحاب الطاعون: نحن شهداء ، فيقال: انظروا فإن جراحهم كجراح الشهداء تسيل دما كريح المسك: فهم شهداء، فيجدونهم كذلك"(٧٢)

تابعه النضر عن داود: یعنی حبان بن ہلال کی متابعت نضر بن شمیل نے کی ہے، امام بخاری نے

---

(٧٢)مجمع الزوائد، كتاب الجنائز، باب في الطاعون، وما تحصل به الشهادة: ٣١٤/٢، وفيه إسماعيل بن عبّاس وفيه كلام وحديثه عن أهل الشام مقبول وهذا منه

یہ حدیث پہلے موصولاً ذکر کردی ہے۔ (۷۳)

٣١ -- باب : الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ .

٥٤٠٣ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي ماتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا .

فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ : كَيْفَ يَنْفِثُ ؟ قالَ : كانَ يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ . [ر : ٤١٧٥]

رُقیٰ (را کے ضمہ اور قاف مفتوحہ مقصورہ کے ساتھ) رُقْیَۃ کی جمع ہے، رقیۃ دم اور جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم اور معوذات سے دم اور جھاڑ پھونک کرنا بالاتفاق جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب سے اسی جواز کو بیان کرنا ہے، معوذات سے قرآن کریم کی وہ تمام آیات مراد ہیں جن میں شیطان اور اس کے شر اور آفتوں سے پناہ طلب کی گئی ہے اور یا اس سے قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس دونوں سورتیں مراد ہیں، یہ اگرچہ دو سورتیں ہیں اور "معوذات" جمع کا صیغہ ہے لیکن جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سورتیں تو دو ہیں لیکن ان میں آیات دو سے زیادہ ہیں، لہٰذا جمع کا صیغہ ان کے لیے استعمال ہوسکتا ہے۔ (۷۴)

دم اور جھاڑ پھونک جائز ہے البتہ اس کے جواز کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ دم کے الفاظ میں شرکیہ یا موہم شرک یا مجہول المعنی کوئی لفظ نہ ہو، دوم یہ کہ دم کو مؤثر بالذات اور سبب حقیقی نہ سمجھا جائے۔ (۷۵)

---

(۷۳) فتح الباري: ١٠/٢٣٩، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٦

(٧٤) عمدة القاري: ٢١/٢٦٢، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٧

(٧٥) فتح الباري: ١٠/٢٤٠

بعض روایات میں دم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، (۷٦) اس سے وہی دم مراد ہے جو الفاظ شرکیہ پر مشتمل ہو یا اس دم کو لوگ مؤثر حقیقی سمجھنے کا عقیدہ رکھتے ہوں۔

روایت باب میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مرض میں وفات پائی، اس میں آپ اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے، جب آپ کی بیماری میں شدت آگئی تو میں معوذات کو پڑھ کر آپ پر دم کرتی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر برکت کے لیے پھیر دیتی، راوی کہتا ہے کہ میں نے زھری سے پوچھا کہ کس طرح دم کرتے تھے، انھوں نے بتایا کہ اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے تھے، پھر ان دونوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔

۳۲ – باب: الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

وَيُذْكَرُ عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [ر: ٥٤٠٥]

٥٤٠٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولٰئِكَ، فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا، وَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلاً، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفُلُ، فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوا: لَا نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ: (وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، خُذُوهَا وَٱضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ). [ر: ٢١٥٦]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں سورۃ فاتحہ کے دم کا وہ مشہور واقعہ بیان کیا ہے جو حضرات صحابہ کے ساتھ عہد نبوی میں پیش آیا تھا کہ چند صحابہ عرب کے کسی قبیلہ کے پاس گئے جن میں مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قبیلہ کے لوگوں نے ان کی مہمان نوازی نہیں کی، اتنے میں قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا تو انھوں نے صحابہ سے پوچھا کہ تمھارے پاس کوئی دوا یا کوئی

---

(۷٦) فتح الباري: ۱۰/۲٤۰، ۲٤۱

جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے جب تک تم ہمارے لیے کوئی معاوضہ متعین نہیں کروگے اس وقت تک ہم کچھ نہیں کریں گے، اس پر انھوں نے چند بکریوں کا دینا منظور کیا، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کی اور لعاب دہن سے اس پر تھتکارا، تو وہ آدمی اچھا ہوگیا، لوگ بکریاں لے کر آئے تو دوسرے صحابہ نے کہا کہ ہم انہیں اس وقت تک نہیں لیں گے جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھ نہ لیں، حضور کو جب یہ واقعہ بتایا تو آپ مسکرا دیئے اور فرمایا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ دم اور منتر ہے تم ان بکریوں کو لے لو اور میرا حصہ بھی ان میں رکھ لینا۔

فلم يقروهم: انھوں نے صحابہؓ کی ضیافت نہیں کی۔ حتى تجعلوا لنا جُعْلا: جُعْل (جیم کے ضمہ اور عین کے سکون کے ساتھ) اجر اور معاوضہ کو کہتے ہیں۔ قطيعاً من الشاء: بکریوں کا ریوڑ۔ قطیع جماعت اور ریوڑ کو کہتے ہیں شاء: شاۃ کی جمع ہے بکری کو کہتے ہیں۔

بُزَاق: لعاب، يتفل: باب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے: تھتکارنا۔

ويذكر عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم

یعنی رقية بالفاتحة حضرت ابن عباسؓ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے چنانچہ اگلے باب میں یہی واقعہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

امام بخاری رحمہ اللہ نے "يُذكر" مجہول کا صیغہ استعمال کیا، جو صیغہ تمریض ہے، حالانکہ ابن عباسؓ کی یہ روایت ضعیف نہیں بلکہ امام بخاری نے اگلے باب میں اپنی سند سے نقل کی ہے تو پھر "يُذكر" مجہول کا صیغہ کیوں استعمال کیا؟

① اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ سورۃ فاتحہ سے جھاڑ پھونک کا یہ واقعہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش نہیں آیا، یہ دم آپ نے نہیں کیا، بلکہ ایک صحابی نے کیا اور آپ نے اس کی

تقریر وتصویب فرمائی تو رقیة بالفاتحة کی نسبت حضور ﷺ کی طرف معنوی لحاظ سے تو کی جاسکتی ہے کہ آپ نے تصویب و تقریر فرمائی لیکن تصریحی اور حقیقی اعتبار سے اس کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاسکتی، امام بخاری رحمہ اللہ نے "یذکر" مجہول کا صیغہ لاکر اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا۔ (۷۷)

❷ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ہو سکتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے کوئی روایت اس سلسلے میں منقول ہو لیکن وہ روایت چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہیں، اس لیے امام نے "یذکر" سے اس روایت کی طرف اشارہ کردیا، گویا اگلے باب میں حضرت ابن عباسؓ کی آنے والی روایت مراد نہیں کوئی اور روایت ہے۔ (۷۸)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تلاش اور تتبع کے باوجود مجھے اس طرح کی کوئی روایت اب تک حضرت ابن عباسؓ کی نہیں مل سکی۔ (۷۹)

٣٣ – باب: الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ.

٥٤٠٥: حدَّثني سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْبَصْرِيُّ، هُوَ صَدُوقٌ، يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَّاءُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِمَاءٍ، فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ، إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوا ذٰلِكَ وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا، حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: (إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ).

---

(٧٧)فتح الباري: ١٠/٤٤٣، عمدة القاري: ٢١/٢٦٣

(٧٨)فتح الباري: ١٠/٤٤٣

(٧٩)فتح الباري: ١٠/٤٤٣

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جھاڑ پھونک میں جانوروں کے ریوڑ کی شرط لگائے تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے۔

باب کے تحت امام نے جو حدیث نقل کی ہے، اس میں وہی واقعہ ذکر کیا گیا ہے جو اس سے پہلے باب میں آیا ہے، دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ ہے۔

إن أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب الله

آپ نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس پر اجرت لی جائے۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا مسئلہ

اس حدیث سے استدلال کر کے مالکیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعلیم اور اس سے دم کرنے پر اجرت لینا جائز ہے۔(۸۰)

حضرات حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک کتاب اللہ کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں، (۸۱) یہ حضرات

---

(۸۰) عمدة القاري: ۱۲/۹۵، المغني لابن قدامة، كتاب الإجارة، باب مايعطى في الرقية... ۱۲/۹۵، كتاب الصداق، فصول: مايجوز أن يكون مهراً وماتستحقه الزوجة إن لم يتم تسمية المهر: ۷/۱٦٤ـ۱٦٥ (رقم الترجمة : ۵۵۵۷)، الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الإجارات، نوع في تعليم القرآن والحرف: ۵/۳۹

(۸۱) عمدة القاري: ۱۲/۹۵، المغني لابن قدامة، كتاب الصداق، فصول: مايجوز أن يكون مهراً وماتستحقه الزوجة إن لم يتم تسمية المهر: ۷/۱٦٤ـ۱٦٥ (رقم الترجمة : ۵۵۵۷) الفتاوى الهندية، كتاب الإجارة، مطلب الاستيجار على الطاعات: ٤/٦۱، الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الإجارات، نوع في تعليم القرآن والحرف: ۵/۳۹، تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإجارة ومطالبه، الفتوى على جواز الإجارة على تعليم القرآن: ۲/۱۳۷، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الإجارة: ٦/۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱٤، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الإجارة، مطلب في الاستيجار على الطاعات ومطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه ممالاضرورة إليه: ٦/۵۵، فتاوى قاضيخان، كتاب الإجارات: ۳/۲۰، فتاوىٰ حقانيه، كتاب الإجارة، امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم: ٦/۲٤۸، إمداد الفتاوى، تعلیم و تعلم اور کتب مدارس کے احکام: ٤/۷۹، ۸۵، كفايت المفتى، كتاب المعاش، پہلا باب نوکری، اجرت، کرایہ، تعلیم، قرآن، اذان اور ملازمت پر اجرت کا حکم: ۷/۳۲٦، أحسن الفتاوى، كتاب الإجارة، امور دینیہ پر اجرت کا حکم: ۷/۲۷۸

مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

① حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت امام ابوداود اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی تو ان میں سے ایک نے مجھے کمان ہدیہ میں دی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کمان کے متعلق پوچھا (کہ میرے لیے اس کا لینا صحیح ہے یا نہیں) تو آپ نے فرمایا "إن كنت تحب أن تطوق طوقا من نار فاقبلها" (۸۲) اور ایک روایت میں ہے "جمرة بين كتفيك تقلدتها" یعنی اگر آپ اس کمان کو لیتے تو اپنے دو کاندھوں کے درمیان آگ کے انگارے کو باندھ لیتے۔ (۸۳)

اس حدیث پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی مغیرۃ بن زیاد پر امام احمد، بخاری اور ابوحاتم نے کلام کیا ہے، (۸۴) اگرچہ ابن معین اور عجلی نے ان کی توثیق کی ہے (۸۵) لیکن علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث چونکہ عبادۃ بن صامت سے دو طریق سے مروی ہے، اس لیے محدثین کے نزدیک یہ حدیث مشہور ہے۔ (۸۶)

② ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن کریم کی تعلیم دی، اس نے مجھے بطور ہدیہ کمان دی، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "إن أخذتَها، أخذتَ قوسا من نار" چنانچہ میں نے اسے واپس کردیا۔ (۸۷)

اس حدیث پر بھی کلام کیا گیا ہے اور علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کی سند میں اضطراب ہے، (۸۸)

---

(٨٢) سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب كسب المعلم: ٣/٢٦٤ (رقم الحديث: ٣٤١٦) وسنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الأجر على تعليم القرآن: ٢/٧٢٩ (رقم الحديث: ٢١٥٧)

(٨٣) سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب كسب العلم: ٣/٢٦٥ (رقم الحديث: ٣٤١٧)

(٨٤) تهذيب الكمال: ٢٨/٣٦٠، ٣٦١

(٨٥) تهذيب الكمال: ٢٨/٣٦١

(٨٦) إعلاء السنن، كتاب الإجارة، باب الأجرة على تعليم القرآن: ١٦/١٧١

(٨٧) سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الأجر على القرآن: ٢/٧٣٠ (رقم الحديث: ٢١٥٨)

(٨٨) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب البيوع، باب الأجر على تعليم القرآن وغير ذلك: ٤/٩٥

لیکن صاحب الجوہر النقی نے فرمایا کہ یہ روایت حضرت ابی بن کعب سے متعدد طرق سے منقول ہے، علامہ ذہبی نے اسے ایک مرسل طریق سے بھی نقل کیا ہے اور اس طریق کو انھوں نے جید الاسناد قرار دیا۔ (۸۹)

③ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک روایت عبدالرحمٰن بن شبل سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اقرؤوا القرآن، ولا تأکلوا به"۔

④ علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے "نصب الرایہ" میں حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے، آپ نے فرمایا "من أخذ قوسا علی تعلیم القرآن، قلده الله من نار" (۹۰)

ان احادیث میں سے اگرچہ بعض پر کلام ہے لیکن ان سب کو ملا کر دیکھا جائے تو ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

حنفیہ اور حنابلہ کی طرف سے حدیث باب کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں:

① ان احادیث حرمت و نہی کی وجہ سے حدیثِ باب منسوخ ہے، لیکن نسخ کے لیے تاریخ کی معرفت ضروری ہے اور یہاں کوئی ایسی دلیل نہیں جو احادیث نہی کے مؤخر ہونے کو بتلائے اس لیے یہ جواب کمزور ہے۔ (۹۱)

② حدیث باب میں جو واقعہ ہے، اس میں معاہدہ کے تحت اس قبیلہ کے ذمے مہمان نوازی واجب تھی، اس کے باوجود انھوں نے مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے حضور ﷺ نے انھیں وہ بکریاں لینے کی اجازت دی۔ (۹۲)

③ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ منتر اور دم قربت محضہ نہیں ہے بلکہ وہ علاج کے قبیل سے ہے، لہٰذا اس پر اجرت لینا جائز ہے، لیکن قرآن کریم کی تعلیم خالص قربت ہے، اس لیے اس پر اجرت لینا جائز

---

(٨٩) السنن الکبری مع الجوهر النقي، کتاب الإجارة، باب من کره أخذ الأجرة علی التعلیم: ١٢٦/٦

(٩٠) مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ: ٤٢٨/٣

(٩١) نصب الرایة لأحادیث الهدایة، کتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة: ١٣٨/٤ (رقم الحدیث: ٦٨٢٤)

(٩٢) عمدة القاري، کتاب الإجارة، باب مایُعطی في الرقیة: ٩٦/١٢

نہیں، یعنی قرآن کریم سے پڑھ کر اگر کسی کو دم کیا جائے تو اس پر اجرت لے سکتے ہیں لیکن تعلیم قرآن پر نہیں لے سکتے۔ (۹۳)

لیکن متأخرین حنفیہ نے تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، خیر القرون میں چونکہ معلمین قرآن کے لیے سرکاری وظائف مقرر تھے، اس لیے متقدمین نے اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا تھا، لیکن اب چونکہ سرکاری عطیات اور وظائف کا وہ سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اس لیے ضرورت کی وجہ سے متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (۹۴)

سند میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ سیدان بن مضارب ہیں، سیدان سین کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ ہے، ان کی کنیت ابو محمد اور نسبت باہلی ہے سنہ ۲۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی، (۹۵) بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۹۶)

دوسرے راوی ابو معشر یوسف بن یزید ہیں، بَرّاء ان کا لقب ہے کیونکہ یہ تیر تراشا کرتے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں "صدوق" قرار دیا، امام مسلم نے بھی ان کی حدیث نقل کی ہے البتہ یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ (۹۷)

تیسرے راوی عبید اللہ بن اخنس ہیں، یہ بھی اکثر ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ ہیں، البتہ ابن حبان نے ان کے متعلق فرمایا، یخطیء کثیراً۔ (۹۸)

اکٹھے ان تینوں کی یہی ایک حدیث صحیح بخاری میں ہے، البتہ عبید اللہ بن اخنس کی ایک حدیث کتاب الحج اور ابو معشر کی ایک حدیث کتاب الأشربة میں بھی امام بخاری نے نقل کی ہے۔ (۹۹)

---

(٩٣) عمدة القاري، كتاب الإجارة، باب مايُعطى في الرقية: ٩٦/١٢

(٩٤) عمدة القاري، كتاب الإجارة، باب مايعطى في الرقية: ٩٦/١٢

(٩٥) عمدة القاري، كتاب الإجارة، باب مايُعطى في الرقية. ٩٦/١٢

(٩٦) تهذيب الكمال: ٣١٩/١٢ (رقم الترجمة: ٢٦٧٣) تهذيب التهذيب: ٢٩٤/٤

(٩٧) تهذيب الكمال: ٣١٩/١٢

(٩٨) تهذيب الكمال: ٤٧٧/٣٢، الجرح والتعديل: ٩/ (رقم الترجمة: ٩٨٦)، ابن حبان: ٦٣٧/٧

(٩٩) عمدة القاري: ٢٦٤/٢١

تعویذ کا حکم

دم اور جھاڑ پھونک کرنا تو ذکر کردہ شرائط کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے، البتہ تعویذ کے سلسلے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ جائز نہیں، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إن الرقی والتمائم والتولة شرك"(۱) تمائم تمیمة کی جمع ہے تعویذ کو کہتے ہیں، جسے اس حدیث میں شرک کہا ہے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک تعویذ لکھنا اور باندھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ شرکیہ یا موہم شرک اور مہمل غیر معلوم المعنی الفاظ پر مشتمل نہ ہو۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رقی اور تمائم کو جو شرک کہا ہے اس سے وہی دم اور تعویذ مراد ہیں جو الفاظ شرکیہ پر مشتمل ہوں اور یا اس کو کوئی مؤثر حقیقی سمجھتا ہو۔ (۳)

صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تعویذ کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے عمرو بن شعیب کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جو شخص خواب میں ڈرتا ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ وہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے "بسم اللہ أعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه، وسوء عقابه، ومن شر عباده، ومن شر الشیاطین وأن یحضرون"...... روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے لیکن جو بچے سیکھنے کے قابل نہ ہوتے تو یہ کلمات لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے۔ (۴)

---

(۱) سنن أبي داود، کتاب الطب، باب في تعلیق التمائم: ۹/٤ (رقم الحدیث: ۳۸۸۳)، سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب تعلیق التمائم: ۱۱٦٦/۲ (رقم الحدیث: ۳۵۳۰)

(۲) فتح الباري: ۱۰/۲٤۰، ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳٦۳/٦، نیز دیکھیے کفایت المفتي: ۷۷/۹، باب دوم، عملیات و تعویذات، فتاوی حقانیه، کتاب الکراهیة والإباحة، باب التداوي: ٤۰۰/۲

(۳) فتح الباري: ۲٤۱/۱۰، ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳٦۳/٦، نیز دیکھیے فتاوی حقانیه: ٤۰۰/۲

(٤) سنن أبي داود، کتاب الطب، باب کیف الرقی: ۱۲/٤ (رقم الحدیث: ۳۸۹۳)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے منقول ہے کہ وہ دردزہ میں مبتلا عورت کے لیے ان کلمات کو مفید سمجھتے تھے "بسم الله لاإله إلاالله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمدلله رب العالمين، كأنهم يوم يرونهم لم يلبثوا إلاعشية أوضحاها كانهم يوم يرون مايوعدون لم يلبثوا إلاساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون"

آگے روایت میں ہے کہ ان کلمات کو پکی سیاہ روشنائی سے لکھ کر عورت کو پلایا جائے یا وہ دم کردہ پانی ماتحت السرۃ چھڑکا جائے اور یا تعویذ بنا کر عورت کی ران پر باندھ لیا جائے۔ (۵)

راوی علی بن الحسن فرماتے ہیں کہ ہمیں اس سے بڑھ کر نافع چیز نہیں ملی، (٦) تابعین میں سے مجاہد، محمد بن سیرین، عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر، ضحاک اور حضرت سعید بن المسیب رحمھم اللہ سے تعویذات کا جواز منقول ہے۔ (٧)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں تعویذات کے جواز کی تصریح فرمائی ہے۔ (٨)

عملیات کا حکم

دم، منتر اور تعویذات ذکر کردہ شرائط کے ساتھ جائز ہیں، یہی حکم عام عملیات کا ہے، مختلف کلمات، مختلف وظائف کو لوگ بعض مخصوص تعداد اور مخصوص پابندیوں کے ساتھ پڑھتے ہیں، شرعاً ایسے عملیات کا حکم یہی ہے کہ اگر ان میں کوئی شرکیہ اور مبہم لفظ نہ ہو تو جائز ہے۔

---

(٥) فتاوى ابن تيمية، فصل ويجوز أن يكتب للمصاب وغيره من المرض شيئامن كتاب الله وذكره بالمراد المباح ويغسل ويسقى: ٦٤/١٩

(٦) فتاوى ابن تيمية، فصل ويجوز أن يكتب للمصاب وغيره من المرض شيئامن كتاب الله وذكره بالمراد المباح ويغسل ويسقى: ٦٤/١٩

(٧) مصنف ابن أبي شيبة: ٣٩/٨

(٨) فتاوى ابن تيمية: ٦٤/١٩، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة: ٣٦٣/٦، إمدادالفتاوي تعويذات واعمال: ٨٩/٤

یہ اصل میں لوگوں کے اپنے اپنے تجربات ہوتے ہیں، کسی نے خاص غرض کے لیے کوئی کلمہ ایک لاکھ مرتبہ رات کے وقت پڑھ لیا اور اس کا کام ہو گیا، اس نے پھر تجربہ کیا اور کامیاب رہا، اس طرح وہ شخص اس کو باقاعدہ ایک وظیفے اور ایک عمل کی شکل دیدیتا ہے، اسے کوئی شرعی حکم نہیں سمجھنا چاہیے، یہ ٹھیک اسی طرح ہے کہ جس طرح مختلف جڑی بوٹیوں کی تاثیر لوگوں نے تجربات کر کے معلوم کی ہے اور مختلف امراض میں ان کا انفراداً یا ترکیباً استعمال مفید رہتا ہے، یہی صورت جائز غیر ماثور عملیات کی ہے کہ وہ لوگوں کے اپنے تجربات کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ (۹)

لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ عملیات سے کوئی قطعی حکم ثابت نہیں ہوتا، مثلاً بعض لوگ چور معلوم کرنے کے لیے عمل کرتے ہیں تو صرف اس عمل کی وجہ سے کسی شخص کو واقعتاً چور سمجھ لینا اور اس پر چوری کے احکام لاگو کرنا جائز نہیں۔ (۱۰)

٣٤ - باب: رُقْيَةِ الْعَيْنِ.

٥٤٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ شَدَّادٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَمَرَنِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ، أَوْ: أَمَرَ، أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ.

(٥٤٠٦) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة: ١٧٢٥/٤ (رقم الحديث: ٢١٩٥) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب رقية العين: ٣٦٥/٤ (رقم الحديث: ٧٥٣٦) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب من استرقى من العين: ١١٦٠/٢ (رقم الحديث: ٣٥١١)

(۹) فتح الباري: ٢٤٠/١٠۔

(۱۰) فتح الباري: ٢٤٠/١٠، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة: ٣٦٣/٦، نیز دیکھیے إمدادالفتاوى، تعویذات واعمال: ٨٨/٤ وقال القرطبي: الرقى ثلاثة أقسام: أحدها ماكان يرقى به في الجاهلية ممالايعقل معناه، فيجب اجتنابه لئلايكون فيه شرك أويؤدي إلى الشرك، الثاني: ماكان بكلام الله أوبأسمائه فيجوز، فإن كان مأثورا فيستحب، الثالث: ماكان بأسماء غيرالله من ملك أوصالح أو معظم من المخلوقات كالعرش، فهذا ليس من الواجب اجتنابه ولا من المشروع الذي يتضمن الالتجاء إلى الله والتبرك بأسمائه فيكون تركه أولى (فتح الباري: ٢٤١/١٠)

٥٤٠٧ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ الدِّمَشْقِيُّ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ ، فَقَالَ : (اسْتَرْقُوا لَهَا ، فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ).

وَقَالَ عُقَيْلٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ .

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں نظر لگ جانے پر دم کرانے کا جواز بیان کر رہے ہیں۔

پہلی روایت حضرت عائشہؓ سے ہے، فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ نظر بد لگ جانے کی صورت میں دم پڑھا جائے۔

أمرني أو أمر أن يسترقى من العين

راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہؓ نے "أمرني" کہا یا "أمر" کہا، یسترقی: رقیہ طلب کرنا یعنی نظر بد لگ جانے کی صورت میں آپ نے حکم دیا کہ دم اور جھاڑ پھونک جاننے والے سے دم کرایا جائے۔

دوسری روایت حضرت ام سلمہؓ کی ہے، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر ایک لڑکی دیکھی جس کا رنگ (کمزوری کی وجہ سے) زرد تھا، آپ نے فرمایا اس کو دم کراؤ، کیوں کہ اسے نظر بد لگی ہے۔

سَفْعة: زردی اور سیاہی کو کہتے ہیں، آدمی جب کمزور ہوتا ہے تو کبھی اس کا رنگ زرد اور کبھی سیاہ ہو جاتا ہے، اصل رنگ باقی نہیں رہتا، اصل رنگ میں واقع ہونے والی اس زرد یا سیاہ تبدیلی کو سفعة کہا جاتا ہے (۱۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا (۱۲)

(٥٤٠٧) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة: ٤/١٧٢٥ (رقم الحديث: ٢١٩٧)

(١١) فتح الباري: ١٠/٢٤٨

(١٢) فتح الباري: ١٠/٢٤٨

نظر بد کے متعلق چند باتیں

یہاں آپ چند باتیں یاد رکھیں:

❶ نظر بد کا لگ جانا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، اگلے باب میں روایت آرہی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین حق، یعنی یہ زمانہ جاہلیت کے دوسرے باطل اوہام ورسوم و نظریات کی طرح کوئی باطل چیز نہیں، بلکہ حق اور ثابت ہے۔

❷ جس شخص کو نظر لگتی ہے، اسے معیون اور نظر لگانے والے کو عاین کہتے ہیں، دیکھنے والے کو کوئی شخص، کوئی چیز پسند آجاتی ہے، وہ پسندیدگی کی نگاہ سے اس کو دیکھتا ہے لیکن پسندیدگی کی یہ نگاہ بسااوقات معیون کے لیے مضر ہوتی ہے اور اس کے لیے فساد ومرض کا ذریعہ بن جاتی ہے، اس میں بسااوقات دیکھنے والے کا کوئی اختیار اور ارادہ شامل نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ والدین کی نظر بھی بچوں کو لگ جاتی ہے۔ (۱۳)

اس نظر کی وجہ سے یہ فساد کیوں پیدا ہوتا ہے؟ بعض حضرات نے اس کی ٹوہ میں جانے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ دیکھنے والے کی نگاہ سے زہریلی شعائیں نکلتی ہیں، وہ جاکر معیون کے جسم میں داخل ہوتی ہیں اور فساد وتخریب کا ذریعہ بنتی ہیں، یہ زہریلی شعائیں بعض لوگوں میں زیادہ اور بعض میں کم ہوتی ہیں۔ (۱۴)

لیکن دل لگتی بات یہ ہے کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے پیدا کردہ ایک سبب ہے جس طرح تخریب وفساد اور بگاڑ وخرابی کے دوسرے بہت سارے اسباب ہیں، یہ بھی ان اسباب کی طرح ایک سبب ہے۔ (۱۵)

❸ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث باب میں فرمایا کہ نظر بد لگ جانے پر دم کرایا جائے، وہ دم کیا ہے، اس کا ذکر روایت میں نہیں۔

---

(١٣) فتح الباري: ١٠/٢٤٥، عمدة القاري: ٢١/٢٦٠

(١٤) فتح الباري: ١٠/٢٤٥، عمدة القاري: ٢١/٢٦١

(١٥) فتح الباري: ١٠/٢٤٥، عمدة القاري: ٢١/٢٦١

سورۃ قلم کی آیت ﴿فاجتبٰه ربه فجعله من الصالحين وإن يكاد الذين كفروا ليزلقونك بأبصارهم لما سمعوا الذكر ويقولون انه لمجنون﴾ نظر بد کے لیے بطور دم کے مفید اور مشہور ہے۔(۱۶)

اسی طرح نظر لگانے والا اگر "ماشاء اللّٰه"، "لاحول ولاقوة إلا باللّٰه" کہہ دے تو اس کی وجہ سے بھی نظر بد کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔(۱۷)

دم کے علاوہ نظر بد دور کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں لوگوں کے اور بھی تجرباتی طریقے ہیں۔

نظر بد دور کرنے کا طریقہ

حدیث میں بھی اس کا ایک طریقہ آیا ہے کہ عاین اپنے جسم کے بعض حصوں کو دھولے اور اس پانی کو معیون پر ڈال دیا جائے تو نظر بد کا اثر جاتا رہتا ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے، انھوں نے فرمایا "كان يؤمر العاين فيتوضأ، ثم يغتسل منه المعين"۔(۱۸)

حضرت سہل بن حنیفؓ کو حضرت عامر بن ربیعہؓ کی نظر لگ گئی تھی اور وہ بیمار ہوگئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو انہیں غسل کرنے کا حکم دیا، چنانچہ انھوں نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں کے اطراف اور ازار کے اندر کا حصہ ایک ٹب میں دھویا اور وہ پانی حضرت سہل پر ڈالا گیا تو وہ ٹھیک ہوگئے۔(۱۹)

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اس کی تفصیل نقل کی ہے کہ عاین کے پاس ایک ٹب لایا

---

(۱٦) معارف القرآن: ۵۳۹/۸، أنوار البيان: ۴۰۵/۹

(۱۷) فتح الباري: ۲۰۲/۱۰

(۱۸) سنن أبي داود، كتاب الطب، باب ماجاء في العين: ۹/۴ (رقم الحديث: ۳۸۸۰)

(۱۹) موطا الإمام مالك، كتاب العين، باب الوضوء من العين: ۹۳۸/۲

جائے، ٹب زمین پر نہ رکھا جائے، وہ پانی سے کلی کرے اور کلی کا پانی ٹب میں گرائے، پھر چہرہ دھوئے، پھر بائیں ہاتھ سے پانی پکڑے اور دائیں ہتھیلی دھوئے اور پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ کی صرف کہنی دھوئے، درمیان کا حصہ نہ دھوئے، پھر پاؤں اور ازار کے اندر کا حصہ دھوئے، اس سے کمر کی دائیں جانب ماتحت الازار والا حصہ مراد ہے، پھر اس غسالے کو معیون پر ڈال دیا جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ (۲۰)

فائدہ

باب کی دوسری حدیث میں امام بخاری سے حضرت عروہ بن زبیر تک چھ راوی ہیں اور سب کا نام "محمد" ہے، اس طرح یہ روایت "مسلسل بالمحمدین" ہے ❶ محمد بن اسماعیل امام بخاری ❷ محمد بن خالد ❸ محمد بن وهب ❹ محمد بن حرب ❺ محمد بن الولید ❻ محمد بن شہاب زہری۔ (۲۱)

محمد بن وهب بن عطیہ کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے۔ (۲۲)

وقال عقیل عن الزهري: أخبرني عروة عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم

یہ تعلیق ہے، امام حاکم نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲۳)

تابَعه عبداللّٰه بن سالم عن الزبیدی

یعنی محمد بن حرب کی متابعت عبداللہ بن سالم نے بھی کی ہے، اس متابعت کو امام ذہلی نے "زہریات" میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲۴)

---

(٢٠) شرح مسلم للنووي، باب الطب والمرض والرقی: ٢/٢٢٠، عمدة القاري: ٢١/٢٦٦

(٢١) عمدة القاري: ٢١/٢٦٥

(٢٢) عمدة القاري: ٢١/٢٦٥؛ فتح الباري: ١٠/٢٤٧

(٢٣) فتح الباري: ١٠/٢٤٩

(٢٤) فتح الباري: ١٠/٢٤٨، عمدة القاري: ٢١/٢٦٦

٣٥ – باب : الْعَيْنُ حَقٌّ .

٥٤٠٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْعَيْنُ حَقٌّ) . وَنَهٰى عَنِ الْوَشْمِ . [٥٦٠٠]

بعض لوگوں نے نظر کے لگ جانے سے انکار کیا، (٢٥) امام بخاری اس باب سے ان کی تردید کر رہے ہیں کہ نظر کا لگ جانا حق اور حقیقت ہے۔

حدیث باب میں ہے "(العین حق) ونهى عن الوشم" وشم جسم کے گودنے کو کہتے ہیں، حدیث کے دونوں جملوں میں بظاہر مناسبت نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں کچھ لوگوں نے عین کے متعلق اور کچھ نے وشم کے متعلق پوچھا تو آپ نے عین کو حق قرار دیا اور وشم سے منع فرمایا۔ (٢٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دونوں جملوں کے درمیان چند اور مناسبتیں بیان کی ہیں لیکن علامہ عینی نے انہیں رد کر دیا، مثلاً جس طرح وشم کے ذریعہ عضو کے اندر اصلی رنگ کے علاوہ ایک مصنوعی رنگ پیدا کر دیا جاتا ہے نظر بد بھی عضو کے اندر اسی طرح غیر اصلی رنگ پیدا کر دیتی ہے، یہ دونوں غیر اصلی رنگ پیدا کرنے میں شریک ہیں، لہٰذا اس اشتراک کی وجہ سے دونوں کے درمیان مناسبت ہے۔

دوسری مناسبت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے کہ وشم کو بسا اوقات اس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ نظر بد سے بچا جائے، وشم سے عضو اپنے اصلی رنگ و خوبصورتی پر برقرار نہیں رہتا، نظر بد سے محفوظ رہنے کے لیے بعض اوقات وشم کے ذریعہ اس کی فطری خوبصورتی کو متاثر کر دیا جاتا ہے، حدیث شریف میں وشم کی ممانعت اور نظر بد کا اثبات کیا گیا، یہ اس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ نظر حق ہے اور جب نظر کا لگنا مقدر ہو تو پھر وشم سے اس کا سد باب نہیں کیا جا سکتا۔

(٥٤٠٨) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب اللباس، باب الواشمة (رقم الحديث: ٥٦٠٠) وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى: ١٧١٩/٤ رقم الحديث: ٢١٨٧ وأخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب ماجاء في العين: ٩/٤ (رقم الحديث: ٣٨٧٩)

(٢٥) فتح الباري: ٢٤٩/١٠، عمدة القاري: ٢٦٦/٢١

(٢٦) عمدة القاري : ٢٦٧/٢١

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ جملے ہیں جو دو الگ الگ سوالات کے جواب کے طور پر کہے گئے ہیں، ان کے درمیان اس قسم کی مناسبتیں تلاش کرنا تکلف محض ہے۔ (٢٧)

٣٦ – باب : رُقْيَةِ الحيَّةِ وَالْعَقْرَبِ .

٥٤٠٩ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ . سَأَلْتُ عائِشَةَ عَنِ الرُّقْيَةِ مِنَ الحُمَةِ ، فَقَالَتْ : رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرُّقْيَةِ مِنْ كُلِّ ذِي حُمَةٍ .

یعنی سانپ اور بچھو کے ڈسنے کے وقت دم اور رقیہ کے جواز کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں حیۃ اور عقرب کا صراحتاً ذکر نہیں، البتہ حُمۃ کا ذکر ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ حمۃ بچھو یا کسی بھی زہریلے جانور سانپ وغیرہ کے ڈسنے کو کہتے ہیں۔

٣٧ – باب : رُقْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ .

٥٤١٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ : دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ عَلَى أَنَسِ بْنِ مالِكٍ ، فَقَالَ ثَابِتٌ : يَا أَبَا حَمْزَةَ . اشْتَكَيْتُ ، فَقَالَ أَنَسٌ : أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ؟ قالَ : بَلَى ، قالَ : (اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ ، مُذْهِبَ الْبَاسِ ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي ، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا) .

---

(٢٧) عمدة القاري: ٢٦٧/٢١

(٥٤٠٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة: ٤/ ١٧٢٤ (رقم الحديث: ٢١٩٣) وأخرجه النسائي في الطب، باب رفية العقرب: ٣٦٦/٤ (رقم الحديث: ٧٥٣٩)

(٥٤١٠) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب كيف الرقى: ١١/٤ (رقم الحديث: ٣٨٩٠) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم والليلة، باب رقية رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٢٥٣/٦ (رقم الحديث: ١٠٨٦١) وأخرجه الترمذي في الجنائز، باب ماجاء في التعوذ للمريض: ٣٠٣/٣ (رقم الحديث: ٩٧٣)

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول وماثور افسوں اور دم کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

پہلی حدیث میں ہے "اللهم رب الناس، مذهب البأس، اشف، أنت الشافي،(۲۸) لاشافي إلاأنت شفاءً لايغادر سقما" "اے اللہ! لوگوں کے رب، بیماری کو ختم کرنے والے! تو شفا دیدے، کہ تو ہی شفا دینے والا ہے، صرف تو ہی شافی ہے، ایسی شفا جو کسی قسم کی بیماری کو نہ چھوڑے"۔ شفاءً اشف کے لیے مفعول مطلق ہے اور "رب الناس" منادی ہے۔

۵٤۱۲/۵٤۱۱ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيٰ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ ، يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى وَيَقُولُ : (اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَاسَ ، اَشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا) . قالَ سُفْيَانُ : حَدَّثْتُ بِهِ مَنْصُوراً فَحَدَّثَنِي ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ نَحْوَهُ .

دوسری روایت میں سلیمان بن مہران اعمش کے شیخ مسلم ہیں، یہ مسلم بن صبیح ہمدانی ہیں، ان کی کنیت "ابوالضحی" ہے اور ان کی کنیت نام کے مقابلے میں زیادہ مشہور ہے۔(۲۹)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مسلم بن عمران بھی ہو سکتے ہیں۔(۳۰)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی اور کہا یہ صرف ایک عقلی احتمال ہے کیونکہ

(۵٤۱۱) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض: ۱۷۲۲/٤ (رقم الحديث: ۲۱۹۱) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب رقية المرض: ۳٦٦/٤ (رقم الحديث: ۷۵۳۸) وأخرجه النسائي أيضاً في كتاب عمل اليوم والليلة، باب رقية رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۲۵۳/٦ (رقم الحديث: ۱۰۸٦۱)

(۲۸) فيه جواز تسمية الله تعالىٰ بماليس في القرآن، إذاكان له أصل ، فيه قال تعالىٰ: ﴿وإذامرضت فهويشفين﴾ وأن لايوهم نقصا (إرشاد الساري: ٤٦۳/۱۲)

(۲۹) فتح الباري: ۲۵٤/۱۰، عمدة القاري: ۲٦۹/۲۱

(۳۰) فتح الباري: ۲۵٤/۱۰، شرح البخاري للكرماني: ۲۵/۲۱

قائل کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہے، کافر نہیں یعنی جس طرح وہ دوسرے پر جھوٹا فتوی لگا رہا ہے، اسی طرح وہ خود جھوٹا ہے۔ (٢٧)

عکرمہ بن عمار کی تعلیق کو ابو نعیم اور حارث بن ابی سلمہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (٢٨)

٧٤ – باب : مَنْ لَمْ يَرَ إِكْفَارَ مَنْ قالَ ذٰلِكَ مُتَأَوِّلاً أَوْ جاهِلاً .

وَقالَ عُمَرُ لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ : إِنَّهُ نَافَقَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَما يُدْرِيكَ ، لَعَلَّ ٱللهَ قَدِ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقالَ : قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) . [ر : ٤٦٠٨]

٥٧٥٥ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادَةَ : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ : أَخْبَرَنَا سَلِيمٌ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ : حَدَّثَنَا جابِرُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ كانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الصَّلَاةَ ، فَقَرَأَ بِهِمُ الْبَقَرَةَ ، قالَ : فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلَّى صَلَاةً خَفِيفَةً ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاذًا فَقَالَ : إِنَّهُ مُنَافِقٌ ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّا قَوْمٌ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا ، وَنَسْقِي بِنَوَاضِحِنَا ، وَإِنَّ مُعَاذًا صَلَّى بِنَا الْبَارِحَةَ ، فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ ، فَتَجَوَّزْتُ ، فَزَعَمَ أَنِّي مُنَافِقٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا مُعَاذُ ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ – ثَلَاثًا – اقْرَأْ : «وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا» . وَ «سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» . وَنَحْوَهَا) . [ر : ٦٦٨]

٥٧٥٦ : حدَّثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ : بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى ، فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، وَمَنْ قالَ لِصَاحِبِهِ : تَعَالَ أُقَامِرْكَ ، فَلْيَتَصَدَّقْ) . [ر : ٤٥٧٩]

٥٧٥٧ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ ، فَنَادَاهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَلَا ، إِنَّ ٱللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ ، فَمَنْ كانَ حالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ ، وَإِلَّا فَلْيَصْمُتْ) . [ر : ٢٥٣٣]

---

(٢٧) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٢٨٩

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٦٣١

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی دلیل بیان کی ہے جو جہالت یا تاویل کی بناء پر کسی کی تکفیر کرنے والے کو کافر نہیں کہتے، چنانچہ مہلب فرماتے ہیں:

> "معنى هذا الباب أن المتأول معذور غيرمأثوم، ألاترى أن عمر بن الخطاب قال لحاطب، لما كاتب المشركين بخبر النبي: إنه منافق، فعذرالنبي عليه السلام عمر لما نسبه إلى النفاق ـــ وهو أسوأ الكفر ـــ ولم يكفر عمر بذلك من أجل ماجناه حاطب، وكذلك عذر عليه السلام معاذا حين قال للذي خفف الصلاة وقطعها خلفه: إنه منافق، لأنه كان متأولا، فلم يكفر معاذا بذلك"(۲۹)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عذر و تاویل کی وجہ سے کوئی کسی کو کافر کہہ رہا ہے تو وہ گنہگار نہیں، جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت حاطب کو منافق کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور قرار دیا کیونکہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے خط لکھنے کے جرم کی وجہ سے انہیں منافق کہا تھا، اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ نے نماز سے جانے والے شخص کو منافق کہا، حضورؐ نے انہیں بھی معذور قرار دیا، کیونکہ وہ اپنی بات کی تاویل اور دلیل رکھتے تھے۔

❶ شارحین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ پہلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلایا ہے کہ بغیر تاویل کے تکفیر کرنا باعث کفر ہے اور اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلارہے ہیں کہ تاویل اور عدم واقفیت کی بنیاد پر تکفیر کرنے والا معذور ہے(۳۰)

❷ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے ایک اور بات تحریر فرمائی ہے، وہ "الأبواب والتراجم" میں لکھتے ہیں:

---

(۲۹) شرح ابن بطال: ۲۹۱/۹

(۳۰)عمدة القاري: ۱۵۸/۲۲، إرشادالساري: ۱۱٦/۱۳، الأبواب والتراجم: ۱۱٦/۲

”وما يخطر بالبال ـــ والله أعلم بحقيقة الحال ـــ أنهما مسألتان مختلفتان، فالباب الأول كما قال الشراح في حق من قال للآخر: ياكافر، بغير تاويل في هذا القول، وأما الباب الثاني فمؤداه عندي مسألة أخرى، وهي تكفير من قال كلمة الكفر، أوفعل فعلا يوجب الكفر جاهلا أومتأولا، فمتعلق التأويل ههنا فعل المقول فيه، لافعل القائل، بخلاف الترجمة السابقة، فإنها على عكس ذلك، وعلى هذا لايلزم التكرار ، فتأمل، فإنه لطيف مناسب لدقائق تراجم البخاري، ومطابقة حديث الباب أعني قصة حاطب أما على قول الشراح، ففي قول عمر: إنه منافق، فإنما قال عمر ماقاله متأولا، وأما على مااخترته في معنى الترجمة، فالمطابقة في فعل حاطب، فإنه فعل مافعله متأولا، والله أعلم“(۳۱)

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے کہنے کا حاصل یہ ہے کہ سابقہ ترجمۃ الباب کا تو وہی مقصد ہے جو شارحین نے بیان کیا ہے کہ بغیر تاویل کے کسی کی تکفیر کرنا جائز نہیں اور موجب کفر ہے، البتہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض تاویل کی وجہ سے تکفیر کرنے والے کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ اس شخص کے لیے گنجائش بیان کرنا مقصود ہے جس نے کسی تاویل یا جہالت کی وجہ سے کوئی کافرانہ قول یا عمل اختیار کرلیا تو پہلا باب قائل سے متعلق ہے یعنی جو دوسروں کو کافر کہے اور یہ باب مقول فیہ سے متعلق ہے یعنی جس شخص کو کافر کہا گیا، اس کے بارے میں ہے کہ اگر اس نے کفر والا کوئی کام تاویل کی وجہ سے کیا ہے تو وہ معذور ہے جیسا کہ حضرت حاطبؓ نے خط لکھنے کی تاویل بیان کی کہ مجھے معلوم تھا کہ مسلمانوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، البتہ مجھے یہ فائدہ ہوگا کہ میرے اہل وعیال محفوظ رہ جائیں گے۔

---

(۳۱) الأبواب والتراجم: ۲/۱۱٦

من حلف منكم فقال في حلفه...

اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء "جاهلاً" سے ہے کہ کسی نے جہالت کی وجہ سے لات وعزیٰ کی قسم کھائی تو وہ کلمہ توحید پڑھ لے، چونکہ اس وقت لوگ زمانہ جاہلیت کے قریب تھے اور جاہلیت کے زمانے والے الفاظ اور تعبیرات وکلمات ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت اور غلطی کی وجہ سے اس طرح کے حلف اٹھانے والوں کو معذور قرار دیا۔ (۳۲)

٧٥ – باب : مَا يَجُوزُ مِنَ الْغَضَبِ وَالشِّدَّةِ لِأَمْرِ اللّٰهِ .

وَقَالَ اللّٰهُ : «جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ» /التوبة : ٧٣/ .

٥٧٥٨ : حدّثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيهِ صُوَرٌ ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ ، وَقالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ) . [ر : ٢٣٤٧]

٥٧٥٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خالِدٍ : حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا ، قالَ : فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ، قالَ : فَقَالَ : (يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ ، فَأَيُّكُمْ ما صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ) . [ر : ٩٠]

٥٧٦٠ : حدّثنا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي ، رَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً ، فَحَكَّهَا بِيَدِهِ ، فَتَغَيَّظَ ، ثُمَّ قالَ : (إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كانَ فِي الصَّلَاةِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ حِيَالَ وَجْهِهِ ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ حِيَالَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ) . [ر : ٣٩٨]

---

(٣٢) عمدة القاري : ٢٢/١٥٩ ، شرح ابن بطال : ٩/٢٩٢

٥٧٦١ : حَدَّثَنا محمَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنَا رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خالِدٍ الْجُهَنِيِّ : أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ ، فَقَالَ : (عَرِّفْهَا سَنَةً ، ثُمَّ اعْرِفْ وِكاءَهَا وَعِفَاصَهَا ، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا ، فَإِنْ جاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ) . قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ ؟ قالَ : (خُذْهَا ، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ) . قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ ؟ قالَ : فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ، ثُمَّ قالَ : (ما لَكَ وَلَهَا ، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا) . [ر : ٩١]

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کی اذیت پر صبر کرنا اور اپنی ذات کے لیے ان سے انتقام نہ لینا اور ان سے شفقت اور نرمی کا برتاؤ کرنا اگرچہ آپ کے اخلاق کریمہ میں شامل تھا، تاہم دین اور شریعت اور اللہ کے احکام کے معاملے میں آپ رعایت نہیں فرماتے تھے۔ (۳۳) بلکہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں اللہ کے دشمنوں کفار کے ساتھ سخت برتاؤ کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے ﴿یاایها النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم﴾ (۳۴) اسی طرح باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایات نقل کی ہیں، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور غصہ کا ذکر ہے۔

باب کی پہلی روایت کتاب اللباس باب ماوطئ من التصاویر میں گذر چکی ہے کہ گھر میں تصویریں دیکھ کر آپ ناراض ہوئے اور چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہو گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ لمبی نماز پڑھانے والے پر آپ ناراض ہوئے، یہ روایت بھی کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے۔ (۳۵)

تیسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے قبلہ کی طرف سجدہ

---

(٣٣) فتح الباري: ١٠/٦٣٤، عمدة القاري: ٢٢/١٦٠

(٣٤) سورة التحريم: ٩

(٣٥) أخرجه البخاري في كتاب الصلوة، باب تخفيف الإمام في القيام، وإتمام الركوع والسجود (رقم الحديث: ٧٠٢)

کرنے کی جگہ میں کھنکھار کو (بلغم یاناک کی رینٹ) دیکھا تواپنے ہاتھ سے اس کو صاف کیااور غضبناک ہوکر فرمایاکہ تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تواللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے، اس لیے نماز میں اپنے چہرے کے سامنے ناک وغیرہ کی رطوبت نہ پھینکے۔

نُخامة (میم کے ضمہ کے ساتھ) ناک وغیرہ سے نکلنے والی رطوبت کو کہتے ہیں، حِيْال وجهه: حِيال (حاء کے کسرہ کے ساتھ) سامنے کے معنی میں ہے۔(۳٦) أي مقابل وجهه، ایک روایت میں "قِبَل وجهه" ہے(۳۷)

باب کی چوتھی روایت میں بھی آپ کے غضبناک ہونے کا ذکر ہے، اس میں ہے فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احمرّت وجنتاه...... وَجْنَة رخسار کو کہتے ہیں، وِکاء: ڈوری کو کہتے ہیں۔ عِفاص (عین کے کسرہ کے ساتھ) تھیلے کو کہتے ہیں۔ لایتنخَّمَن: باب تفعل سے تنخّم کے معنی نخامہ یعنی ناک کی ریزش نکالنے کے آتے ہیں۔(۳۸) یہ حدیث كتاب اللقطه، باب ضالة الإبل میں گذرچکی ہے۔

٥٧٦٢ : وَقالَ المَكِّيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَعِيدٍ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَعِيدٍ قالَ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : ٱحْتَجَرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ حُجَيْرَةً مُخَصَّفَةً ، أَوْ حَصِيرًا ، فَخَرَجَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُصَلِّي فِيهَا ، فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجالٌ وَجاؤُوا يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ ، ثُمَّ جاؤُوا لَيْلَةً فَحَضَرُوا ، وَأَبْطَأَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَنْهُمْ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا البَابَ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مُغْضَبًا ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ ، فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ المَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ المَكْتُوبَةَ) . [ر : ٦٩٨]

---

(٣٦) فتح الباري: ١٠/٦٣٤، إرشادالساري: ١٣/١٢٠، عمدة القاري: ٢٢/١٦١

(٣٧) أخرجه البخاري في كتاب الصلوة، باب حك البزاق باليد في المسجد (رقم الحديث: ٤٠٦) وأخرجه مسلم في كتاب المساجد و مواضع الصلوة، باب النهي عن البصاق في المسجد......١/٣٨٨ (رقم الحديث: ٥٤٠)

(٣٨) مجمع بحار الأنوار: ٤/٦٧٦

باب کی آخری روایت مکی بن ابراہیم سے ہے، مکی ان کا نام ہے، یہ مکہ کی طرف نسبت نہیں ہے، علامہ مزی اور ائمہ رجال نے اس کی تصریح کی ہے۔ (۳۹)

محمد بن زیاد

محمد بن زیاد کا یہاں پہلی بار ذکر آیا، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے، (۴۰) ابن حبان نے "کتاب الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (۴۱) ابن عساکر نے فرمایا "روی عنه البخاري كالمقرون" (۴۲) ابن منده نے ان کو ضعیف کہا ہے (۴۳) حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں فرمایا "صدوق يخطئ" (۴۴) سن دو سو پچاس ہجری کی حدود میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ (۴۵)

احتجر رسول الله صلى الله عليه وسلم حُجَيْرَةً مُخَصَّفَة أوحصيراً

احتجر کے معنی ہیں زمین پر نشان اور علامت وغیرہ رکھنا تاکہ کوئی اور اس پر نہ بیٹھے۔ حُجَيرۃ تصغیر کے ساتھ بھی ہے اور حَجِيرة (حاء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ) بھی ہے، الگ اور منفرد جگہ کو کہتے ہیں۔ مُخَصَّفَة: باب تفعیل سے صیغہ اسم مفعول ہے، خصفه سے بنا ہوا، امام نووی فرماتے ہیں خصفه اور حصیر دونوں کے ایک ہی معنی ہیں والمعنى احتجر حجرة أي حوط موضعا من

---

(۳۹) علامہ مزیؒ فرماتے ہیں: "ذكره الخليفة بن خياط في الطبقة الخامسة من أهل خراسان" اور آگے فرماتے ہیں: "وقال الحافظ أبوبكر الخطيب: إن مكي بن إبراهيم رواه هكذا بالرّي وهو جائي من خراسان يريد الحج...... تهذيب الكمال: ٢٨/٤٧٩، ٤٨٠ (رقم الترجمه: ٦١٧٠) وتاريخ الخطيب: ١٣/١١٧

(٤٠) فتح الباري: ١٠/٦٣٤، إرشادالساري: ١٣/١٢٢

(٤١) كتاب الثقات لابن حبان: ٩/١١٤

(٤٢) تهذيب الكمال: ٢٥/٢١٦ (رقم الترجمه: ٥٢٢١)

(٤٣) تقريب التهذيب: ٤٧٨ (رقم الترجمه: ٥٨٨٧)

(٤٤) تهذيب الكمال: ٢٥/٢١٧ (رقم الترجمه: ٥٢٢١)

(٤٥) تهذيب الكمال: ٢٥/٢١٧ (رقم الترجمه: ٥٢٢١)

المسجد بحصير يستره ليصلي فيه ولا يمر عليه أحد ويتوفر عليه فراغ القلب(۴۶)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک الگ جگہ کھجور کی شاخوں یا چٹائی سے بنادی تھی تاکہ اس میں سکون کے ساتھ نماز پڑھ سکیں۔

وحصبوا الباب

دروازے پر کنکریاں مارنے لگے۔ حصبوا: أي رموه بالحصباء، حصَباء کنکری کو کہتے ہیں۔(۴۷)

روایت کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے جو جگہ الگ بنائی تھی، اس میں ایک رات نماز پڑھی، لوگوں نے بھی اس میں نماز پڑھنی شروع کی، اگلے دن لوگ آئے، آپ نہیں آئے تو لوگوں نے شور مچانا شروع کیا اور دروازے پر کنکریاں پھینکنے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں گھر سے نکلے اور فرمایا کہ میں اس لیے نہیں نکلا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر کیوں ناراض ہوئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والظاهر أن غضبه لكونهم اجتمعوا بغير أمره فلم يكتفوا بالإشارة منه لكونه لم يخرج عليهم بل بالغوا فحصبوا بابه أوغضب لكونه تأخر إشفاقاً عليهم لئلا تفرض عليهم، وهم يظنون غير ذلك"(۴۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تو اس لیے ناراض ہوئے کہ وہاں موجود لوگوں نے نکلنے کے لیے صرف اشارہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گھر کے دروازے پر کنکر پھینکنے لگے تو آپ کو یہ طریقہ ناگوار گذرا اور غصہ ہوئے۔

اور یا اس لیے ناراض ہوئے کہ حضورؐ کی تاخیر کی وجہ شفقت تھی کہ کہیں یہ نماز لوگوں پر فرض

---

(٤٦) شرح مسلم للنووي، كتاب صلوة المسافرين، باب استحباب صلوة النافلة في بيته...... : ١/٢٦٦

(٤٧) عمدة القاري: ٢٢/١٦٢

(٤٨) فتح الباري: ١٠/٦٣٥

نہ کر دی جائے، اس لیے آپ نہیں نکلے جب کہ لوگ کچھ اور سمجھ رہے تھے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے آپ کے ناراض ہونے کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ لوگوں نے آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی بنائی ہوئی اس مخصوص جگہ میں نماز پڑھ لی تھی، اس لیے آپ ناراض ہوئے۔(۴۹)

لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو بعید قرار دیا(۵۰) علامہ عینی رحمہ اللہ نے حافظ پر تنقید کی اور فرمایا کہ یہ کوئی بعید بات نہیں(۵۱) یہ روایت کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے۔(۵۲)

٧٦ - باب : الحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ .

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ» /الشورى: ٣٧/ . «الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ» /آل عمران: ١٣٤/ .

٥٧٦٣ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ)

٥٧٦٤ : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ بْنُ صُرَدٍ قالَ : اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ ، وَأَحَدُهُمَا

---

(٤٩) شرح البخاري للكرماني: ٢٣٢/٢١

(٥٠) فتح الباري: ٦٣٥/١٠

(٥١) عمدة القاري: ١٦٥/٢٢

(٥٢) صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب شرب الناس والدواب من الأنهار (رقم الحديث: ٢٣٧٢)

(٥٧٦٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل من يملك نفسه عندالغضب: ٢٠١٤/٤ (رقم الحديث: ٢٦٠٩) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم والليلة، ١٠٥/٦ (رقم الحديث: ١٠٢٢٦)

يَسُبُّ صَاحِبَهُ ، مُغْضَبًا قَدِ ٱحْمَرَّ وَجْهُهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً ، لَوْ قالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ ما يَجِدُ ، لَوْ قالَ : أَعُوذُ بِٱللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) . فَقَالُوا لِلرَّجُلِ : أَلَا تَسْمَعُ ما يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ ؟ قالَ : إِنِّي لَسْتُ بِمَجْنُونٍ . [ر : ٣١٠٨]

٥٧٦٥ : حدّثني يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ ، هُوَ ٱبْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً قالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَوْصِنِي ، قالَ : (لَا تَغْضَبْ) . فَرَدَّدَ مِرَارًا ، قالَ : (لَا تَغْضَبْ) .

اس سے پہلے باب کا حاصل یہ تھا کہ دینی اور شرعی امور اور اللہ کے احکام کے سلسلے میں غصہ اور غضب کی گنجائش ہے، اس باب کا مقصد یہ ہے اللہ کے حکم کے علاوہ عام معاشرتی رویوں میں غصہ اور غضب سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔ (۵۳)

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو آیتیں ذکر فرمائی ہیں، دونوں آیتوں میں مؤمنین کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں، غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے کے بجائے معاف کر دیتے ہیں اور اس طرح وہ غصہ کے نتائج بد سے محفوظ رہتے ہیں۔ ایک سورۃ شوری کی آیت کریمہ ہے جس میں ہے ﴿واذا ماغضبوا هم يغفرون﴾ غصہ کے وقت معاف کر دینا غصہ سے بچنا ہی ہے۔

دوسری آیت سورۃ آل عمران کی ہے جس میں ہے ﴿والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس﴾

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ پہلوان وہ شخص نہیں جو بہت زیادہ پچھاڑنے والا ہو بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پا سکے۔

(٥٧٦٥) الحديث أخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في كثرة الغضب: ٣٧١/٤ (رقم الحديث: ٢٠٢٠)

(٥٣) عمدة القاري: ١٦٣/٢٢

صُرَعة صاد کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ پہلوان کو کہتے ہیں، یہ فُعَلة کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے حُفَظة اور ضُحَکة ہے یعنی وہ شخص جو بہت زیادہ پچھاڑنے والا ہو۔ (۵۴)

باب کی آخری روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجیے، آپ نے فرمایا "غصہ نہ کریں" تین مرتبہ آپ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا، مسند احمد اور صحیح ابن حبان کی روایت میں ان کا نام جاریہ بن قدامہ آیا ہے۔ (۵۵)

لاتغضب کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ غصہ اور غضب کے اسباب اختیار نہ کریں کیونکہ غصہ تو ایک طبعی چیز ہے، اس سے نہی درست نہیں البتہ اسبابِ غضب اختیاری ہوتے ہیں، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ (۵۶)

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ غصہ کے تقاضے پر عمل نہ کریں یعنی غصہ کے عالم میں جو کچھ کہنے اور کرنے کو جی چاہتا ہے اس سے اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (۵۷)

تین مرتبہ آپ نے تاکید کے لیے فرمایا، جب کسی بات کی تاکید مقصود ہوتی تھی، آپ تین

---

(٥٤) فتح الباري: ١٠/٦٣٦، شرح الكرماني: ٢١/٢٣٣، عمدة القاري: ٢٢/٦٣، وقال ابن الأثير: "الصُّرَعة بضم الصاد وفتح الراء: المبالغ في الصراع الذي لايُغلب، فنقله إلى الذي يغلب نفسه عندالغضب ويقهرها، فإنه إذا ملكها كان قد قهر أقوى أعدائه وشرَّخصومه، ولذلك قال: "أعدى عدوِلك نفْسكِ التي بين جنبيك" النهاية: ٣/٢٤، مجمع بحارالأنوار: ٣/٣١٢

(٥٥) مسند الإمام أحمد بن حنبل في مسانيد جارية ابن قدامةؓ: ٥/٣٤، الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الحظروالإباحة، باب الاستماع المكروه، وسوء الظن، والغضب، والفحش: ٨/٤٧٩ (رقم الحديث: ٥٦٦٠، ٥٦٦١)

(٥٦) فتح الباري: ١٠/٦٣٧، عمدة القاري: ٢٢/١٦٤، إرشادالساري: ١٣/١٢٦

(٥٧) فتح البازي: ١٠/٦٣٧، عمدة القاري: ٢٢/١٦٤، شرح الكرماني: ٢١/٢٣٤

مرتبہ ارشاد فرماتے۔ (۵۸)

اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ سائل میں غصہ زیادہ تھا، اس لیے آپ نے اس پر قابو پانے کے لیے تین بار اس سے کہا۔ (۵۹)

٧٧ – باب : الحَيَاءِ .

٥٧٦٦ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي السَّوَّارِ الْعَدَوِيِّ قالَ : سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ) . فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ : مَكْتُوبٌ فِي ٱلْحِكْمَةِ : إِنَّ مِنَ الحَيَاءِ وَقَارًا ، وَإِنَّ مِنَ الحَيَاءِ سَكِينَةً . فَقَالَ لَهُ عِمْرَانُ : أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صَحِيفَتِكَ .

٥٧٦٧ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَجُلٍ ، وَهُوَ يُعَاتِبُ أَخَاهُ فِي الحَيَاءِ ، يَقُولُ : إِنَّكَ لَتَسْتَحْيِي ، حَتَّى كَأَنَّهُ يَقُولُ : قَدْ أَضَرَّ بِكَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (دَعْهُ ، فَإِنَّ الحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ) . [ر : ٢٤]

٥٧٦٨ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ الجَعْدِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ مَوْلَى أَنَسٍ – قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : ٱسْمُهُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ – سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ يَقُولُ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا . [ر : ٣٣٦٩]

---

(۵۸) چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت ہے "عن أنسؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم، انه كان إذا تكلم بكلمة، أعادها ثلاثا حتى تفهم عنه......" صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا ليُفهم عنه (رقم الحديث: ٩٥)

(۵۹) فتح الباري: ٦٣٧/١٠

(٥٧٦٦) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها وفضيلة الحياء وكونه من الإيمان: ٦٤/١ (رقم الحديث: ٣٧)

حیاء انسان کے اندر ایک ایسا وصف ہے جو بہت سی برائیوں سے آدمی کے رُکنے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ اخلاق اور آداب بیان فرمارہے ہیں اس لیے یہاں تین باب حیاء کے متعلق قائم فرمائے۔ حیاء کے متعلق تفصیل کتاب الإیمان، باب الحیاء من الإیمان میں گذر چکی ہے، یہاں چند باتیں دوبارہ دیکھ لیں:

حیاء کے لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں حیاء کے معنی شکستگی اور انکسار کے آتے ہیں، ابن دقیق العید نے فرمایا کہ حیاء کے اصل معنی امتناع یعنی رکنے کے ہیں، پھر یہ انقباض کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (٦٠)

اور اصطلاح میں امام راغب نے حیاء کی تعریف کی ہے "الحیاء: انقباض النفس عن القبائح وترکھا لذاك" (٦١)...... (برائیوں سے نفس کا رک جانا اور برائیوں کو چھوڑ دینا حیاء ہے۔)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے تعریف کی ہے "خلق یبعث علی اجتناب القبیح ویمنع عن التقصیر في حق ذي الحق" (٦٢)...... (حیاء وہ فطری ملکہ ہے جو برائی سے اجتناب و کنارہ کشی پر آمادہ کرے اور صاحبِ حق کے حق میں کوتاہی سے روکے......)

اور بعض علماء سے یہ تعریف منقول ہے "الحیاء حالة تتولد من رؤیة النعماء ورؤیة التقصیر" (٦٣)...... (یعنی حیاء اس حالت و کیفیت کا نام ہے جو اللہ کی بے شمار نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں

---

(٦٠) شرح الطيبي، كتاب الإيمان، الفصل الأول: ١/١١٣ (رقم الحديث: ٥) المرقاة شرح المشكاة، كتاب الإيمان، الفصل الأول: ١/٧٠، النهايه لابن الأثير: ١/٤٧٢

(٦١) المفردات في غرائب القرآن: ١٤

(٦٢) شرح الطيبي، كتاب الإيمان، الفصل الأول: ١/١١٣ (رقم الحديث: ٥) عمدة القاري، كتاب الإيمان، باب الإيمان وقول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس: ١/١٢٩

(٦٣) أشعة اللمعات: ١/٦٤، عمده القاري، كتاب الإيمان، باب الإيمان وقول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس: ١/١٢٩

غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔)

بعض علماء نے حیاء کو شرعی، عرفی اور عقلی کے خانوں میں تقسیم کیا ہے اس لیے کہ اسباب حیاء شرع، عرف اور عقل تینوں ہو سکتے ہیں لہٰذا جہاں جو سبب پایا جائے گا، اسی کی طرف حیاء کی نسبت ہوگی۔ (٦٤)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں فرمایا کہ چیز ایک ہے البتہ سبب کی نسبت سے نام میں فرق آجاتا ہے۔ (٦٥)

بعض امور عرف میں باعث شرم بن جاتے ہیں، اصل حیاء شرعی ہے، حیاء عرفی محمود ہے، لیکن اس وقت جب وہ شرع سے متصادم نہ ہو (٦٦) مثلاً بعض قوموں میں طلاق باعث عار اور باعث شرم ہے لہٰذا اس عرفی حیاء کی وجہ سے کئی لوگ ظلم کا اس طرح ارتکاب کرتے ہیں کہ بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتے اور اس کے حقوق بھی قطعاً ادا نہیں کرتے، نتیجہ ظلم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ظلم حیاء عرفی کا نتیجہ ہے، اس طرح کی حیاء عرفی محمود نہیں جو شریعت سے متصادم ہو...... اسی طرح پوشیدہ مسائل سے حیاء عرفی کی وجہ سے جاہل رہنا بھی درست نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصاری خواتین کی تعریف کر کے کہا تھا "نعم النساء نساء الأنصار، لم يكن يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين" (٦٧) (انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں، دین کے مسائل سمجھنے میں شرماتی نہیں۔)

یہاں باب کی پہلی روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء نیکی ہی لاتی ہے، بشیر بن کعب نے کہا کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حیاء وقار اور سکون کا سبب ہے...... عمران بن حصین رضی اللہ عنہ یہ سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں تجھ

---

(٦٤) فضل الباري: ١/٣٢٢

(٦٥) فيض الباري، كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان: ١/٧٩

(٦٦) فضل الباري: ١/٣٢٢، ٣٢٣

(٦٧) أخرجه مسلم في كتاب الحيض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحيض: ١/٢٦١ (رقم الحديث: ٣٣٢)

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اپنی کتاب سے مجھے باتیں سنا رہا ہے۔

چونکہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول بیان کی اور بشیر بن کعب نے اس کی تائید میں حکمت کی کتابوں سے حیاء سے متعلق بات نقل کی، حضرت عمران کو یہ تقابل اچھا نہیں لگا، نیز اس میں حدیث رسول اور عام قول کے درمیان خلط ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے انھوں نے ناگواری ظاہر کی۔ (٦٨)

باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گذرے، وہ اپنے بھائی کو ــــ جو بہت شرمیلے تھے ــــ ڈانٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تو اس قدر حیاء کرتا ہے؟ گویا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ تجھے اس سے نقصان پہنچے گا، حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، اس لیے کہ حیاء ایمان میں سے ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس آدمی اور اس کے بھائی کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ (٦٩)

حیاء طبعی کی وجہ سے انسان چونکہ بہت ساری معصیتوں اور گناہوں سے بچ جاتا ہے، اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ایمان میں سے ہے، ایک حدیث میں حیاء کو ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ کہا ہے۔ (٧٠)

٧٨ – باب : إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .

٥٧٦٩ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ : حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى : إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ ما شِئْتَ) . [ر : ٣٢٩٦]

---

(٦٨) فتح الباري: ١٠/٦٣٩، ٦٤٠ ، إرشادالساري: ١٣/١٢٨

(٦٩) فتح الباري: ١٠/٦٤٠

(٧٠) عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الإيمان بضع وسبعون شعبة، والحياء من الإيمان، أخرجه البخاري في كتاب الإيمان، باب أمورالإيمان (رقم الحديث: ٩) وأخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان. ١/٦٣ (رقم الحديث: ٣٥)

فارسی میں اس کا ترجمہ کیا گیا جو محاورہ بن چکا ہے کہ ...... "بے حیاء باش وہر چہ خواہی کن"...... حیاء کا پانی جب نظروں میں ختم ہو جائے اور بے باکی کا مرض پیدا ہو جائے تو پھر معاصی اور گناہوں کا سلسلہ رکتا نہیں۔

٧٩ – باب : ما لَا يُسْتَحْيَا مِنَ الحَقِّ لِلتَّفَقُّهِ فِي ٱلدِّينِ .

٥٧٧٠ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : جاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ ٱللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الحَقِّ ، فَهَلْ عَلَى المَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا ٱحْتَلَمَتْ ؟ فَقَالَ : (نَعَمْ ، إِذَا رَأَتِ المَاءَ) . [ر : ١٣٠]

٥٧٧١ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ يَقُولُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَثَلُ المُؤْمِنِ كَمَثَلِ شَجَرَةٍ خَضْرَاءَ ، لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَلَا يَتَحَاتُّ) . فَقَالَ القَوْمُ : هِيَ شَجَرَةُ كَذَا ، هِيَ شَجَرَةُ كَذَا ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ : هِيَ النَّخْلَةُ ، وَأَنَا غُلَامٌ شابٌّ فَٱسْتَحْيَيْتُ ، فَقَالَ : (هِيَ النَّخْلَةُ) .

وَعَنْ شُعْبَةَ : حَدَّثَنَا خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عاصِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : مِثْلَهُ ، وَزَادَ : فَحَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ فَقَالَ : لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا لَكانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا . [ر : ٦١]

٥٧٧٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ : سَمِعْتُ ثَابِتًا : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : جاءَتِ ٱمْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا ، فَقَالَتْ : هَلْ لَكَ حاجَةٌ فِيَّ ؟ فَقَالَتِ ٱبْنَتُهُ : ما أَقَلَّ حَيَاءَهَا ، فَقَالَ : هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ ، عَرَضَتْ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ نَفْسَهَا . [ر : ٤٨٢٨]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کا مقصد واضح ہے کہ حیاء اگرچہ ایک وصف محمود ہے لیکن دین کا حکم معلوم کرنے کے لیے حیاء مانع نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ باب میں ذکر کردہ روایات سے معلوم ہو رہا ہے۔

دوسری روایت میں حضرت ابن عمر حیاء کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا

جواب نہیں دے پائے حالانکہ انہیں جواب آتا تھا، حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے نہ بتانے پر افسوس کا اظہار کیا جس سے معلوم ہوا کہ دین کے معاملات میں حیاء نہیں کرنی چاہیے، اسی مناسبت سے یہ حدیث امام بخاری نے یہاں ذکر فرمائی...... چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> قيل: لامطابقة هنا بين الحديث والترجمة ، لأن الترجمة فيما لايستحيا، وفي الحديث استحيى يعني عبدالله، قلت: تفهم المطابقة من كلام عمر بأن عبدالله كان صغيرا، فاستحيى أن يتكلم عند الأكابر، وقول عمر رضي الله عنه يدل على أن سكوته غيرحسن، لأنه لوكان حسنا، لقال له: أصبت، فبالنظر إلى كلام عمر يدخل في: "باب مالايستحيا" (۷۰☆)

باب کی تیسری روایت میں ہے فقالت ابنته : ماأقل حياءَ ها

حضرت انسؓ کی بیٹی نے کہا کہ جس عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا وہ کس قدر کم حیاوالی تھی، حضرت انسؓ نے بیٹی سے کہا کہ وہ تجھ سے بہتر تھی کیونکہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نفس کو پیش کیا تھا (اور ظاہر ہے یہ حضور کی ذات سے عقیدت اور محبت ہی کی بناء پر تھا)

حافظ ابن حجر نے ان کی اس بیٹی کا نام "أمينة" لکھا ہے (۷۱)

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> مطابقته للترجمة من حيث إن المرأة المذكورة لم تستحي فيما سألته، لأن سؤالها كان للتقرب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وتصير من أمهات المؤمنين المتضمنة لسعادات الدارين (۷۱☆)

(٧٠☆) عمدة القاري: ١٦٦/٢٢

(٧١) فتح الباري: ٦٤٢/١٠

(٧١☆) عمدة القاري: ١٦٧/٢٢

یعنی مذکورہ خاتون نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو عرض پیش کی، اس میں وہ اس لیے نہیں شرما رہی تھی کہ اس کا مقصد حضور کا تقرب حاصل کرنا، امہات المؤمنین میں اپنا نام شامل کرنا تھا اور ظاہر ہے اس سے ان کو دنیا اور آخرت دونوں کی سعادتیں نصیب ہو جاتیں!

٨٠ - باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا) .

وَكَانَ يُحِبُّ التَّخْفِيفَ وَالْيُسْرَ عَلَى النَّاسِ .

٥٧٧٣ : حدّثني إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ قالَ : لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قالَ لَهُمَا : (يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ، وَتَطَاوَعَا) . قالَ أَبُو مُوسٰى : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّا بِأَرْضٍ يُصْنَعُ فِيهَا شَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ ، يُقَالُ لَهُ الْبِتْعُ ، وَشَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ ، يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ) . [ر : ٢٨٧٣]

٥٧٧٤ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا ، وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا) . [ر : ٦٩]

٥٧٧٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قالَتْ : ما خُيِّرَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا ما لَمْ يَكُنْ إِثْمًا ، فَإِنْ كانَ إِثْمًا كانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ ، وَما ٱنْتَقَمَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ ٱللّٰهِ ، فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلّٰهِ . [ر : ٣٣٦٧]

٥٧٧٦ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قالَ : كُنَّا عَلَى شَاطِئِ نَهَرٍ بِالْأَهْوَازِ ، قَدْ نَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ ، فَجَاءَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ عَلَى فَرَسٍ ، فَصَلَّى وَخَلَّى فَرَسَهُ ، فَٱنْطَلَقَتِ الْفَرَسُ ، فَتَرَكَ صَلَاتَهُ وَتَبِعَهَا حَتَّى أَدْرَكَهَا ، فَأَخَذَهَا ثُمَّ جاءَ فَقَضٰى صَلَاتَهُ ، وَفِينَا رَجُلٌ لَهُ رَأْيٌ ، فَأَقْبَلَ يَقُولُ : ٱنْظُرُوا إِلَى هٰذَا الشَّيْخِ ، تَرَكَ صَلَاتَهُ مِنْ أَجْلِ فَرَسٍ ، فَأَقْبَلَ فَقَالَ : ما عَنَّفَنِي أَحَدٌ مُنْذُ فارَقْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَقَالَ : إِنَّ مَنْزِلِي مُتَرَاخٍ ، فَلَوْ صَلَّيْتُ وَتَرَكْتُ ، لَمْ آتِ أَهْلِي إِلَى اللَّيْلِ . وَذَكَرَ أَنَّهُ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ فَرَأٰى مِنْ تَيْسِيرِهِ . [ر : ١١٥٣]

٥٧٧٧ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَثَارَ إِلَيْهِ النَّاسُ لِيَقَعُوا بِهِ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (دَعُوهُ ، وَأَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ ، أَوْ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ) .

[ر : ٢١٧]

بے جاشدت شریعت میں پسندیدہ نہیں

دین کے معاملے اور دینی امور میں سختی اور خواہ مخواہ کی بے جا شدت شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے، بلکہ جہاں شریعت نے گنجائش اور رخصت رکھی ہے، اس سے استفادہ کرنا چاہیے...... اپنی ذات کے لیے تو بات دوسری ہے، اگر کوئی صاحب عزیمت ہے اور اپنے مضبوط ایمان کی وجہ سے وہ اپنے لیے اونچا معیار قائم کرتا ہے تو یہ الگ بات ہے لیکن عام لوگوں کے لیے عزیمت کا وہی معیار قائم نہیں رکھا جاسکتا، اس لیے کہ عام لوگ اس پر عمل نہیں کرسکیں گے۔

باب میں ذکر کردہ تمام روایات پہلے گذر چکی ہیں اور ان میں آسانیوں اور رخصت کا ذکر ہے۔

نَضَبَ عنه الماءُ: اس کا پانی خشک ہوگیا تھا، نَضَب کے معنی خشک ہونے کے آتے ہیں۔

وفینا رجل له رَأْيٌ

ہم میں ایک آدمی تھا، وہ ایک فاسد رائے رکھتا تھا، ”له رأيٌ “ میں تنوین تحقیر کے لیے ہے: أي له رأي فاسد، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رأي سے خوارج کی رائے مراد ہے، چنانچہ کتاب الصلاة، باب إذاانفلتت الدابة في الصلوة کی روایت میں ہے ”فجعل رجل من الخوارج یقول“(۷۱)

لیقعوا به

وقع به: تکلیف دینا، اذیت دینا، ذَنوب (ذال کے فتحہ کے ساتھ) ڈول کو کہتے ہیں (۷۲)......

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں

---

(٧١) فتح الباري: ٦٤٤/١٠

(٧٢) مجمع بحارالأنوار: ٢٥٠/٢، النهاية لابن الأثير: ١٧٠/٢

”وفي هذه الأحاديث أن الغلوَ و مجاوزةَ القصد في العبادة وغيرها مذموم، وأن المحموَد من جميع ذلك ما أمكنت المواظبة معه، وأمن صاحبه العجب وغيره من المهلكات“(٧٣)

یعنی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عبادت کے اندر غلو اور میانہ روی سے تجاوز مذموم ہے، جس قدر عبادت پر مواظبت اور دوام کیا جا سکے اور انسان عجب وغیرہ مہلک باطنی امراض سے محفوظ رہ سکے، وہی محمود اور پسندیدہ ہے۔

٨١ - باب : الْاِنْبِسَاطِ إِلَى النَّاسِ .

وَقَالَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ : خَالِطِ النَّاسَ وَدِينَكَ لَا تَكْلِمَنَّهُ .

وَالدُّعابَةِ مَعَ الْأَهْلِ .

٥٧٧٨ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : إِنْ كانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيُخالِطُنَا ، حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ : (يَا أَبَا عُمَيْرٍ ، ما فَعَلَ النُّغَيْرُ) . [٥٨٥٠]

٥٧٧٩ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْها قالَتْ : كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَكانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي ، فَكَانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ ، فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي .

---

(٧٣) فتح الباري: ٦٤٤/١٠

(٥٧٧٨) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب الكنية للصبي وقبل أن يولد للرجل (رقم الحديث: ٥٨٥٠) وأخرجه الترمذي في كتاب البرو والصلة، باب ماجاء في المزاح: ٣٥٧/٤ (رقم الحديث: ١٩٧٩) وأخرجه مسلم في الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عندولادته وحمله إلى صالح يحنكه...... ١٦٩٣/٣ (رقم الحديث: ٢١٥٠) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب ماجاء في الرجل يتكنى وليس له ولد: ٢٩٣/٤ (رقم الحديث: ٤٩٦٩) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب المزاح: ١٢٢٤/٢ (رقم الحديث: ٣٧١٦)

(٥٧٧٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل عائشة رضي الله عنها: ١٨٩٠/٤ (رقم الحديث: ٢٤٤٠)

لوگوں کے ساتھ کھلے چہرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے کے بارے میں امام نے یہ باب قائم کیا ہے۔ ....ترجمۃ الباب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا جسے طبرانی نے "معجم کبیر" میں موصولاً نقل کیا ہے (٧٤) کہ لوگوں کے ساتھ ملتے رہو، اختلاط رکھو لیکن اپنے دین کو مجروح نہ کرو۔

لاتکْلِمنَّه: باب ضرب سے نہی بانون ثقیلہ کا صیغہ ہے، کَلَمَ یکلِم — کَلْمًا: زخمی کرنا۔

الدُعابة مع الأهل

دُعابة (دال کے ضمہ کے ساتھ) مزاح اور لطافت و ظرافت کو کہتے ہیں۔ اہل لغت نے اس کا ترجمہ کیا ہے الملاطفة في القول بالمزاح (٧٥)

گھر والوں کے ساتھ، اسی طرح ساتھیوں اور متعلقین کے ساتھ ایسا مزاح کرنا جس میں شرعی حدود کی رعایت ہو، نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا مزاح ثابت ہے۔ (٧٦) البتہ مزاح کو معمول اور مشغلہ بنالینا پسندیدہ نہیں۔ (٧٧)

باب کی پہلی روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گھل مل جاتے تھے، یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے کہا کرتے تھے اے ابو عمیر: نغیر کو کیا ہوا۔

حضرت انسؓ کے ماں شریک ایک چھوٹے بھائی تھے، جو حضرت ابو طلحہ کے بیٹے تھے، ان کا نام "عمر" تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دل لگی فرمایا کرتے تھے (٧٨)، انھوں نے نغیر نامی ایک پرندہ رکھا تھا جسے اردو میں بلبل کہتے ہیں (٧٩) وہ کہیں مر گیا یا کھو گیا تو آپ نے فرمایا، ابو عمیر! اس بلبل کو کیا ہوا؟

---

(٧٤) معجم كبير للطبراني، مرويات عبدالله بن مسعود رضى الله عنه: ٢٥٣/٩ (رقم الحديث: ٩٧٥٧، پوری روایت طبرانی میں اس طرح ہے: عن عبدالله بن باباه عن ابن مسعود قال: خالطوا الناس وصافوهم مما يشتهون ودينكم، فلاتكلمنه۔

(٧٥) النهاية لابن الأثير: ١١٨/٢، مجمع بحارالأنوار: ١٧٤/٢، فتح الباري: ٦٤٥/١٠، إرشادالساري: ١٣٥/١٣

(٧٦) فتح الباري: ٦٤٥/١٠، عمدة القاري: ١٢٩/٢٢

(٧٧)قال الإمام الغزاليؒ: من الغلط أن يتخذالمزاح حِرفةً، فتح الباري: ١٥٤/١٠

(٧٨) عمدة القاري: ١٧٠/٢٢

(٧٩) القاموس الوحيد: ١٦٧٦

حدیث سے مستنبط فوائد

اس مختصر سی حدیث سے علماء نے تقریباً سو کے قریب مسائل مستنبط کیے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا:

> "وفي الحديث جواز تكنية من لم يولدله، وتكنية الطفل، وأنه ليس كذبا، وجواز المزاح فيما ليس بإثم، وجواز السجع في الكلام الحسن بلا كلفة، وملاطفة الصبيان وتأنيسهم، وبيان ما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم من حسن الخُلُق وكرم الشمائل والتواضع"(٨٠)

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کی اولاد نہیں، اس کی بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے، بچے کی کنیت بھی رکھ سکتے ہیں، اس کو "ابو فلاں" کہہ سکتے ہیں، یہ جھوٹ میں شمار نہیں ہوگا۔

❷ مزاح کرنا جائز ہے۔

❸ کلام کے اندر بلا تکلف سجع جائز ہے۔

❹ بچوں کے ساتھ دل لگی کرنا جائز ہے۔

❺ اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔

باب کی دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، میری سہیلیاں میرے ساتھ کھیلتی تھیں، جب آپ اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں، آپ ان کو بلاکر میرے پاس لے آتے، پھر میں ان کے ساتھ کھیلنے لگتی۔

كنت ألعب بالبنات

بنات سے یہاں گڑیاں مراد ہیں، بچیاں کپڑے وغیرہ سے چھوٹی چھوٹی گڑیاں بناکر ان کے ساتھ کھیلتی رہتی ہیں۔

---

(٨٠) شرح مسلم للنووي، كتاب الآداب، باب جواز تكنية من لم يولدله......: ٢/٢١٠

بعض لوگوں نے کہا کہ "بنات" سے سہیلیاں مراد ہیں اور "باء" بمعنی "مع" ہے یعنی میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ (۸۱)

لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اگلے جملہ "وكان لي صواحب....." میں سہیلیوں کا ذکر آرہا ہے بلکہ جریر عن ہشام کی روایت میں تصریح ہے کہ بنات سے گڑیاں مراد ہیں، اس میں ہے "كنت ألعب بالبنات وهن اللعب" (۸۲)

بلکہ سنن ابی داود اور سنن نسائی کی ایک روایت میں اس کی تفصیل بھی ہے کہ حضورؐ نے ایک بار گڑیاں دیکھ کر حضرت عائشہ سے پوچھا کہ "ماهذا يا عائشة؟ قالت: بناتي، قالت: ورأى فرسا مربوطا له جناحان، فقال: ماهذا، قلت: فرس، قال: فرس له جناحان؟ قلت: ألم تسمع أنه كان لسليمان خيل لها أجنحة، فضحك" (۸۳)

(یعنی حضورؐ نے گڑیاں دیکھ کر پوچھا عائشہ! یہ کیا ہے، کہنے لگیں "یہ میری گڑیاں ہیں"...... آپ نے ان میں ایک گھوڑا دیکھا جس کے دو پر تھے، اس کے بارے میں پوچھا، یہ کیا ہے؟ کہنے لگیں "گھوڑا ہے"...... فرمایا "گھوڑے کے دو پر؟"...... کہنے لگیں "آپ نے نہیں سنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے دو پر ہوا کرتے تھے"...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر ہنسنے لگے۔)

يَتَقَمَّعنَ منه فَيُسَرِّ بُهُنَّ

تقمُّع کے معنی چھپنے کے ہیں، کہتے ہیں تقمع الثمرة جب پھل اپنے قمع یعنی خوشے کے اندر ہو۔ يسربهن: یہ تسریب سے ہے أي يبعثهن ويرسلهن یعنی آپ ان کو میری طرف بھیج دیتے تھے۔ (۸۴)

---

(٨١) فتح الباري: ١٠/٦٤٦، عمدة القاري: ٢٢/١٧٠

(٨٢) فتح الباري: ١٠/٦٤٦، إرشادالساري: ١٣/١٣٦

(٨٣) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في اللعب بالبنات: ٤/٢٨٣ (رقم الحديث: ٤٩٣٢) وأخرجه النسائي في السنن الكبرى، كتاب عشرة النساء، باب إباحة الرجل اللعب لزوجته بالبنات: ٥/٣٠٥ (رقم الحديث: ٨٩٥٠)

(٨٤) إرشادالساري: ١٣/١٣٦

اس حدیث سے استدلال کر کے جمہور علماء نے فرمایا کہ بچے اگر گڑیوں کے ساتھ کھیلیں تو جائز ہے۔(٨٥) لیکن گڑیوں میں باقاعدہ آنکھیں بنانا، ناک بنانا، منہ بنانا اور باقاعدہ مورتی کی شکل اس کو دینا، اس سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔

بعض علماء نے اس حدیث کو منسوخ کہا ہے اور لکھا ہے یہ تصویروں کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن نسخ کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اور وہ ان کے پاس نہیں۔(٨٦)

٨٢ – باب : الْمُدَارَاةِ مَعَ النَّاسِ .

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي ٱلدَّرْدَاءِ : إِنَّا لَنَكْشِرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ ، وَإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ .

٥٧٨٠ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُنْكَدِرِ : حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهُ ٱسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ : (ٱئْذَنُوا لَهُ ، فَبِئْسَ ٱبْنُ الْعَشِيرَةِ ، أَوْ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ) . فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ ، فَقُلْتُ لَهُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قُلْتَ ما قُلْتَ ، ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ فِي الْقَوْلِ؟ فَقَالَ : (أَيْ عائِشَةُ ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ ٱللهِ مَنْ تَرَكَهُ ، أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ ، ٱتِّقَاءَ فُحْشِهِ) . [ر : ٥٦٨٥]

٥٧٨١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُلَيَّةَ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ ، مُزَرَّرَةٌ بِٱلذَّهَبِ ، فَقَسَمَهَا فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةَ ، فَلَمَّا جاءَ قالَ : (خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ) . قالَ أَيُّوبُ بِثَوْبِهِ وَأَنَّهُ يُرِيهِ إِيَّاهُ ، وَكانَ فِي خُلُقِهِ شَيْءٌ .

رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ . وَقالَ حاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْمِسْوَرِ : قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقْبِيَةٌ . [ر : ٢٤٥٩]

خاطر مدارات کی فضیلت

لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کو مدارات کہتے ہیں، ابن عدی نے الکامل میں اور طبرانی

---

(٨٥) عمدة القاري: ٢٢/ ١٧٠، إرشادالساري: ١٣/ ١٣٦، فتح الباري: ١٠/ ٦٤٦

(٨٦) عمدة القاري: ٢٢/ ١٧٠، فتح الباري: ١٠/ ٦٤٦

نے معجم اوسط میں حضرت جابرؓ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں ہے "مداراة الناس صدقة"(۸۷)اس کی سند میں یوسف بن محمد ایک راوی ہے جنہیں محدثین نے ضعیف قرار دیا لیکن ابن عدی نے فرمایا،أرجولا بأس به(۸۸)

بزار نے بھی سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے "رأس العقل بعد الإيمان بالله مداراة الناس"(۸۹) یعنی ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی عقل مندی لوگوں کے ساتھ نرم رویہ اور مدارت اختیار کرنا ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں:

> "المداراة من أخلاق المؤمنين، وهي خفض الجناح للناس، ولين الكلمة، وترك الإغلاظ لهم في القول، وذلك من أقوى أسباب الألفة"(۹۰)

یعنی خاطر مدارت مؤمنین کے اخلاق میں سے ہے، مدارات لوگوں کے ساتھ عاجزی، گفتگو میں نرمی اختیار کرنے اور درشتگی چھوڑ دینے کو کہتے ہیں جو باہمی الفت و محبت پیدا کرنے کا ایک قوی سبب ہے۔

مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ مداہنت میں کسی منکر پر باوجود قدرت کے سکوت اختیار کیا جائے،اگرچہ وہ دل سے نہ ہو جب کہ مدارات نرم رویہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔(۹۱)

ويذكر عن أبي الدرداء: إنا لنكشر في وجوه أقوام وإن قلوبنا لتلعنهم

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے ملتے ہیں حالانکہ اندر سے ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں، کشر......باب ضرب سے ہے، دانت ظاہر کرنے اور

---

(۸۷)الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۱۵٦/۷ (رقم الترجمه: ۲۰٦۵/۱۲)

(۸۸) إرشادالساري: ۸/۱۳ ، فتح الباري: ٦٤۷/۱۰

(۸۹) فتح الباري: ٦٤۷/۱۰ ، إرشادالساري: ۱۳۸/۱۳

(۹۰) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۳۰۵/۹

(۹۱) فتح الباري: ٦٤۷/۱ عمدة القاري: ۱۷۱/۲۲، إرشادالساري: ۱۳٦/۱۳

مسکرانے کے معنی میں ہے۔ (۹۲)

ابن ابی الدنیا اور ابراہیم حربی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۹۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ بد کرداری کی وجہ سے ہمیں اچھے نہیں لگتے اور ہمارے دل میں ان کے لیے نفرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا لیکن ملتے ہوئے ہم خندہ پیشانی اور بشاشت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اسی کو مدارات کہتے ہیں۔

مُزَرَّرَة بالذهب...... یعنی اس میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔

قال أيوب بثوبه وأنه يريه إياه

شارحین نے اس کے معنی لکھے ہیں "والمعنى: أشار أيوب بثوبه ليرى الحاضرين كيفية مافعل النبي صلى الله عليه وسلم عند كلامه مع مخرمة، ولفظ القول يطلق، ويراد به الفعل"

یعنی راوی حدیث ایوب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے دینے کی کیفیت کو سمجھانے کے لیے اپنے کپڑے کو اسی طرح نکال کر بتایا.....قال أيوب "فعل أيوب" کے معنی میں ہے، قول فعل کے معنی میں کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

وكان في خلقه شيئ

یعنی مخرمہ کے اخلاق میں کچھ سختی اور شدت تھی، پہلی حدیث میں حضورؐ نے "بئس أخوالعشيرة" ایک آدمی کے بارے میں فرمایا تھا لیکن روایت میں اس آدمی کی تعیین نہیں، بعض نے کہا کہ وہ مخرمہ ہی تھے (۹۴) امام بخاری نے دوسری حدیث اس کے بعد ذکر کی جس میں مخرمہ کا ذکر ہے، غالبًا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ پہلی روایت میں "رجل مبهم" سے مخرمہ مراد ہے۔ (۹۵)

---

(٩٢) النهاية لابن الأثير: ١٧٦/٤، مجمع بحار الأنوار: ٤٠٤/٤

(٩٣) فتح الباري: ٦٤٧/١٠، عمدة القاري: ١٧١/٢٢

(٩٤) إرشادالساري: ١٣٨/١٣، عمدة القاري: ١٧٢/٢٢

(٩٥) فتح الباري: ٦٤٨/١٠

وقال حاتم بن وردان: حدثنا أيوب......

امام بخاری نے جو موصول روایت ذکر کی ہے اس میں صحابی کا ذکر نہیں یعنی مرسل ہے، یہ تعلیق لاکر امام نے اس کے موصول ہونے کی طرف اشارہ کردیا، اس میں "مسور بن مخرمہ" صحابی کا تذکرہ ہے، اس تعلیق کو امام نے "شہادات" میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۹۶)

٨٣ – باب : لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ.

وَقالَ مُعَاوِيَةُ : لَا حَكِيمَ إِلَّا ذو تَجْرِبَةٍ.

٥٧٨٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قالَ : (لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ).

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا، مطلب یہ ہے کہ مؤمن دو مرتبہ دھوکہ نہیں کھاتا، ایک بار جب اس کے ساتھ فریب ہو جائے تو وہ محتاط ہو جاتا ہے اور دوبارہ فریب کا ہدف نہیں بنتا۔

حدیث کا سببِ ورود

اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر مشہور شاعر ابوعزہ کو گرفتار کیا، لوگوں نے اس کی سفارش کی تو آپ نے اس پر احسان کرتے ہوئے آزاد کیا، البتہ یہ عہد اس سے لیا کہ آئندہ وہ اسلام کے خلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اشعار نہیں کہے گا...... اس نے آزاد ہونے کے بعد اس عہد کو توڑ ڈالا اور حسب سابق ہجویہ اشعار کہنے لگا، غزوۂ احد کے موقع پر وہ دوبارہ گرفتار ہوا، پھر کچھ لوگوں نے اس کی سفارش کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

---

(٩٦) صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب شهادة الأعمى...... (رقم الحديث: ٢٦٥٧)

(٥٧٨٢) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقائق، باب لايلدغ المؤمن من جحر مرتين: ٤/٢٢٩٥ (رقم الحديث: ٢٩٩٨) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الحذرمن الناس: ٤/٢٦٦ (رقم الحديث: ٤٨٦٢) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الفتن، باب العزلة: ٢/١٣١٨ (رقم الحديث: ٣٩٨٢)

موقع پر فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ (۹۷)

لا یُلْدَغ مجہول کا صیغہ ہے اور اس میں مؤمن کے ایک وصف کی خبر دی گئی ہے تاہم شارحین نے لکھا ہے کہ یہ نہی کے معنی میں ہے۔ نہی بصورت خبر ہے اور مطلب یہ ہے کہ مؤمن کو محتاط اور بیدار رہنا چاہیے اس طرح کہ وہ بار بار دھوکہ نہ کھائے۔ (۹۸)

وقال معاوية: لاحكيم إلا ذوتجربة

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تجربہ کار آدمی ہی حکیم ہوتا ہے، بعض روایتوں میں "لاحليم إلا ذوتجربة" ہے (۹۹)، حلیم بردبار اور باوقار کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ حکمت ودانائی اور حلم وبردباری انسان کے اندر تجربات سے گذرنے کے بعد ہی پیدا اور راسخ ہوتی ہے۔ جو شخص تجربہ کار نہ ہو اور زمانہ کے سرد وگرم کا چشیدہ نہ ہو، اس میں حلم وبردباری، صبر وتحمل اور حکمت ودانائی کا جوہر نمایاں نہیں ہوتا...... حدیث کے ساتھ اس اثر کی مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "ومناسبة ذكر أثره للحديث الذي هوالترجمة: هي أن الحليم الذي ليس له تجربة قديقع في أمر مرة بعدأخري، فلذاك قيد الحليم بذي التجربة" (۱۰۰)

یعنی جس شخص کو تجربہ نہیں ہوگا، وہ بار بار غلطی کرے گا اور دھوکہ کھائے گا، لیکن صاحبِ تجربہ حلیم ایسا نہیں ہوگا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں اس اثر کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۱) اور امام احمد اور ابن حبان نے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ (۱۰۲)

---

(۹۷) فتح الباري: ۱۰/ ۶۵۰، عمدة القاري: ۱۷۳/۲۲، إرشادالساري: ۱۴۰/۱۳

(۹۸) فتح الباري: ۶۴۹/۱۰ عمدة القاري: ۱۷۳/۲۲، إرشادالساري: ۱۳۹/۱۳

(۹۹) فتح الباري: ۶۴۹/۱۰ عمدة القاري: ۱۷۲/۲۲

(۱۰۰)عمدة القاري: ۱۷۲/۲۲

(۱۰۱)فتح الباري: ۶۴۹/۱۰

(۱۰۲) مسند أحمد، في مسانيد أبي سعيد: ۶۹/۳

٨٤ – باب : حَقِّ الضَّيْفِ .

٥٧٨٣ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ ، عَنْ يَحْيَى ٱبْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قالَ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ) . قُلْتُ : بَلَى ، قالَ : (فَلَا تَفْعَلْ ، قُمْ وَنَمْ ، وَصُمْ وَأَفْطِرْ ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّكَ عَسَى أَنْ يَطُولَ بِكَ عُمُرٌ ، وَإِنَّ مِنْ حَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا ، فَذَلِكَ ٱلدَّهْرُ كُلُّهُ) . قالَ : فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ ، فَقُلْتُ : فَإِنِّي أُطِيقُ غَيْرَ ذٰلِكَ ، قالَ : (فَصُمْ مِنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . قالَ : فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ ، قُلْتُ : أُطِيقُ غَيْرَ ذٰلِكَ ، قالَ : (فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ ٱللّٰهِ دَاوُدَ) . قُلْتُ : وَمَا صَوْمُ نَبِيِّ ٱللّٰهِ دَاوُدَ ؟ قالَ : (نِصْفُ ٱلدَّهْرِ) . [ر : ١٠٧٩]

مہمان نوازی کا حکم

مہمان کا حق ہے کہ اس کی مہمان نوازی اور بقدر استطاعت اس کی ضیافت کی جائے، مہمان نوازی کرنا جمہور علماء کے نزدیک مسنون اور مستحب ہے، جب کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔(۱۰۳)

بعض علماء کے نزدیک گاؤں والوں پر واجب ہے اور شہر والوں پر نہیں کیونکہ گاؤں میں کھانے وغیرہ کا عام انتظام نہیں ہوتا، جب کہ شہر میں ہوٹل وغیرہ ہوتے ہیں اور کھانا آسانی کے ساتھ میسر آجاتا ہے۔(۱۰۴)

---

(١٠٣) عمدة القاري: ١٧٣/٢٢، مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، باب القيامة: ٢٠٣/٨، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة هود: ٦٤/٩، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣١٠/٩

(١٠٤) عمدة القاري: ١٧٣/٢٢

فشدَّدْت فشُدِّدَ عليّ

یعنی میں نے سختی کی، قوت کا مظاہرہ کیا کہ میں زیادہ روزے رکھ سکتا ہوں تو حضورؐ کی طرف سے بھی سختی کر دی گئی اور آپ نے فرمایا ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کیا کرو، ورنہ شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ میں، صرف تین دن روزہ رکھنے کے لیے کہا تھا۔

حدیث باب میں ہے إن لزَوْرِك عليك حقا، زَوْر مہمان کو کہتے ہیں۔

٨٥ – باب : إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ .

وَقَوْلِهِ : «ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ» /الذاريات: ٢٤/ .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : يُقَالُ : هُوَ زَوْرٌ ، وَهٰؤُلَاءِ زَوْرٌ وَضَيْفٌ ، وَمَعْنَاهُ أَضْيَافُهُ وَزُوَّارُهُ ، لِأَنَّهَا مَصْدَرٌ ، مِثْلُ قَوْمٍ رِضًا وَعَدْلٍ .

يُقَالُ : ماءٌ غَوْرٌ ، وَبِئْرٌ غَوْرٌ ، وَمَاءَانِ غَوْرٌ ، وَمِيَاهٌ غَوْرٌ . وَيُقَالُ : الْغَوْرُ الْغَائِرُ لَا تَنَالُهُ ٱلدِّلَاءُ ، كُلُّ شَيْءٍ غُرْتَ فِيهِ فَهُوَ مَغَارَةٌ .

«تَزَاوَرُ» /الكهف: ١٧/ : تَمِيلُ ، مِنَ الزَّوْرِ ، وَالْأَزْوَرُ الْأَمْيَلُ .

٥٧٨٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ، جائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ، فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ) .

حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ : مِثْلَهُ ، وَزَادَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ) . [ر : ٥٦٧٣]

٥٧٨٥ : حدّثنا عبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جارَهُ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ

الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ) . [ر : ٣١٥٣]

٥٧٨٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّكَ تَبْعَثُنَا ، فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَنَا ، فَمَا تَرَى ؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا ، فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ) . [ر : ٢٣٢٩]

٥٧٨٧ : حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ) . [ر : ٣١٥٣]

ترجمۃ الباب کی وضاحت

ترجمۃ الباب کے دو جزء ہیں:

❶ پہلا جزء ہے إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه یعنی مہمان کا اکرام اور خود اس کی خدمت کرنا...... ایک صورت تو یہ ہے کہ مہمان کی خدمت کے لیے کسی سے کہہ دیا جائے اور وہ اس کی مہمان نوازی کرے، دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خود اس کی خدمت کرے...... اس کے بعد قرآن کریم کی آیت ﴿ضيفِ ابراهيم المكرمين﴾ ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے غالبًا اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود اپنے مہمانوں کی خدمت کیا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ﴿وجاء بعجلٍ حنيذٍ﴾(١٠٥) بعض روایات میں ہے کہ مہمان نوازی کی سنت سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی جاری کی ہے، وہ بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔(١٠٦)

❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء کے طور پر سورۃ حجرات کی آیت

---

(١٠٥) سورة هود: ٦٩

(١٠٦) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة البقرة (الآية: ١٢٤) ٩٨/٢

کریمہ ذکر فرمائی ﴿ضيف إبراهيم المكرمين﴾ "المكرمين"، "ضیف" کی صفت ہے، ضیف مفرد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہاں جمع کے لیے ہے، اس لیے اس کی صفت "المکرمین" جمع لائے ہیں۔

ضیف کی جمع قلت أضیاف اور جمع کثرت ضیوف اور ضیفان آتی ہے۔ (١٠٧)

آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ "ضیف" کی مانند تین دوسرے لفظ بھی ذکر کیے ہیں جو مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

قال أبوعبدالله: يقال: هوزَوْر وضيف، ومعناه: أضيافه وزُوّاره

یعنی زور اور ضیف دونوں مفرد بولتے ہیں لیکن مراد جمع لیتے ہیں، ابو عبداللہ سے خود امام بخاری رحمہ اللہ مراد ہیں...... دلیل یہ ذکر کی ہے کہ یہ مصدر ہے اور مصدر مفرد جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، مثلاً کہتے ہیں، قوم رِضا اور قوم عدل...... اس میں رِضا اور عدل دونوں مصدر جمع کے لیے مستعمل ہیں۔

اسی طرح کہا جاتا ہے ماء غَوْر، بئر غَوْر، ماء ان غور، مِیاہ غور...... غَوْر مصدر ہے اور مفرد، تثنیہ اور جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے...... یہ تفصیل دراصل امام فراء نے "معانی القرآن" میں لکھی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے اخذ کی ہے، انھوں نے قرآن کریم کی آیت کریمہ ﴿قل ارايتم ان اصبح ماء كم غورا﴾ (١٠٨) کے تحت لکھا ہے کہ "غورا" کی جمع استعمال نہیں کی جاتی۔ (١٠٩)

ويقال: الغور الغائر لاتناله الدِّلاء، كل شيئٍ غرت فيه فهو مَغارة

یہ ابو عبیدہ کا کلام ہے کہ غوْر غائر کے معنی میں ہے یعنی مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے، پانی کم ہو جائے یا خشک ہو جائے اور ڈول میں نہ آسکے تو اس وقت کہتے ہیں ماء غور...... دِلاء، ڈول کو کہتے ہیں،

---

(١٠٧) عمدة القاري: ١٧٤/٢٢

(١٠٨) سورة الملك: ٣٠

(١٠٩) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ٤٠٩/١٠

آگے فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس میں آپ چلے جائیں اس کو "مَغارة" کہتے ہیں، اور اسے غار بھی کہتے ہیں۔ (۱۱۰)

تزاور: تميل من الزَوْر، والأزور: الأميل

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے مطابق لفظی مناسبت سے سورۃ کہف کی آیت کی تفسیر کی طرف منتقل ہوگئے، سورۃ کہف میں ہے ﴿وترى الشمس إذا طلعت تزاورعن كهفهم ذات اليمين﴾ (۱۱۱) فرماتے ہیں اس میں تزاور "تمیل" کے معنی میں ہے یعنی سورج مائل ہو جاتا ہے، فرماتے ہیں یہ "زَوْر" سے ماخوذ ہے، زور کے معنی کجی اور میلان کے ہیں، أزور کے معنی أمیل ہے یعنی زیادہ مائل، یہ تشریح ابو عبیدہ کے کلام۔ سے امام نے نقل کی ہے۔ (۱۱۲)

فليكرم ضيفه جائزته يوم وليلة، والضيافة ثلاثة أيام فما بعد ذلك فهو صدقة

جائزتہ ترکیب میں "ضیفہ" سے بدل اشتمال بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں یہ منصوب ہوگا کیونکہ اس کا متبوع "ضیفہ" "لیکرم" کے لیے مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور یہ مبتدأ بھی بن سکتا ہے "یوم ولیلة" اس کے لیے خبر ہے، اس صورت میں یہ مرفوع ہوگا۔ (۱۱۳)

مہمان نوازی کی مدت

اس کے بعد فرمایا کہ مہمان نوازی تین دن ہے، اس کے بعد جو کچھ دیا جائے وہ صدقہ ہے!

علامہ خطابی اور دوسرے کئی محدثین نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ کل مدت ضیافت تین دن ہے، ان میں پہلے دن تو خوب اکرام کیا جائے اور ماحضر اور معمول سے ہٹ کر اہتمام کیا جائے، دوسرے اور تیسرے دن ماحضر اور معمول کے مطابق خدمت کی جائے...... ان تینوں دنوں کے بعد جو کچھ دیا جائے، وہ

---

(۱۱۰) عمدة القاري: ۱۷٤/۲۲

(۱۱۱) سورة الكهف: ۱۷

(۱۱۲) عمدة القاري: ۱۷٤/۲۲

(۱۱۳) إرشادالساري: ۱٤۳/۱۳، عمدة القاري: ۱۷٤/۲۲

"حق ضیافت" نہیں بلکہ صدقہ ہے۔ (۱۱۴) جائزہ کے معنی عطا، تحفہ، ہدیہ اور بخشش کے ہیں۔ (۱۱۵)

ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضیافت کو تین حصوں میں تقسیم کیا، پہلے دن تو اس کی خدمت میں ہدیہ اور تحفہ پیش کیا جائے، دوسرے دن معمول سے ہٹ کر کھانے میں تکلف کیا جائے اور تیسرے دن ماحضر حاضر کیا جائے، اس کے بعد میزبان کو اختیار ہے، چاہے خدمت کرے یا نہیں جس طرح صدقہ نافلہ میں اختیار ہوتا ہے۔ (۱۱۶)

علامہ خطابی اور ابن بطال دونوں کی تشریح کا حاصل یہی ہے کہ کل مدتِ ضیافت تین دن ہے۔

بعض علماء نے "یوم الجائزة" کو الگ شمار کیا ہے، ان کے نزدیک ضیافت کے تین دن اور ایک دن "جائزہ" کا ہے (۱۱۷) اس طرح کل چار دن بن جاتے ہیں۔ اس کی تائید مسلم شریف کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، اس میں ہے "الضيافة ثلاثة أيام وجائزته يوم وليلة" (۱۱۸) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "جائزہ" ضیافت کے بعد ہے، اس کا حاصل یہ نکلے گا کہ مہمان کی تین دن تک ضیافت کی جائے کہ یہ اس کا حق ہے اور اس کے بعد جس دن وہ جانے لگے تو اس کی خدمت میں کچھ ہدیہ اور تحفہ بھی پیش کیا جائے (۱۱۹)...... اور اگلی منزل تک جانے کے لیے اس کو زادِ راہ بھی دیا جائے، اس کو "جیزہ" کہتے ہیں، ایک دوسری حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے "أجيزوا الوفد بنحو ما كنت أجيزهم" (۱۲۰)

---

(١١٤) عمدة القاري: ١٧٥/٢٢، فتح الباري: ٦٥٣/١٠

(١١٥) عمدة القاري: ١٧٤/٢٢، مجمع بحارالأنوار، مادة "جوز": ٤١١/١، النهاية لابن الأثير، مادة "جوز": ٣١٤/١

(١١٦) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣٠٩/٩

(١١٧) مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ٢٠٢/٨، شرح الطيبي، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ١٧٢/٨ (رقم الحديث: ٤٢٤٤)

(١١٨) رواه مسلم في كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها: ١٣٥٣/٣ (رقم الحديث: ١٧٢٦)

(١١٩) فتح الباري: ٦٥٣/١٠، شرح الطيبي، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ١٧٢/٨ (رقم الحديث: ٤٢٤٤) مرقاة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ٢٠٢/٨

(١٢٠) سنن أبي داود، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في إخراج اليهود من جزيرة العرب: ١٦٥/٣ (رقم الحديث: ٣٠٢٩)

"جائزتہ" کی ایک اور تشریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ويحتمل أن يكون المراد بقوله: "وجائزته" بيانالحالة أخرى، وهي أن المسافر تارة يقيم عند من ينزل عليه، فهذا لايزادعلى الثلاث بتفاصيلها، وتارة لايقيم، فهذا يعطى مايجوز به قدر كفايته يوما وليلة، وهذا أعدل الوجه"(۱۲۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ مہمان دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو میزبان کے پاس تین دن تک رہے، اس کے لیے تو وہی تفصیل ہے جو گذر چکی ہے کہ پہلے دن خوب اکرام کیا جائے، دوسرے دن معمول سے ہٹ کر اہتمام کیا جائے اور تیسرے دن معمول کے مطابق ماحضر پیش کیا جائے، دوسرا وہ مہمان ہے جس کا ارادہ رہنے کا نہیں، اسے رخصت کرتے ہوئے راستے کے لیے اس قدر زاد سفر دیدینا چاہیے جو ایک دن اور ایک رات کے لیے کفایت کر سکے، خلاصہ یہ ہے کہ "ضیافت" کا تعلق تین دن رہنے والے مہمان سے ہے اور "جائزہ" کا تعلق اس مہمان سے ہے جو قیام کا ارادہ نہ رکھتا ہو، بلکہ کچھ دیر کے لیے آیا ہو۔

جو حضرات ضیافت اور مہمان نوازی کو واجب کہتے ہیں، وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں کہ "فما بعد ذلك فهو صدقة" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کی ضیافت صدقہ نہیں بلکہ واجب ہے۔ (۱۲۲)

لیکن جو حضرات وجوب کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ صدقہ کا لفظ یہاں اس لیے استعمال کیا ہے تاکہ تین دن سے زیادہ کسی کو ضیافت کا مکلّف نہ بنایا جائے کیونکہ بہت سارے لوگ، خصوصاً دولت مند لوگ صدقہ کھانے سے اعراض کرتے ہیں۔ (۱۲۳)

---

(١٢١) فتح الباري: ٦٥٣/١٠

(١٢٢) فتح الباري: ٦٥٣/١٠، إرشادالساري: ١٤٤/١٣

(١٢٣) فتح الباري: ٦٥٣/١٠، إرشادالساري: ١٤٤/١٣

ولا یحل له أن یثوي عنده حتی یُحْرِجه

کسی مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر ٹھہرے کہ اسے حرج، تنگی اور تکلیف میں مبتلا کردے، یُحْرِجه باب افعال سے ہے، أحرج کے معنی تنگی اور حرج میں ڈالنے کے ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے "حتی یؤثمه" (۱۲۴) أي یوقعه في الإثم...... امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس قدر نہ ٹھہرے کہ میزبان کو گناہ میں مبتلا کردے کیونکہ زیادہ رہنے کی وجہ سے ممکن ہے میزبان اس کی غیبت شروع کردے یا اسے کوئی تکلیف دے یا کوئی بدگمانی کرنے لگے تو اس طرح میزبان گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ (۱۲۵)

لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب مہمان کے زیادہ رہنے کی وجہ سے میزبان حرج اور تکلیف میں مبتلا ہو، اگر مہمان کی رہائش سے میزبان کو کوئی حرج اور تکلیف نہیں ہو رہی، ظاہر ہے ایسی صورت میں عدم جواز کا یہ حکم نہیں۔ (۱۲۶)

فخذوا منهم حق الضیف الذي ینبغي لهم

زبردستی کسی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا عام حالات میں بالاتفاق جائز نہیں، اگرچہ ضیافت کے لیے ہو، اس لیے اس جملے کے مختلف مطالب بیان کیے گئے ہیں:

❶ یہ حالتِ اضطرار پر محمول ہے، یعنی جو مہمان حالت اضطرار تک پہنچ جائے اور لوگ اس کی ضیافت نہ کریں تو ایسی صورت میں وہ زبردستی اپنی جان بچانے کے لیے لے سکتا ہے (۱۲۷) الضرورة تبیح المحظورة۔

❷ یہ ان مخصوص لوگوں کے متعلق کہا گیا جن سے معاہدہ ہوا تھا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر وہاں سے گذرے گا تو وہ ضیافت کریں گے، معاہدہ پر عمل واجب تھا، اس لیے ان سے زبردستی حق ضیافت وصول

---

(١٢٤) رواه مسلم في كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها: ١٣٥٣/٣ (رقم الحديث: ١٧٢٦)

(١٢٥) شرح مسلم للنووي، كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها: ٨٠/٢

(١٢٦) فتح الباري: ٦٥٤/١٠

(١٢٧) عمدة القاري: ١٧٦/٢٢

کرنے کی اجازت دی گئی۔ (۱۲۸)

٨٦ – باب : صُنْعِ الطَّعَامِ وَالتَّكَلُّفِ لِلضَّيْفِ.

٥٧٨٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ ، عَنْ عَوْنِ ٱبْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي ٱلدَّرْدَاءِ ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا ٱلدَّرْدَاءِ ، فرَأَى أُمَّ ٱلدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً ، فَقَالَ لَهَا : ما شَأْنُكِ؟ قالَتْ : أَخُوكَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حاجَةٌ فِي ٱلدُّنْيَا ، فَجَاءَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا ، فَقَالَ : كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ ، قالَ : ما أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ ، فَأَكَلَ ، فَلَمَّا كانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ يَقُومُ ، فَقَالَ : نَمْ ، فَنَامَ ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ ، فَقَالَ : نَمْ ، فَلَمَّا كانَ آخِرُ اللَّيْلِ ، قالَ سَلْمَانُ : قُمِ الآنَ ، قالَ : فَصَلَّيَا ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ : إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (صَدَقَ سَلْمَانُ) . أَبُو جُحَيْفَةَ وَهْبٌ السُّوَائِيُّ ، يُقَالُ : وَهْبُ الْخَيْرِ . [ر : ١٨٦٧]

مہمان نوازی میں تکلف

مہمان کے لیے بقدر استطاعت معمول سے ہٹ کر کھانا بنانا چاہیے اور کھانے میں تکلف کرنا چاہیے، یہ اسراف یا تبذیر میں داخل نہیں اور سلف صالحین کے ہاں اس کا معمول رہا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہی بات بیان کرنا چاہتے ہیں۔

البتہ اس میں اپنی استطاعت کے مطابق تکلف کا اہتمام ہونا چاہیے، استطاعت سے بڑھ کر تکلف کرنے میں دوسرے بہت سارے حقوق العباد متاثر ہو جاتے ہیں...... بعض لوگ مقروض ہوتے ہیں لیکن مہمانوں کی ضیافت کے لیے مزید قرض لینے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں، کیونکہ قرض ادا کرنا واجب اور ضیافت کرنا مستحب ہے، مستحب کی ادائیگی کا اہتمام ہو اور فرض و واجب کو پس پشت ڈال دیا جائے، یہ شرعاً غلط ہے۔

---

(١٢٨) إرشاد الساري: ١٤٦/١٣

حدیث باب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوالدرداءؓ کے مہمان بن گئے، رات وہیں رہے، حضرت ابوالدردا نے ان کے لیے کھانا تیار کیا "فصنع له طعاماً......" سے امام نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے۔

فرأى أمَّ الدرداء مُتبَذِّلَةً

حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابوالدرداءؓ کی بیوی ام الدرداء کو دیکھا کہ انھوں نے بالکل سادہ لباس پہنا ہے جو عموماً کام کاج کے وقت گھر میں استعمال کیا جاتا ہے، حضرت سلمان نے کہا کہ: تم اس حالت میں کیوں ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ابوالدرداء کو ہماری طرف رغبت ہی نہیں ہے، پھر کس کے لیے اہتمام کیا جائے؟ ام الدرداء کا نام خَیرہ بنت ابی حدرد ہے۔ (۱)

مُتَبَذِّلَة یہ باب تفعل سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے أي لابسة ثياب البِذْلة۔

صدق سلمان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو جو نصیحت فرمائی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توثیق وتصدیق فرمائی، طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ان سے کہا "عويمر! سلمان أفقه منك" (۲)

أبو جُحَيْفَةَ وهْب السُّوائيّ، يقال له: وهبُ الخير: یعنی جحیفہ کو وہب الخیر بھی کہتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

ترجمۃ الباب کے پہلے جزء "صنع طعام" کا ذکر تو حدیث میں صراحۃ موجود ہے البتہ دوسرے جزء "التكلف للضيف" کا ذکر نہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ "لامع الدراری" میں فرماتے ہیں:

"ولعله قصد إثبات الجزء الثاني بقوله: كُلْ فإني صائم، فإنهم لما كانت

---

(۱) إرشاد الساري: ۱۳/۱۴۷، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۲۲/۱۷۶، والإصابة في تمييز الصحابة: ۴/۴۴۸ (رقم الترجمة: ۱۲۵۶)

(۲) إرشاد الساري: ۱۳/۱۴۸

> عادتهم الصوم والتبذل ، فالظاهر أنهم لم يكونوا يصنعون طعاماً بالنهار، وكانوا يكتفون بطعام الليل، فكان صنع الطعام الجديد له تكلفا، ولا يبعد أن يستنبط التكلف من قوله: فأكل، فإنه لما اعتاد الصوم والتزمه، كان الإفطار لأجل الضيف احتمالا للكلفة من غير شك"(٣)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کا جزء ثانی، حدیث میں واقع "کُلْ فإني صائم" سے ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کا معمول چونکہ روزہ رکھنے کا تھا، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ وہ لوگ دن کو کھانا نہیں بناتے ہوں گے، صرف رات کو کھانے کا انتظام کرتے ہوں گے، تو اس موقع پر ان کا دن کے وقت کھانے کا انتظام کرنا مہمان کے لیے بطور تکلف تھا، اس طرح ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء "التكلف للضيف" اس سے ثابت ہو جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمۃ الباب کے اس دوسرے جزء کو حدیث کے لفظ "فأكل" سے ثابت کیا جائے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی عادت روزہ رکھنے کی تھی لیکن انھوں نے مہمان کی خاطر افطار کیا، یہ افطار کرنا مہمان کے لیے بطور تکلف تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ للہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "التكلف للضيف" سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے، اس میں ہے "نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نتكلف للضيف"(٤)...... (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مہمان کے لیے تکلف کرنے سے منع فرمایا ہے۔)

دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ استطاعت کی صورت میں تو اہتمام اور تکلف کرنا

---

(٣) لامع الدراري: ١٠/٣١، والأبواب والتراجم: ٢/١١٧

(٤) وفي لفظ مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ في مسانيد سلمان: أن سلمان دخل عليه رجل، فدعاله بما كان عنده فقال: لولا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهانا أولولا أنا نهينا أن يتكلف أحدنا لصاحبه لتكلفنالك: ٥/٤٤١، وكذا ذكر الهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب البر والصلة، باب النهي عن التكلف: ٨/١٧٩

چاہیے اور عدم استطاعت کی صورت میں تکلف درست نہیں، ممانعت والی روایت عدم استطاعت والی صورت پر محمول ہے۔ (۵)

یہ حدیث باب کتاب الصوم میں "باب من أقسم علی أخیه لیفطر" کے تحت گذر چکی ہے۔

۸۷ – باب : ما یُکْرَهُ مِنَ الْغَضَبِ وَالجزَعِ عِنْدَ الضَّیْفِ .

٥٧٨٩ : حدَّثنا عَیَّاشُ بْنُ الْوَلِیدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَی : حَدَّثَنَا سَعِیدٌ الْجُرَیْرِيُّ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَکْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ أَبَا بَکْرٍ تَضَیَّفَ رَهْطًا ، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ : دُونَكَ أَضْیَافَكَ ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ إِلَی النَّبِيِّ ﷺ ، فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ أَنْ أَجِيءَ ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ ، فَقَالَ : اطْعَمُوا ، فَقَالُوا : أَیْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا ، قَالَ : اطْعَمُوا ، قَالُوا : ما نَحْنُ بِآكِلِینَ حَتَّی یَجِيءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا ، قَالَ : اقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ ، فَإِنَّهُ إِنْ جاءَ وَلَمْ تَطْعَمُوا لَنَلْقَیَنَّ مِنْهُ ، فَأَبَوْا ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ یَجِدُ عَلَيَّ ، فَلَمَّا جاءَ تَنَحَّیْتُ عَنْهُ ، فَقَالَ : مَا صَنَعْتُمْ ، فَأَخْبَرُوهُ ، فَقَالَ : یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ، فَسَکَتُّ ، ثُمَّ قالَ : یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ، فَسَکَتُّ ، فَقَالَ : یَا غُنْثَرُ ، أَقْسَمْتُ عَلَیْكَ إِنْ کُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَّا جِئْتَ ، فَخَرَجْتُ ، فَقُلْتُ : سَلْ أَضْیَافَكَ ، فَقَالُوا : صَدَقَ ، أَتَانَا بِهِ ، قَالَ : فَإِنَّمَا انْتَظَرْتُمُونِي ، وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّیْلَةَ ، فَقَالَ الْآخَرُونَ : وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّی تَطْعَمَهُ ، قالَ : لَمْ أَرَ فِي الشَّرِّ کَاللَّیْلَةِ ، وَیْلَکُمْ ، ما أَنْتُمْ ؟ لِمَ لَا تَقْبَلُونَ عَنَّا قِرَاكُمْ ؟ هَاتِ طَعَامَكَ ، فَجَاءَهُ بِهِ ، فَوَضَعَ یَدَهُ فَقَالَ : بِاسْمِ اللّٰهِ ، الْأُولَی لِلشَّیْطَانِ ، فَأَکَلَ وَأَکَلُوا . [ر : ٥٧٧]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جماعت کی ضیافت کی اور عبدالرحمٰن سے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا ہوں، تم ان مہمانوں کو لے جاؤ اور میری واپسی سے پہلے پہلے ان کو کھانا کھلانے سے فارغ ہو جاؤ، عبدالرحمٰن حسب الحکم چلے گئے اور ماحضر کو مہمانوں کے سامنے پیش کر کے کہا کہ کھا لیجیے، انھوں نے کہا، گھر کا مالک (حضرت صدیق اکبرؓ)

---

(۵) لامع الدراري: ۱۰/۳۱، والأبواب والتراجم: ۲/۱۱۷

کہاں ہے؟ عبدالرحمن نے کہا، آپ کھا لیجیے، انھوں نے کہا، جب تک صاحب خانہ نہ آئے، ہم کھانا نہیں کھائیں گے، عبدالرحمن نے کہا، ہماری طرف سے یہ ضیافت قبول فرمالیجیے، اگر آپ نے کھانا نہیں کھایا اور وہ واپس آگئے تو ہم پر غصہ ہوں گے، لیکن مہمانوں نے کھانے سے انکار کیا، میں سمجھ گیا کہ اب وہ مجھ پر ضرور خفا ہوں گے، جب وہ آئے تو میں کنارے ہٹ گیا، انھوں نے پوچھا، تم نے کیا کیا؟ تو مہمانوں نے سارا حال بیان کردیا، انھوں نے آواز دی، اے عبدالرحمن! میں خاموش رہا، پھر پکارا، اے عبدالرحمن، اس پر بھی میں خاموش رہا، پھر کہا، اے جاہل، میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سنتا ہے تو کیوں نہیں آتا ہے، چنانچہ میں نکل آیا اور کہا کہ آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیجیے، ان لوگوں نے کہا، ٹھیک کہتے ہیں، یہ ہمارے سامنے کھانا لے کر آئے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا، تم نے میرا انتظار کیا، خدا کی قسم! میں آج رات نہیں کھاؤں گا، ان مہمانوں نے کہا، بخدا، ہم بھی نہیں کھائیں گے، جب تک آپ نہیں کھائیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے آج جیسی بری رات نہیں دیکھی، افسوس ہے تم پر، تم ہماری ضیافت کیوں قبول نہیں کرتے، پھر کہا، کھانا لے آو، عبدالرحمن کھانا لائے، تو اپنا ہاتھ کھانے میں بسم اللہ کہہ کر ڈالا، اور کہا، پہلی حالت شیطان کی وجہ سے تھی، چنانچہ انھوں نے کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا۔

حدیث کی باب سے مناسبت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت صدیق اکبر کے ہاں آنے والے مہمانوں کا قصہ ذکر کیا ہے، اس میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا یہ قول بھی ہے "فعرفت أنه يجد عليّ" يجد کے معنی یہاں غصہ کرنے کے ہیں، امام بخاری نے اگلے باب میں یہ روایت دوسرے طریق سے نقل کی ہے، اس میں "فغضب أبوبكر" کی تصریح بھی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس پر تنقید کی اور فرمایا کہ غضب کا اثبات مقصود نہیں، بلکہ اس کی نفی اور کراہت بیان کرنا مقصود ہے۔ (٦) کیونکہ امام نے ترجمۃ الباب میں "مايكره من الغضب" کہا ہے۔

---

(٦) الأبواب والتراجم: ١١٧/٢

قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے حدیث سے ترجمۃ الباب کی مناسبت بیان کرتے ہوئے "لامع الدراری" میں لکھا:

> "دل عليه قوله: لم أرفي الشر كا لليلة، وقوله: "الأولى من الشيطان"، فإن مقالته هذه دلت على أنه عدغضبه وحلفه وجميع ماجرى شراء ومن أمر الشيطان"(۷)

یعنی حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا "لم أرفي الشر كا لليلة" اور اپنی ناراضگی وغیرہ کو شیطانی امر قرار دیا، ان کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان کا غصہ ہونا، حلف اٹھانا، مہمانوں کا حلف اٹھانا، یہ سب شر اور شیطان کی طرف سے تھا، اس سے "مایکرہ من الغضب" یعنی غصہ کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔

مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے لامع الدراری کے حاشیے اور الابواب والتراجم میں حضرت گنگوہی کی اس توجیہ کو وجیہ قرار دیا۔(۸)

۸۸ – باب : قَوْلِ الضَّيْفِ لِصَاحِبِهِ : لَا آكُلُ حَتَّى تَأْكُلَ

فِيهِ حَدِيثُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٥٧٨٨]

٥٧٩٠ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ : قالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : جاءَ أَبُو بَكْرٍ بِضَيْفٍ لَهُ أَوْ بِأَضْيَافٍ لَهُ ، فَأَمْسَى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمَّا جاءَ ، قالَتْ أُمِّي : ٱحْتَبَسْتَ عَنْ ضَيْفِكَ – أَوْ أَضْيَافِكَ – اللَّيْلَةَ ، قالَ : ما عَشَّيْتِهِمْ ؟ فَقَالَتْ : عَرَضْنَا عَلَيْهِ – أَوْ : عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا ، أَوْ – فَأَبٰى ، فَغَضِبَ أَبُو بَكْرٍ ، فَسَبَّ وَجَدَّعَ ، وَحَلَفَ لَا يَطْعَمُهُ ، فَٱخْتَبَأْتُ أَنَا ، فَقَالَ : يَا غُنْثَرُ ، فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَطْعَمُهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ ، فَحَلَفَ الضَّيْفُ أَوِ الْأَضْيَافُ أَنْ لَا يَطْعَمَهُ أَوْ يَطْعَمُوهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : كَأَنَّ هٰذِهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَدَعَا بِالطَّعَامِ ، فَأَكَلَ وَأَكَلُوا ، فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَا مِنْ

---

(۷) لامع الدراری: ۳۲/۱۰، الأبواب والتراجم: ۱۱۷/۲

(۸) تعلیقات لامع الدراری: ۳۲/۱۰۔ الأبواب والتراجم: ۱۱۷/۲

أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا ، فَقَالَ : يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ ، ما هٰذَا ؟ فَقَالَتْ : وَقُرَّةِ عَيْنِي ، إِنَّهَا الآنَ لَأَكْثَرُ قَبْلَ أَنْ نَأْكُلَ ، فَأَكَلُوا ، وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا . [ر : ٥٧٧]

ابوذر کے نسخے میں یہ ترجمۃ الباب نہیں، بلکہ اس حدیث کو پہلی والی حدیث کے ساتھ بغیر ترجمۃ الباب کے نقل کردیا ہے۔(۹)

عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ روایت میں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ایک یا چند مہمانوں کو لے کر گھر آئے اور خود شام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، جب واپس آئے تو میری ماں نے ان سے کہا کہ آپ مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں رک گئے تھے، انھوں نے پوچھا، کیا تو نے ان لوگوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ میری ماں نے کہا، ہم نے کھانا ان کے سامنے پیش کیا لیکن انھوں نے انکار کیا، حضرت صدیق اکبرؓ بہت ناراض ہوئے، برا بھلا کہا اور قسم کھائی کہ کھانا نہیں کھائیں گے، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں چھپا کھڑا تھا، انھوں نے آواز دی "اے جاہل" عورت یعنی میری ماں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی نہیں کھائیں گی، جب تک وہ نہیں کھائیں گے، مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی نہیں کھائیں گے......

حضرت ابوبکرؓ نے کہا، یہ شیطان کی طرف سے تھا، پھر کھانا منگوایا، خود بھی کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا، لوگ جو لقمہ بھی اٹھاتے، اس کے نیچے سے اور زیادہ بڑھ جاتا، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے (اپنی بیوی حضرت ام رومان سے) کہا، اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے کہا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! اب تو اس سے بھی زیادہ ہوگیا، جتنا ہمارے کھانے سے پہلے تھا، چنانچہ تمام لوگوں نے کھایا، پھر اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے کھایا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

شارحین نے اس ترجمۃ الباب کے مقصد پر کوئی کلام نہیں کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ شاید اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ میزبان نے اگر کوئی سخت بات کہہ دی ہے اور مہمان اسے درست نہیں سمجھتا تو مہمان بھی اس طرح کی بات جواب میں کہہ سکتا ہے اور شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

---

(۹) عمدة القاري: ۱۷۸/۲۲، فتح الباري: ۶۵۶/۱۰

فغضب أبوبكر، فسبّ وجَدّع

جَدّعَ یعنی انھوں نے "یا مجدوع الأذنین" کہہ کر بطور بددعا انہیں پکارا(۱۰) یا غُنْثَرُ: غنثر کے معنی جاہل، کمینہ اور ثقیل کے آتے ہیں، غین کے ضمہ، نون کے سکون اور ثاء کے فتحہ کے ساتھ ہے(۱۱) رَبامن أسفلها: ربا کے معنی بڑھنے کے ہیں۔

یاأخت بني فِراس: فِراس (فاء کے کسرہ کے ساتھ) سے غنم بن مالک کا بیٹا مراد ہے، اس کا بھائی حارث بن غنم ہے، حضرت ام رومان حارث کی اولاد میں سے تھیں، یعنی غنم کے دو بیٹے ہیں، ایک فراس اور دوسرا حارث، حضرت ام رومان حارث کی ذریت سے ہیں لیکن بنو حارث کے مقابلے میں بنو فراس چونکہ زیادہ مشہور ہیں، اس لیے حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں بنو فراس کی طرف منسوب کر کے "یاأخت بني فراس" کہا، فالمعنی: یا أخت القوم المنتسبين إلى بني فراس

وقرةِ عيني: اس میں واؤ قسمیہ ہے یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، غالبًا یہ نہی سے پہلے کا واقعہ ہے۔

٨٩ – باب: إِكْرَامِ الْكَبِيرِ، وَيَبْدَأُ الْأَكْبَرُ بِالْكَلَامِ وَالسُّؤَالِ.

بات کرنے کا حق بڑے کو ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بڑے کا اکرام اور احترام کرنا چاہیے، اسی طرح بات کرنے، پوچھنے اور مجلس میں گفتگو کی ابتدا بڑے سے کرنی چاہیے کہ یہ اس کا حق ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب عمر میں بڑا اور علم و فضل میں برابر ہو۔ کوئی عمر میں چھوٹا لیکن علم و فضل میں زیادہ ہے تو پھر اس کا حق مقدم ہے۔(۱۲)

---

(۱۰) عمدة القاري: ١٧٨/٢٢

(۱۱) إرشادالساري. ١٥٠/١٣، قال ابن الأثير: قيل: هو الثقيل الوَخِم وقيل: الجاهل، من الغَثارة: الجهل، والنون زائدة، النهاية: ٣٨٩/٣

(۱۲) شرح صحيح البخاري لإبن بطال: ٣١٧/٩، فتح الباري: ٦٥٧/١٠، نیز دیکھیے إرشادالساري: ١٥١/١٣، عمدة القاري: ١٧٩/٢٢

٥٧٩١ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، هُوَ ٱبْنُ زَيْدٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ، مَوْلَى الأَنْصَارِ ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ ، وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ : أَنَّ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ أَتَيَا خَيْبَرَ ، فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ ، فَقُتِلَ عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ ، فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَحُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ ٱبْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ ، فَبَدَأَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كَبِّرِ الْكُبْرَ) . قَالَ يَحْيَى : يَعْنِي : لِيَلِيَ الْكَلَامَ الأَكْبَرُ . فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَتَسْتَحِقُّونَ قَتِيلَكُمْ ، أَوْ قَالَ : صَاحِبَكُمْ ، بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، فَوَدَاهُمْ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ مِنْ قِبَلِهِ .

قَالَ سَهْلٌ : فَأَدْرَكْتُ نَاقَةً مِنْ تِلْكَ الإِبِلِ ، فَدَخَلَتْ مِرْبَدًا لَهُمْ فَرَكَضَتْنِي بِرِجْلِهَا .

قَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يَحْيَى ، عَنْ بُشَيْرٍ ، عَنْ سَهْلٍ : قَالَ يَحْيَى : حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ : مَعَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ .

وَقَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ بُشَيْرٍ ، عَنْ سَهْلٍ وَحْدَهُ . [ر : ٢٥٥٥]

بشیر بن بسیار (انصار کے آزاد کردہ غلام) رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حثمہ دونوں سے روایت کرتے ہیں، ان دونوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر آئے اور کھجور کے باغ میں ایک دوسرے سے علاحدہ ہوگئے، عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کیا تو عبدالرحمٰن بن سہل اور حویصہ بن مسعود، اور محیصہ بن مسعود، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھی کے (قتل کے) معاملہ میں گفتگو کرنے لگے، عبدالرحمٰن نے گفتگو شروع کی، جو اس جماعت میں سب سے زیادہ کم سن تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بڑا آدمی بات کرے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنے ساتھی کے (قتل کے) معاملہ میں گفتگو کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم پچاس قسمیں کھا کر اپنے مقتول یا ساتھی (کی دیت) کے مستحق ہو سکتے ہو، ان لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ ایسی چیز ہے، جس کو ہم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا، پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر بری ہو جائیں گے، ان لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ لوگ تو کافر ہیں (یعنی جھوٹی قسمیں کھالیں گے) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اپنی طرف سے دیت ادا فرمائی۔

باب کی اس پہلی روایت پر تفصیلی کلام آگے قسامہ میں آئے گا، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کبّر الکُبر" یحیی بن سعید راویٔ حدیث نے اس کی تشریح کی "لیلي الکلام الأکبرُ" یعنی جو بڑا ہے، وہ کلام اور گفتگو کرنے کی ذمہ داری سنبھالے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے کبّر الکُبْر کا ترجمہ کیا ہے أي قدم الأکبر سنا للتکلم (۱۳)

روایت کے آخر میں حضرت سہل فرماتے ہیں کہ دیت کے اونٹوں میں مجھے ایک اونٹ ملا، وہ باڑے میں داخل ہوا تو اس نے مجھے لات ماری، مِرْبَد (میم کے کسرہ، راء کے سکون اور باء کے فتحہ کے ساتھ) باڑے کو کہتے ہیں، سہل نے یہ جملہ اہتمام کے ساتھ ضبط حدیث بتلانے کے لیے کہا، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وأراد بھذا الکلام ضبط الحدیث وحفظه حفظاً بلیغا" (۱۴)

قال اللیث: حدثني یحیی عن بشیر عن سھل، قال یحیی: حسبت أنه قال مع رافع بن خدیج

لیث کی اس تعلیق کو امام مسلم اور ترمذی نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۵) اس میں یحیی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ بشیر نے سہل سے جو روایت نقل کی ہے تو انھوں نے رافع بن خدیج کی معیت کا ذکر کیا تھا، یعنی اوپر جو موصول روایت ہے وہ "رافع بن خدیج اور سہل" سے ہے، لیث کے طریق میں "عن سھل" ہے اور "رافع بن خدیج" کے بارے میں انھوں نے "حسبت" کہہ کر کہا کہ وہ بھی تھے۔

وقال ابن عیینة: حدثنا یحیی عن بشیر عن سھل وحده

سفیان بن عیینہ کی اس تعلیق کو امام مسلم اور نسائی نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۶) یہ روایت صرف

---

(۱۳) إرشاد الساري: ۱۵۲/۱۳

(۱٤) عمدة القاري: ۱۸۰/۲۲

(۱٥) صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب القسامة: ۱۲۹۱/۳ (رقم الحدیث: ۱٦٦۹)، سنن الترمذي، کتاب الدیات، باب ماجاء في القسامة: ۳۰/٤ (رقم الحدیث: ۱٤۲۲)

(۱٦) صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب القسامة: ۱۲۹۳/۳ (رقم الحدیث: ۱٦٦۹)، سنن النسائي، کتاب القسامة، باب القسامة: ۲۱۱/٤ (رقم الحدیث: ٦۹۱۹)

سہل سے ہے۔

حاصل یہ کہ حماد بن زید کی روایت جو یہاں امام بخاری نے موصولاً نقل کی ہے، وہ رافع بن خدیج اور سہل دونوں سے ہے، لیث کی روایت میں "رافع" کے بارے میں ایک گونہ شک ہے اور سفیان بن عیینہ کی روایت صرف سہل سے ہے۔

٥٧٩٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ مَثَلُهَا مَثَلُ المسْلِمِ ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ، وَلَا تُحُتُّ وَرَقُهَا) . فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، فكَرِهْتُ أَنْ أَتكَلَّمَ ، وَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ، فَلَمَّا لَمْ يَتَكَلَّمَا ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هِيَ النَّخْلَةُ) . فَلَمَّا خَرَجْتُ مَعَ أَبِي قُلْتُ : يَا أَبَتَاهْ ، وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، قالَ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَهَا ، لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا كانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا ، قالَ : ما مَنَعَنِي إِلَّا أَنِّي لَمْ أَرَكَ وَلَا أَبَا بَكْرٍ تكَلَّمْتُمَا فكَرِهْتُ .
[ر : ٦١]

حدیث باب ذکر کرنے کی وجہ

باب کی یہ دوسری حدیث پہلے كتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا کے تحت گذر چکی ہے، یہاں اس کے ذکر کرنے کی وجہ لکھتے ہوئے حافظ ابن حجر اور ان کی اتباع میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

> "وكأن البخاري أشار بإيراد هذا الحديث هنا إلى تقديم الكبير حيث يقع التساوي، أما لوكان عندالصغير ماليس عندالكبير، فلا يمنع من الكلام بحضرة الكبير، لأن عمر تأسف حيث لم يتكلم ولده مع أنه اعتذرله، بكونه بحضوره وحضرر أبي بكر ومع ذلك تأسف على كونه لم يتكلم"(١٧)

---

(١٧) فتح الباري: ١٠/٦٥٧، إرشادالساري: ١٣/١٥٣

یعنی اس باب کے تحت اس حدیث کو لا کر امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ بڑے کو اسی وقت مقدم کرنا چاہیے جب وہ علم و فضل میں بھی بڑا ہو یا چھوٹوں کے برابر ہو، لیکن اگر کوئی عمر میں چھوٹا آدمی علم و فضل میں زیادہ ہے تو ایسی صورت میں بڑے کی موجودگی میں اسے کلام کرنے سے روکا نہیں جائے گا، حضرت ابن عمرؓ کو جواب معلوم تھا لیکن انھوں نے اپنے والد حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی موجودگی میں کلام کرنا مناسب نہیں سمجھا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کی خاموشی پر افسوس کا اظہار کیا۔

٩٠ – باب : ما يَجُوزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرَّجَزِ وَالحُدَاءِ وَما يُكْرَهُ مِنْهُ .

وَقَوْلِهِ : «وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ . أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ في كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ . وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ ما لَا يَفْعَلُونَ . إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا ٱللهَ كَثِيرًا وَٱنْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ ما ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ» /الشعراء: ٢٢٤ – ٢٢٧/ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : في كُلِّ لَغْوٍ يَخُوضُونَ .

٥٧٩٣ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الحَكَمِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً) .

شعر کی تعریف ہے ''الكلام المقفى الموزون قصدا'' (١٨) یعنی شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو بالقصد قافیہ اور روزن پر لایا گیا ہو، قصدا کی قید سے وہ کلام نکل گیا جو اتفاقاً موزون ہوا ہو۔

رَجَز (راء اور جیم کے فتحہ کے ساتھ) اکثر کے نزدیک یہ شعر کی ایک خاص قسم ہے۔ (١٩) اس

(٥٧٩٣) الحديث أخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء إن من الشعر حكمةً : ١٣٧/٥ (رقم الحديث: ٢٨٤٤) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب ماجاء في الشعر : ٣٠٣/٤ (رقم الحديث: ٥٠١٠) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب الشعر : ١٢٣٥/٢ (رقم الحديث: ٧٥٥)

(١٨) فتح الباري: ٦٥٩/١٠، إرشادالساري: ١٥٣/١٣، نیز دیکھیے عمدة القاري: ١٨٠/٢٢، شرح الكرماني: ١٨/٢١

(١٩) فتح الباري: ٦٥٩/١٠، إرشادالساري: ١٥٣/١٣، عمدة القاري: ١٨٠/٢٢

صورت میں "الشعر" پر اس کا عطف "عطف الخاص علی العام" کے قبیل سے ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ یہ شعر نہیں ہوتا بلکہ کلام کی ایک مستقل نوع ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اس کے کہنے والے کو "راجز" کہتے ہیں، شاعر نہیں کہتے۔ (۲۰)

رجز کے معنی حرکت کرنے اور قریب قریب قدم رکھنے کے آتے ہیں، رجز البعیر اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ قریب قریب قدم رکھ کر چلے، چونکہ رجز کے اجزاء ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں، اسی طرح رجز پڑھتے ہوئے زبان متحرک و مضطرب رہتی ہے، اس لیے اسے رجز کہتے ہیں۔ (۲۱)

حُدَاء: (حاء کے ضمہ کے ساتھ) حدی کو کہتے ہیں، اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کے لیے جو رجز یا شعر مخصوص لے میں پڑھا جاتا ہے، اسے حدی کہتے ہیں۔ (۲۲)

علامہ ابن عبد البر نے حدی کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۲۳)

اشعار کہنے اور پڑھنے کا حکم

شعر کے بارے میں بعض علماء نے مطلقاً کراہت کا قول اختیار کیا ہے، وہ ایک تو حضرت ابن مسعودؓ کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ "الشعر مزامیر الشیطان" (۲۴) (شعر شیطان کے آلات موسیقی میں سے ہے۔)

اسی طرح مسروق سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک مصرعہ کہا اور پھر خاموش ہوگئے، ان سے خاموشی کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا "أخاف أن أجد في صحيفتي شعرا" (۲۵) (میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اپنے صحیفۂ اعمال میں کوئی شعر پاؤں)

---

(٢٠) فتح الباري: ١٠/٦٥٩، إرشاد الساري: ١٣/١٥٤، عمدة القاري: ٢٢/١٨٠

(٢١) فتح الباري: ١٠/٦٥٩، إرشاد الساري: ١٣/١٥٤

(٢٢) فتح الباري: ١٠/٦٥٩، إرشاد الساري: ١٣/١٥٤

(٢٣) فتح الباري: ١٠/٦٦٠

(٢٤) فتح الباري: ١٠/٦٦٢

(٢٥) فتح الباري. ١٠/٦٦٢

اسی طرح ابوامامہ سے ایک مرفوع حدیث منقول ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو اس نے کہا، اجعل لي قرآنا...... (میرے لیے پڑھنے کی کوئی چیز مقرر کردیں) تو اللہ نے فرمایا الشعر (۲۶)

لیکن یہ تمام روایتیں خلاف اصل اور ضعیف ہیں (۲۷) البتہ اگلے باب باب مایکرہ أن یکون الغالب علی الإنسان الشعر...... میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک صحیح روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "لأن یمتلي جوف رجل قیحاً حتی یریه خیر من أن یمتلیٔ شعرا" (تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہاں تک کہ اس کو خراب کردے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھرے)

یہ روایت اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے وہ اشعار مراد ہیں جن میں جھوٹ اور فحاشی ہو، یا یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو شعر کو اپنی زندگی کا اس طرح مقصد اور مشغلہ بنائے کہ دوسرے واجبات اور فرائض کی ادائیگی میں وہ مخل ہو۔ (۲۸)

جہاں تک عام اشعار کا تعلق ہے، ان کی اباحت میں کلام نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے انھوں نے فرمایا "الشعر منه حسن، ومنه قبیح، خذ الحسن، ودع القبیح، ولقدرویت من شعر کعب بن مالك أشعارا منها القصیدة فیها أربعون بیتا" (۲۹) یعنی اشعار میں اچھے اور برے دونوں طرح ہوتے ہیں، میں نے کعب بن مالک کے اشعار نقل کیے، اس میں ایک قصیدہ چالیس اشعار پر مشتمل تھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔ (۳۰)

---

(٢٦) فتح الباري: ١٠/٦٦٢، ومجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأدب، باب ماجاء في الشعر والشعرآء: ٨/١١٩

(٢٧) فتح الباري: ١٠/٦٦٢

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٦٧٢، إرشاد الساري: ١٣/١٦٥

(٢٩) فضل الله الصمد، باب الشعر حسن كحسن الكلام ومنه قبيح: ٢/٣١٥ (رقم الحديث: ٨٦٦)، وفي مجمع الزوائد للهيثمي، "سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الشعر، فقال: هو كلام، فحسنه حسن وقبيحه قبيح، كتاب الأدب، باب الشعر في الكلام: ٨/١٢٢

(٣٠) فتح الباري: ١٠/٦٦٠

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں باب میں جو روایات ذکر کی ہیں، وہ اشعار کہنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

”ردفت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوما، فقال: هل معك من شعر أمية بن أبي الصلت شيئاً، قلت: نعم ، قال: هيه، فأنشدته بيتا، فقال: هيه، ثم أنشدته بيتا، فقال: هيه، حتى أنشدته مائة بيت“(۳۱)

حضرت شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دن سوار تھا، آپ نے فرمایا ”تمہیں امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں؟ میں نے کہا ”جی ہاں“ آپ نے فرمایا، سنائیے، میں نے ایک شعر سنایا، آپ نے فرمایا اور سنائیے، میں نے دوسرا شعر سنایا، اس طرح میں نے سو شعر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ڈالے۔

امام ترمذیؒ اور امام احمدؒ نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں ”كان أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يتذاكرون الشعر وحديث الجاهلية عند رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فلاينهاهم ، وربما يتبسم“(۳۲)...... (حضرات صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعار اور زمانہ جاہلیت کی باتیں سنایا کرتے تھے، حضورؐ انہیں منع نہیں فرماتے تھے البتہ کبھی کبھار مسکرا دیتے تھے)۔

لہٰذا ان احادیث کی موجودگی میں اشعار کو مطلقاً مکروہ قرار دینا تو درست نہیں، البتہ اس میں شرعی

---

(۳۱) رواه مسلم، كتاب الشعر : ۱۷٦۷/٤ (رقم الحديث: ۲۲۵۵)

(۳۲) وفي لفظ مسند الإمام أحمد بن حنبل في مسانيد جابر بن سمرة: أكنت تجالس رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : قال: نعم، فكان طويل الصمت، قليل الضحك، وكان أصحابه يذكرون عنده الشعر وأشياء من أمورهم، فيضحكون وربما تبسم (٥/٨٦) وفي الجامع الصحيح للإمام الترمذيؒ عن جابر بن سمرةؓ قال: جالست النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أكثر من مائة مرة،فكان أصحابه يتناشدون الشعر، ويتذاكرون أشياء من أمرالجاهلية، وهو ساكت، فربّما تبسم معهم، كتاب الأدب، باب ماجاء في إنشادالشعر: ١٤٠/٥ (رقم الحديث: ٢٨٥٠)

حدود کی رعایت ضروری ہے، بہت زیادہ اس کا شغل نہ رکھا جائے، اس میں کسی کی ہجو نہ ہو، کسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی نہ ہو، جھوٹ نہ ہو، کسی متعین عورت کا ذکر نہ ہو، شعر میں ان امور کی اگر رعایت رکھی گئی ہو تو وہ بلا کراہت جائز ہے، بلکہ ابن عبدالبر نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "والذي يتحصل من كلام العلماء في حدالشعر الجائز أنه إذالم يكثر منه في المسجد، وخلاعن هجو، وعن الإغراق في المدح والكذب المحض، والتغزل بمعين لايحل، وقد نقل ابن عبدالبرالإجماع على جوازه، إذاكان كذلك"(۳۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں سورۃ شعراء کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ﴿والشعراء يتبعهم الغاوون......﴾ یعنی شعراء کی اتباع تو گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، مگر (اس حکم سے وہ شاعر مستثنی ہیں) جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح اختیار کیا اور اللہ کا بکثرت ذکر کیا اور ظلم کے بعد بدلہ لیا (یعنی کسی کی ہجو اس وقت کی جب پہل کسی اور نے کی، ایسی صورت میں ان کی جوابی ہجو مورد عتاب نہیں) اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہیں کون سی جگہ پلٹ کر جانا ہے۔

مفسرین اور شارحین بخاری نے لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو حضرات صحابہ میں تین مشہور شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم تو شعر کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگلا جملہ ﴿إلا الذين آمنوا......﴾" بھی تو پڑھو کہ اس سے ان شعراء کو مستثنی کر دیا ہے جو مؤمن اور صالح ہیں، تب وہ مطمئن ہوئے (۳۴)

---

(٣٣)فتح الباري: ١٠/٦٦٠

(٣٤) فتح الباري: ١٠/٦٦٠، عمدة القاري: ٢٢/١٨١، إرشاد الساري: ١٣/١٥٤، نیز دیکھیے شرح الكرماني: ٢١/١٨، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ١٣/١٥٣، روح المعاني: ١٠/١٤٧

ان تین کے ناموں کے ساتھ حضرت کعب بن زہیرؓ کا نام بھی قرطبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (۳۵)

آیت کریمہ میں ہے کہ اکثر شعراء کی اتباع کرنے والے گمراہ ہوتے ہیں، اس سے خود شعراء کی گمراہی بھی ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ جس کے متبعین گمراہ ہوں وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے۔ (۳۶)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بات مطلق نہیں، بلکہ اس وقت ہے جب متبعین کی گمراہی میں متبوع کے قول و عمل کا دخل ہو، لیکن اگر ان کی گمراہی میں متبوع کا دخل نہیں تو پھر متبعین کی گمراہی کو متبوع کی گمراہی نہیں قرار دے سکتے۔ (۳۷)

﴿"في كل واد يهيمون……﴾ یعنی جس طرح وادی میں سرگرداں پھرنا بسا اوقات حسی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے، اسی طرح ہر قسم کے اشعار کہنا اور فاسد اقوال کہنا بھی بسا اوقات معنوی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے، "في كل واد" میں "كل" اکثر کے معنی میں ہے اور "كل" کو استغراق عرفی پر بھی محمول کر سکتے ہیں، مفسرین لکھتے ہیں:

> "والمراد في كل واد من أودية القول الفاسد، وجه الاستعارة مظان الهلاك، فكما أن الوادي مظنة الهلاك الحسي، كذلك الأقوال الفاسدة مظنة الهلاك المعنوي، والجامع مطلق مظنة الهلاك، والكل في مثل هذا بمعنى الأكثر، ولك أن تقول: إن الاستغراق عرفي"(۳۸)

قال ابن عباس : في كل لغو يخوضون

حضرت ابن عباسؓ نے ﴿في كل واد﴾ کا ترجمہ في كل لغو اور ﴿يهيمون﴾ کا ترجمہ يخوضون سے کیا ہے۔ اس تعلیق کو ابن ابی حاتم اور طبری نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳۹)

---

(٣٥)الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ١٣/ ١٥٠

(٣٦)الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ١٣/١٤٥

(٣٧) معارف القرآن: ٦/٥٥٥

(٣٨) فضل الله الصمد على الأدب المفرد: ٢/٣٢٠

(٣٩)فتح الباري: ١٠/٦٦٠، إرشاد الساري: ١٣/١٥٥ ، عمدة القاري: ٢٢/١٨١

إن من الشعر حكمة

بعض اشعار حکمت اور دانائی پر مشتمل ہوتے ہیں، امام ابوداود رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "إن من البيان سحرا، وإن من العلم جهلا، وإنّ من الشعر حكما، وإن من القول عيا" (۴۰) (بے شک بعض بیان جادو، بعض علم، جہل، بعض شعر حکمت اور بعض کلام، مراد بیان کرنے سے عاجز ہوتا ہے) بہت ساری حکمت و موعظت کی باتیں نثر کے مقابلے میں شعر کے اندر زیادہ مؤثر ہوتی ہیں، شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ماكان في الشعر والرجز ذكر الله تعالىٰ وتعظيم له ووحدانيته وقدرتهٗ و إيثار طاعته وتصغيرالدنيا والاستسلام له، فهو حسن مرغب فيه، وهو المراد في الحديث بأنه حكمة، وماكان كذبا وفحشا، فهو مذموم" (۴۱)

یعنی شعر اور رجز کے اندر اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی تعظیم، اللہ کی وحدانیت و قدرت اور اس کی طاعت، دنیا کی حقارت بیان کی گئی ہو تو ایسا شعر تو قابل رغبت ودلچسپی اور صحیح ہے، لیکن اگر اس میں جھوٹ اور فحاشی کا تذکرہ ہو تو وہ مذموم ہے۔

٥٧٩٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ ، سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ : بَيْنَما النَّبِيُّ ﷺ يَمْشِي إِذْ أَصَابَهُ حَجَرٌ ، فَعَثَرَ ، فَدَمِيَتْ إِصْبَعُهُ ، فَقَالَ : (هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ . وَفِي سَبِيلِ اللهِ ما لَقِيتِ) . [ر : ٢٦٤٨]

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ (جہاد کے لیے) تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک پتھر آپ کو لگا تو آپ پھسل گئے اور آپ کی انگلی سے خون بہنے لگا تو آپ نے فرمایا

هل أنت إلاّ إصبع دميت
وفي سبيل الله مالقيت

---

(٤٠) سنن أبي داود، كتاب الأدب، "باب ماجاء في الشعر": ٣٠٣/٤ (رقم الحديث: ٥٠١٢)

(٤١) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣١٩/٩

یعنی تو صرف ایک انگلی ہے جو خون آلود ہو گئی ہے اور جو تکلیف تجھے پہنچی ہے وہ اللہ کے راستے میں پہنچی ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام ہے یا کسی اور کا ہے اور آپ نے بطور تمثیل اس موقع پر ارشاد فرمایا۔

امام طبری اور ابن التین وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام نہیں، ابن التین نے کہا کہ یہ عبداللہ بن رواحہؓ کا شعر ہے۔(۴۲)

لیکن دوسرے حضراتِ محدثین کا خیال ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام ہے۔(۴۳) اور ﴿وما أنت بشاعر﴾ کے منافی نہیں، کیونکہ شعر کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی، شعر کہتے ہیں اس کلام کو جو بالقصد موزون کیا جائے، اور حضورؐ نے برجستہ شعر کی نیت کیے بغیر یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

٥٧٩٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّار : حَدَّثَنَا ٱبْنُ مَهْدِيّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ : حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ : أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا ٱللهَ بَاطِلُ ، وَكادَ أُمَيَّةُ ٱبْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ) .
[ر : ٣٦٢٨]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ اور مصرعہ لبید نے کہا ہے:

ألا كل شئ ماخلا الله باطل

مشہور شاعر لبید بن ربیعہ

لبید عربی زبان کے مشہور شاعر ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک شعر مشہور ہے:

لولا الشعر بالعلماء يزرى
لكنت أشعر من لبيد (۴۴)

---

(٤٢) فتح الباري: ١٠/٦٦٣، عمدة القاري: ٢٢/١٨٢

(٤٣) فتح الباري: ١٠/٦٦٣، إرشاد الساري: ١٣/١٥٦، عمدة القاري: ٢٢/١٨٢

(٤٤) الفوائد الضيائية المعروف بشرح الجامي، حذف المبتدء أو الخبر جوازاً ووجوباً: ص: ١٠٨

(اگر شعر علماء کے لیے عیب کا باعث نہ ہوتا تو میں لبید سے بڑا شاعر ہوتا)۔

لبید بن ربیعہ بن مالک عامری رضی اللہ عنہ نے زمانہ اسلام اور جاہلیت دونوں کو پایا، ان کی کنیت "ابو عقیل" ہے، انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی، ایک سو بیس ایک سو تیس اور ایک سو چالیس سال کی مختلف روایات ہیں (۴۵) انھوں نے اپنی طویل عمری کی شکایت اپنے ایک مشہور شعر میں یوں کی ہے:

ولقد سئمت من الحياة وطولها
وسؤال هذا الناس: كيف لبيد (۴۶)

(خدا کی قسم میں طویل زندگی سے اور لوگوں کے اس سوال سے اکتا چکا ہوں کہ، لبید کی حالت کیسی ہے؟)

اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو فرمانے لگے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران اللہ نے مجھے شعر کے نعم البدل کے طور پر عطا کر دی ہیں، اس لیے مجھے اب شعر کہنے کی ضرورت نہیں۔ (۴۷)

کہا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے صرف ایک شعر کہا ہے اور وہ ہے:

ماعاتب المرء الكريم كنفسه
والمرء يصلحه الجليس الصالح

(شریف شخص کو اس کی اپنی ذات سے زیادہ کوئی ملامت نہیں کرتا، اور ہر شخص کی اصلاح اس کا نیک اچھا دوست کرتا ہے۔)

یا یہ شعر:

الحمدلله إذ لم يأتني أجلي
حتى كساني من الإسلام سربالا (۴۸)

(تمام تعریفیں اللہ کے لیے کہ میری موت آنے سے پہلے اس نے مجھے اسلام کا لباس پہنایا۔)

---

(٤٥) الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/٣٢٦-٣٢٧ (رقم الترجمة. ٧٥٤١)

(٤٦) الشعر والشعراء لابن قتيبة: ١٢٣، الاستيعاب لابن عبدالبر على هامش الإصابة: ٣/٣٢٨، وفتح الباري، كتاب مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية: ٧/١٥٣

(٤٧) الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/٣٢٦

(٤٨) الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/٣٢٦

بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شعر کے ایک مصرعہ کو "أصدق کلمة" فرمایا۔ یہ ان کے ایک قصیدہ کا مصرعہ ہے، اس قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں:

ألا كلُ شيْ ماخلا اللّٰه باطل وكل نعيم لامحالة زائل
إذا المرء أسرى ليلة ظن أنه قضى عسلا، والمرء ماعاش آمل
فقولا له وإن كان يقسم أمره ألمّا يعظك الدهر؟ أمّك هابل
فإن أنت لم تصدقك نفسك فانتسب لعلك تهديك القرون الأوائل
وكل امرئ يوما سيعلم سعيه إذا كشفت عند الإله المحاصل (۴۹)

❶ آگاہ رہو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، اور ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔

❷ جب آدمی ایک رات کا سفر کر لیتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ اس نے ایک کام نمٹا دیا، حالانکہ ہر شخص پوری زندگی امیدوں میں ہوتا ہے۔

❸ آپ ان سے کہہ دیں، اگرچہ اس نے اپنا کام تقسیم کر رکھا ہے کہ تیری ماں محروم ہو، کیا تو نے زمانے سے اب تک عبرت حاصل نہیں کی۔

❹ اگر تیری ذات تیری تصدیق نہ کرے تو اپنا نسب بیان کر، شاید کہ تجھے پچھلے لوگ کوئی راستہ بتا دیں۔

❺ اور ہر شخص کی محنت عنقریب اس دن ظاہر ہو جائیگی جب خدا کے سامنے اس کے کیے کے نتائج ظاہر ہوں گے۔

لبید نے یہ قصیدہ اسلام لانے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کہا تھا، اگرچہ بعض حضرات نے کہا کہ یہ زمانہ اسلام میں انھوں نے کہا ہے لیکن صحیح قول پہلا ہے۔ (۵۰)

امیہ بن ابی الصلت

وكاد أمية بن أبي الصلت أن يسلم

امیہ بن ابی الصلت زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر تھا، ابو الصلت کا نام ربیعہ ہے اور یہ عرب کے

---

(۴۹) الشعر والشعرآء لابن قتيبة: ۱۲۴

(۵۰) فتح الباري: ، كتاب مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية: ۱۵۳/۷

مشہور قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا تھا، اس نے زمانہ اسلام پایا لیکن اسلام قبول نہیں کیا، سابقہ کتب سماویہ اور انبیاء کے قصص کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ (۵۱)

حضورؐ نے اس کے اشعار کے بارے میں فرمایا آمن لسانه وكفر قلبه (۵۲) (اس کی زبان مؤمن لیکن اس کا دل کافر ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اُمیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کرنے کے بالکل قریب تھا (کیونکہ اس کے اشعار ایمان اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق تھے لیکن اس کی قسمت میں اسلام نہیں تھا اور دنیا سے یوں ہی محروم ہو کر چلا گیا۔)

بعض روایات میں ہے کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا، وہ شام میں تھا، طائف سے اپنا مال لینے کے لیے حجاز آیا جب "بدر" پہنچا تو کسی نے اس سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے، کہنے لگا طائف اپنا مال لینے جارہا ہوں، وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے اور محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرنے کا ارادہ ہے، اس سے کہا گیا کہ معلوم ہے اس کنویں میں کیا ہے؟ کہنے لگا "نہیں" کہا گیا، اس میں شیبہ، عتبہ اور فلاں فلاں تمہارے چچازاد ہیں، یہ سن کر وہ رونے لگا اور ہجرت کا ارادہ ترک کر کے طائف گیا، وہیں سن دو ہجری میں اس کا انتقال ہوا۔ (۵۳)

٥٧٩٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حاتِمُ بْنُ إِسْماعِيلَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَسِرْنَا لَيْلاً ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرِ بْنِ الْأَكْوَعِ : أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ ؟ قالَ : وَكانَ عامِرٌ رَجُلاً شَاعِرًا ، فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ :

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ ما ٱهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَٱغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا ٱقْتَفَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

---

(٥١) عمدة القاري: ٢٢/١٨٣، الأعلام للزركلي: ٢/٢٣، تاريخ الخميس: ١/٤١٢

(٥٢) تاريخ الخميس: ١/٤١٢، الشعر والشعراء لابن قتيبة: ٢٢٧

(٥٣) عمدة القاري: ٢٢/١٨٣

وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَتَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ هٰذَا السَّائِقُ) . قالُوا : عامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ ، فَقَالَ : (يَرْحَمُهُ ٱللهُ) . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ ٱللهِ ، لَوْ أَمْتَعْتَنَا بِهِ ، قالَ : فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ ، حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ، ثُمَّ إِنَّ ٱللهَ فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ ، فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ الْيَوْمَ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ ، أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما هٰذِهِ النِّيرَانُ ، عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ) . قالُوا : عَلَى لَحْمٍ ، قالَ : (عَلَى أَيِّ لَحْمٍ) . قالُوا : عَلَى لَحْمِ حُمُرٍ إِنْسِيَّةٍ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَهْرِقُوهَا وَٱكْسِرُوهَا) . فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ ٱللهِ أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا ؟ قالَ : (أَوْ ذَاكَ) . فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ ، كانَ سَيْفُ عامِرٍ فِيهِ قِصَرٌ ، فَتَنَاوَلَ بِهِ يَهُودِيًّا لِيَضْرِبَهُ ، وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ ، فَأَصَابَ رُكْبَةَ عامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ ، فَلَمَّا قَفَلُوا قالَ سَلَمَةُ : رَآنِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ شَاحِبًا ، فَقَالَ لِي : (ما لَكَ) . فَقُلْتُ : فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي ، زَعَمُوا أَنَّ عامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ ، قالَ : (مَنْ قَالَهُ) . قُلْتُ : قَالَهُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ الْأَنْصَارِيُّ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (كَذَبَ مَنْ قَالَهُ ، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ – وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ – إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ ، قَلَّ عَرَبِيٌّ نَشَأَ بِهَا مِثْلَهُ) . [ر : ٢٣٤٥]

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم رات کے وقت چل رہے تھے، تو جماعت میں سے ایک شخص نے عامر بن اکوع سے کہا کہ تم اپنا کلام کیوں نہیں سناتے ہو، راوی کا بیان ہے کہ عامرؓ شاعر تھے، چنانچہ انھوں نے حدی سنانا شروع کیا:

> "اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہیں پاسکتے تھے...... نہ ہم صدقہ کرتے، اور نہ ہی نماز پڑھتے...... اس لیے جو کچھ ہم نے کیا اس کو اپنے صدقے بخش دے...... اور اگر ہم دشمن سے مقابل ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھ...... اور ہم پر اطمینانِ قلب نازل فرما...... ہم اس وقت موجود ہوں و حاضر جب اعلان جنگ ہو...... اور دشمن ہم پر اعلان کر کے حملہ کرنے لگے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کون اونٹ ہانک رہا ہے، لوگوں نے عرض کیا۔ عامر بن اکوع ہیں، آپ نے فرمایا، اللہ اس پر رحم کرے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے نبی! (جنت) واجب ہوگئی، کاش ہمیں اس سے مزید فائدہ اٹھانے دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم خیبر پہنچے اور محاصرہ کیا یہاں تک کہ ہم کو بہت تکلیف پہنچی، مگر اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت کی اور اس دن جب شام کا وقت آیا تو لوگوں نے بہت سی آگ سلگائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ آگ تم نے کس چیز سے سلگائی ہے؟ لوگوں نے کہا گوشت پر، آپ نے پوچھا، کس چیز کے گوشت پر؟ لوگوں نے کہا، پالتو گدھے کے گوشت پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو پھینک دو اور (برتن) توڑ دو، ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا (ایسا نہیں ہو سکتا) اس (گوشت) کو پھینک دیں اور (برتنوں) کو دھو دیں تو آپ نے فرمایا (اچھا) ایسا ہی کرلو، راوی کا بیان ہے کہ جب لشکروں نے صف بندی کرلی، تو عامرؓ نے ایک یہودی پر اپنی تلوار کا وار کیا، تاکہ اس کو قتل کرے، مگر چھوٹی ہونے کے سبب سے (تلوار) خود ان کے گھٹنے پر لگی اور وہ شہید ہوگئے، جب لوگ لڑائی سے واپس ہوئے تو سلمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پریشان دیکھ کر فرمایا، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، لوگ کہتے ہیں کہ عامرؓ کا عمل ضائع ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون کہتا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں فلاں شخص اور اسید بن حضیر انصاری (کہتے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو یہ کہتا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے اور دونوں انگلیوں کو ملا کر آپ نے فرمایا کہ ان کے لیے دگنا ثواب ہے، وہ جاہد مجاہد تھے، عرب میں ایسے آدمی بہت کم پیدا ہوئے ہیں۔”

هُنَيْهَاتك: یہ هُنَيْهَة کی جمع ہے، اس سے اشعار اور رجز مراد ہیں (۵۴) یعنی آپ ہمیں اپنے اشعار نہیں سنائیں گے؟

فقال رجل من القوم: وَجَبَتْ يا نبي الله لوا أمتعتنابه

---

(٥٤) عمدة القاري: ١٨٤/٢٢، قال ابن الأثير: وفي حديث ابن الأكوع "قال له: ألا تسمعنا من هَنَاتِك" أي من كلماتك، أومن أراجيزك، وفي رواية "من هنيّاتك" على التصغير وفي أخرى "من هُنيهاتك" على قلب الياء هاء، النهاية لابن الأثير: ٢٧٩/٥

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس صحابی کے لیے "یرحمه الله" کا جملہ استعمال فرمایا تو ایک آدمی نے کہا (یہ حضرت فاروق اعظمؓ تھے (۵۵)) کہ اے اللہ کے نبی! شہادت اب اس کے لیے واجب ہوگئی، آپ نے اس سے ہمیں استفادہ کا موقع کیوں نہیں دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے رحمت کی دعا (یرحمه الله) کرتے تو وہ شہید ہو جاتا (٥٦)، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ جملہ کہا۔

قال: أوْذاك

ایک آدمی نے پوچھا کہ ہم اس کو بہادیں اور دھولیں، آپ نے فرمایا أوْذاك......

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن توڑنے کا حکم دیا تھا، ایک آدمی جو غالباً حضرت فاروق اعظمؓ تھے نے کہا کہ اگر ہم توڑنے کی بجائے برتنوں کو دھولیں تو آپ نے فرمایا أوذاك یعنی اچھا یہی کرلو "ذاك" کا مشار الیہ "غسل" ہے یعنی یا تو برتنوں کو توڑ ڈالو اور یا پھر دھو ڈالو۔

فلما تصافَّ القوم كان سيف عامر فيه قِصَرٌ

جب لوگ جنگ کے لیے صف بستہ ہوگئے تو حضرت عامرؓ کی تلوار چھوٹی تھی، قِصَر قاف کے کسرہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ ہے ذُباب سیف: تلوار کی دھار اور طرف۔ رأني رسول الله صلى الله عليه وسلم شاحبا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میرا رنگ اڑا ہوا ہے۔ شاحب: وہ شخص جس کا رنگ متغیر ہو جائے۔ (٥٧)

إن له لأجرين

یعنی اس کے لیے تو دو اجر ہیں، ایک اطاعت خداوندی میں محنت کا اجر اور دوسرا جہاد فی سبیل اللہ

---

(٥٥) إرشادالساري: ١٥٩/١٣

(٥٦) إرشادالساري: ١٥٩/١٣

(٥٧) إرشاد الساري: ١٥٩/١٣، عمدة القاري: ١٨٤/٢٢

كااجر(۵۸) إنه لجاهد مجاهد: وہ محنت کرنے والا بھی تھا اور مجاہد بھی تھا، جاھد سے اللہ تعالیٰ کے دوسرے احکام میں اطاعت کرنے والا مراد ہے اور مجاہد سے اصطلاحی مجاہد مراد ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ ایک مادے کے دو الفاظ کا ذکر بغرض مبالغہ کیا گیا ہو اور مطلب یہ ہو کہ یہ بہت بڑے مجاہد ہیں۔

قَلّ عربي نشأ بها مثلَه

مدینہ منورہ میں اس جیسا عربی کم پیدا ہوا ہے "بها" کی ضمیر مدینہ کی طرف یا "أرض" کی طرف اور یا حرب کی طرف راجع ہے۔(۵۹)

٥٧٩٧ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسِ آبْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ وَمَعَهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ ، فَقَالَ : (وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ ، رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) . قالَ أَبُو قِلَابَةَ : فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَلِمَةٍ ، لَوْ تَكَلَّمَ بِهَا بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوهَا عَلَيْهِ ، قَوْلُهُ : (سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) .
[٥٨٠٩ ، ٥٨٤٩ ، ٥٨٥٦ ، ٥٨٥٧]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی اہلیہ کے پاس تشریف لائے، ان کے پاس ام سلیم بھی تھیں، حضورؐ نے فرمایا...... "انجشہ! تیرا ناس ہو، اپنی حدی کو روک دو شیشوں کی وجہ سے!"...... ابوقلابہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات ارشاد فرمائی کہ اگر تم میں سے کوئی شخص یہ کہتا تو تم اس کو معیوب سمجھتے!

(٥٨ إرشاد الساري: ١٥٩/١٣، عمدة القاري: ١٨٤/٢٢

(٥٩)إرشاد الساري: ١٥٩/١٣، نیز دیکھیے عمدة القاري: ١٨٤/٢٢

(٥٧٩٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب ماجاء في قول الرجل: ويلك (رقم الحديث: ٥٨٠٩) وأخرجه أيضاً في كتاب الأدب، باب من دعا صاحبه فنقص من اسمه حرفاً (رقم الحديث: ٥٨٤٩) وأخرجه أيضاً في كتاب الأدب، باب المعاريض مندوحة عن الكذب (رقم الحديث: ٥٨٥٦، ٥٨٥٧) وأخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب رحمة النبي صلى الله عليه وسلم للنساء وأمر السواق مطاياهن بالرفق بهن: ١٨١١/٤ (رقم الحديث: ٢٣٢٣) وأخرجه النسائي في عمل اليوم والليلة: ١٣٤/٦ (رقم الحديث: ١٠٣٥٩)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرمایا کرتے تھے تو عموماً ازواج مطہرات میں سے ایک دو آپ کے پاس سفر میں رہتیں، وہ اونٹ پر ہودج میں باپردہ سوار ہوتیں، اس اونٹ کو لے جانے کے لیے ایک حبشی غلام مقرر تھا جس کا نام ”انجشہ“ تھا، بلاذری نے نقل کیا ہے کہ اس کی کنیت ”ابوماریہ“ تھی۔ (۶۰)

حدیث باب کا یہ واقعہ بھی ایک سفر ہی کا ہے(۶۱) اونٹوں کی رفتار میں تیزی پیدا کرنے کے لیے حدی خوانی کی جاتی ہے، یہ رجزیہ اشعار ہوتے ہیں جو مخصوص لہجے میں پڑھے جائیں تو اونٹ وجد میں آکر تیزی کے ساتھ جانے لگتے ہیں، ایک موقع پر انجشہ نے اونٹوں کی رفتار بڑھانے کے لیے حدی خوانی شروع کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روکا اور فرمایا کہ انجشہ! تیرا ناس ہو، اس حدی خوانی کو اور اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کو روک دو کیونکہ ان پر شیشہ کی مانند کمزور اور حساس خواتین بیٹھی ہیں۔

رَوید اسم فعل ”أمهل“ امر کے معنی میں ہے ”سوقك“ اس کے لیے مفعول بہ ہے یعنی تم اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کو روک دو اور ان کی رفتار کم کردو...... اور ”سوقك“ سے حدی بھی مراد لے سکتے ہیں، کیونکہ ”حدی“ ”سوق“ کا سبب ہے، سبب بول کر مسبب بطور مجاز مراد لیا جاسکتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنی حدی خوانی کو روک دو۔ (۶۲)

قواریر: قارورۃ کی جمع ہے، قارورۃ شیشہ کے گلاس اور بوتل کو کہتے ہیں۔ (۶۳)

یہاں ”قواریر“ سے خواتین مراد ہیں، شیشے کے ساتھ خواتین کی تشبیہ کمزور ہونے، جلد ٹوٹنے، حساس ہونے اور لطیف و رقیق ہونے میں دی گئی ہے، جس طرح شیشہ ایک حساس، لطیف اور ذرا سی حرکت سے ٹوٹ کر بکھرنے والی شے ہے، اسی طرح عورت بھی ایک صنف نازک اور ضعیف ہے، جو جلد متاثر بھی ہوجاتی ہے اور جلد ٹوٹ بھی جاتی ہے۔ (۶۴)

---

(٦٠)فتح الباري: ١٠/٦٦٦، عمدة القاري: ٢٢/١٨٥

(٦١)فتح الباري: ١٠/٦٦٦، عمدة القاري: ٢٢/١٨٥

(٦٢)فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٥

(٦٣)فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦

(٦٤)فتح الباري: ١٠/٦٦٧، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، فیض الباري: ٤/٣٩٦

رويدك سوقك بالقوارير کے دو مطلب

اس جملہ کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ ایک مطلب تو یہ کہ تم ان اونٹوں کو حدی خوانی کے ذریعہ جلدی مت چلاؤ کیونکہ ان پر شیشے کی مانند کمزور خواتین بیٹھی ہیں، وہ اونٹوں کی تیز رفتاری کی وجہ سے گر کر زخمی ہو سکتی ہیں۔

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی حدی خوانی روک دو، کیونکہ تمہاری خوب صورت آواز کی وجہ سے شیشہ کی مانند حساس خواتین متاثر ہو سکتی ہیں، جس طرح شیشہ بہت جلد ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے، خواتین کے دل بھی اسی طرح جلد متاثر ہو سکتے ہیں، انجشہ کی آواز خوب صورت تھی۔

علامہ خطابی اور طیبی نے یہ دونوں مطلب بیان کیے ہیں (٦٥) ابن بطال نے پہلے مطلب کو اور قاضی عیاض نے دوسرے مطلب کو ترجیح دی ہے (٦٦)...... امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی دوسرے معنی راجح ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "قلت: والراجح عند البخاري الثاني، ولذلك أدخل هذا الحديث في "باب المعاريض" ولو أريد المعنى الأول لم يكن في القوارير تعريض" (٦٧)

اس روایت میں چونکہ حدی خوانی کا ذکر ہے اور حدی میں اشعار ہوتے ہیں، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں ذکر کیا۔ (٦٨)

قال أبوقلابة: فتكلم النبي صلى الله عليه وسلم بكلمة لو تكلم بها بعضكم لعبتموها عليه

یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

(٦٥) فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦

(٦٦) فتح الباري: ١٠/٦٦٨

(٦٧) فتح الباري: ١٠/٦٦٨

(٦٨) عمدة القاري: ٢٢/١٨٥

علیہ وسلم نے ایک ایسی بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی وہ بات کہتا تو تم اس پر عیب لگاتے، بات سے سوقك بالقواریر مراد ہے، ابوذر کے نسخے میں اس کی تصریح ہے۔ (٦٩)

ابو قلابہ کے اس کلام کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ ایک مطلب تو یہ کہ اس میں خواتین کی تشبیہ قواریر یعنی شیشے کے ساتھ دی گئی ہے، دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ ظاہر نہیں، حضرت ابوقلابہ کا مطلب یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان وجہ تشبیہ ظاہر نہیں، اس طرح کا استعارہ اور تشبیہ والا کلام اگر کوئی اور استعمال کرتا تو تم اس پر تنقید کرتے۔ (٧٠)

لیکن ابوقلابہ کے کلام کا یہ مطلب واضح نہیں کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ کا اپنی ذات کے اعتبار سے ظاہر ہونا کوئی ضروری نہیں، بلکہ قرائن سے وجہ تشبیہ کا ظہور کافی ہے اور وہ یہاں بدرجہ اتم موجود ہے، اس استعارے کی خوب صورتی میں کوئی کلام نہیں چہ جائے کہ اس پر کوئی تنقید کرے۔ (٧١)

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ استعارہ اور جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور آپ کی بلاغت وفصاحت مسلم ہے، اس لیے اس پر تمہاری طرف سے تنقید نہیں، اگر اس طرح کا معیاری اور خوب صورت استعارہ اور جملہ کوئی اور استعمال کرتا، تو خوب صورت ہونے کے باوجود تم اپنی ناقدانہ طبیعت کی وجہ سے اس پر ضرور کوئی تنقید کرتے۔

عراقیوں کے مزاج میں چونکہ اعتراض اور تنقید کا مرض بہت زیادہ تھا، حضرت ابوقلابہ نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اس قدر خوب صورت کلام ہے لیکن اس پر تم اگر تنقید کرنے سے خاموش ہو تو صرف اس وجہ سے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک کلام ہے، کوئی اور اس طرح کا کلام کہتا تو تمہاری تنقید سے نہ بچتا، شارحین نے اس دوسرے مطلب کو راجح قرار دیا ہے۔ (٧٢)

---

(٦٩) إرشاد الساري: ١٣/١٦٠، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، فتح الباري: ١٠/٦٦٧

(٧٠) فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، إرشاد الساري: ١٣/١٦١

(٧١) فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، إرشاد الساري: ١٣/١٦١

(٧٢) فتح الباري: ١٠/٦٦٨، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، إرشاد الساري: ١٣/١٦١

فائدہ

اگر کسی کے ذہن میں یہ شبہ آئے کہ قرآن کریم میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہونے کی نفی کی گئی ہے ﴿وما هو بقول شاعرٍ﴾ (٧٣) کہا گیا ہے اور احادیث میں ہے کہ آپ شعر پڑھتے، پڑھواتے تھے۔

اس کا جواب واضح ہے کہ انشاء شعر کی نفی ہے، انشاد شعر کی نہیں، شعر بنانا اور چیز ہے اور شعر پڑھوانا اور!...... لہذا دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں (٧٤) باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منظوم کلام مروی ہے، وہ "شعر" کی تعریف میں داخل نہیں، کیونکہ شعر اس مقفی اور موزوں کلام کو کہتے ہیں جو بالقصد انسان کہے، اتفاقاً اور بے ساختہ کوئی منظوم کلام کہہ دیا جائے تو وہ "شعر" نہیں کہلاتا۔ (٧٥)

قرآن کریم کی کئی آیات کریمہ مختلف بحور کے اوزان پر منطبق ہوتی ہیں اور ابو طیب حجازی نے اپنے رسالہ "قلائد النحور في جواهر البحور" میں ان آیات کو ذکر بھی کیا ہے، چنانچہ بحر کامل، بحر رمل، بحر طویل اور بحر وافر وغیرہ کی مثالیں انھوں نے ذکر کی ہیں لیکن چونکہ وہ اتفاقی ہیں، اس لیے "شعر اصطلاحی" کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔ (٧٦)

---

(٧٣) سورة الحاقة: ٤١

(٧٤) إرشاد الساري: ١٦١/١٣

(٧٥) إرشاد الساري: ١٦١/١٣

(٧٦) علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

فمن ذلك قوله مما هو من البحر الطويل:

أيا من طويل الليل بالنوم قصروا   أنيبوا وكونوا من أناس به تاهوا
وإن شئتموا تحيوا أميتوا نفوسكم   ولا تقتلوا النفس التي حرم الله

ومن البحر الوافر:

صدور الجيش بظفركم إنه   بوافر سهمكم بالكافرين
ويخزهمو وينصركم عليهم   ويشف صدور قوم مؤمنين

ومن الكامل:

مات ابن موسى وهو بحر كامل   فهناكمو جمع الملائك مشترك
يأتيكم التابوت فيه سكينة   من ربكم وبقية مما ترك

اگلے صفحہ پر

٩١ – باب : هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ .

٥٧٩٨ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتِ : اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (فكَيْفَ بِنَسَبِي) . فَقَالَ حَسَّانُ : لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ .

وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عائِشَةَ ، فَقَالَتْ : لَا تَسُبَّهُ ، فَإِنَّهُ كانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ . [ر : ٣٣٣٨]

هجاء اور هجو دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، اس باب سے امام بخاریؒ بعض اشعار کے استحباب کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں..... وأشار بهذه الترجمة إلى أن

گزشتہ سے پیوستہ ومن الرمل:

أيها الأرمل إن رمت عفافا   فتزوج من نساء خيرات
مسلمات مؤمنات قانتات   تائبات عابدات سائحات

ومن مجزو الرمل:

أسعدوا العرمل تجزوا   ذاك أولى ما تعدون
لن تنالوا البر حتى   تنفقوا مما تحبون

ومن السريع:

يا أهل دين الله بشراكمو   أقر مولاكم به عينكم
إذ أنزل الله على المصطفى   اليوم أكملت لكم دينكم

ومن الخفيف:

لا تدع اليتيم يومًا وكن في   شأنه كله رؤوفًا رحيما
أرأيت الذي يكذب بالدين   فذلك الذي يدع اليتيما

ومن المضارع:

وضارع أهيل خير   تنل من رب يقينا
جنانًا مزخرفات   وهم فيها خالدون

ومن المجتث:

اجتث قلبي بذنبي   والله خيرًا يريد
وكيف أخشى ذنوبي   وهو الغفور الودود

إرشادالساري: ١٣/١٦١، ١٦٢

بعض الشعر قديكون مستحبا(۷۷)

طبرانی نے عمار بن یاسر کی روایت نقل کی ہے "لما هجانا المشركون شكونا ذلك إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: قولوا لهم كمايقولو ن لكم"(۷۸) یعنی جب مشرکین نے ہماری ہجو کی، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، حضورؐ نے فرمایا..... "تم بھی ان کی ایسی ہی ہجو کرو جیسے وہ کرتے ہیں"......

روایت باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حسان بن ثابتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نسب کا کیا ہوگا (یعنی مشرکین میں سے بعض کا ہم سے نسبی تعلق ہے، اگر ان کی ہجو ہوگی تو میری ہجو ہوگی) حضرت حسان نے عرض کیا، میں آپ کو اس سے اس طرح نکال دوں گا جس طرح بال آٹے سے نکالا جاتا ہے۔

ھشام اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ کے پاس حسانؓ کو برا بھلا کہا تو انھوں نے کہا حسان کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے۔

كماتُسلُّ الشعرةُ من العجين

یعنی آٹے سے جس طرح بال نکال دیا جاتا ہے اور اس پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوتا، اسی طرح میری ہجو کا کوئی اثر آپ پر نہیں پڑے گا۔(۷۹)

دراصل مشرکین کے بعض شعراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کی ہجو کہی، انصار میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا گیا کہ وہ جواب دیں، انھوں نے کہا مجھے قریش کی شاخوں کا تفصیل سے علم نہیں، حضورؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ انہیں تفصیل بتلادیں، حضرت صدیق اکبرؓ

---

(۷۷)فتح الباري: ۶۶۹/۱۰

(۷۸) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: باب هجاء المشركين ۱۲۳/۸، ۱۲۴، عمدة القاري: ۱۸۶/۲۲، فتح الباري: ۶۶۹/۱۰

(۷۹)فتح الباري: ۶۷۰/۱۰، عمدة القاري: ۱۸۶/۲۲، إرشاد الساري: ۱۶۳/۱۳

نے انہیں آگاہ کیا اور انھوں نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع شروع کیا۔

٥٧٩٩ : حدّثنا أَصْبَغُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَنَّ الْهَيْثَمَ بْنَ أَبِي سِنَانٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ فِي قَصَصِهِ ، يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ) . يَعْنِي بِذَاكَ ٱبْنَ رَوَاحَةَ ، قالَ :

فِينَا رَسُولُ ٱللهِ يَتْلو كِتَابَهُ ⠀⠀ إِذَا ٱنْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا ⠀⠀ بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ ما قالَ وَاقِعُ
يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ ⠀⠀ إِذَا ٱسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

وَقالَ الزُّبَيْدِيُّ : عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدٍ ، وَالْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . [ر : ١١٠٤]

باب کی اس دوسری روایت میں ہیثم بن ابی سنان کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو سنا، وہ وعظ و نصیحت اور قصص بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے، کہہ رہے تھے "إن أخالكم لا يقول الرفث" "تمہارا بھائی فحش بات نہیں کہتا، ان کی مراد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے تھی، حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے مذکورہ اشعار سنانے سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ ابن رواحہ فحش گو شاعر نہیں تھے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حقائق بیان کرتے اور پھر ان کے تین شعر سنائے، جن کا ترجمہ ہے:

❶ اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، جس وقت فجر طلوع ہوتی ہے......

❷ انھوں نے ہمیں گمراہی کے بعد سیدھا راستہ دکھایا چنانچہ ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ انھوں نے فرمایا وہ ہو کر رہے گا......

❸ وہ رات اس حال میں گذارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے علیحدہ ہوتا ہے، جب کہ مشرکین کی خوابگاہیں ان سے بوجھل ہوتی ہیں۔

معروف...... ساطع: معروف سے روشنی مراد ہے، ساطع کے معنی بلند اور ظاہر کے ہیں یعنی صبح کی روشنی ظاہر ہوتی تھی۔

تابعه عقيل عن الزهري...... وقال الزبيدي......

عقیل بن خالد کی متابعت کو امام طبرانی نے اور محمد بن الولید زبیدی کی تعلیق کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (٨٠)

٥٨٠٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ محمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ : أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ : يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَيَقُولُ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، نَشَدْتُكَ اللّٰهَ ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (يَا حَسَّانُ ، أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ) . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : نَعَمْ . [ر : ٤٤٢]

٥٨٠١ : حدّثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِحَسَّانَ : (اهْجُهُمْ - أَوْ قَالَ : هَاجِهِمْ - وَجِبْرِيلُ مَعَكَ) . [ر : ٣٠٤١]

روایت میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو گواہ بنا کر کہا کہ ابو ہریرہ! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے "یا حسان! أجب عن رسول الله ، اللهم أيّده بروح القدس"...... حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: نعم (جی ہاں)

اهجهم أوقال: هاجهم

راوی کو شک ہے اهجهم کہا یا هاجهم، پہلا باب نصر سے امر حاضر اور دوسرا باب مفاعلہ سے امر حاضر کا صیغہ ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے کہا کہ تم ان مشرکین کی ہجو کرو، حضرت جبریل تمھارے ساتھ ہیں۔

---

(٨٠)فتح الباري، كتاب التهجد، باب فضل من تعارّ من الليل فصلى: ٣/٤٢، عمدة القاري: ٢٢/٢١٥، إرشاد الساري: ١٣/١٦٤

٩٢ - باب : ما يُكْرَهُ أَنْ يَكُونَ الْغَالِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ الشِّعْرُ ، حَتَّى يَصُدَّهُ عَنْ ذِكْرِ ٱللهِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ .

٥٨٠٢ : حدّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا) .

٥٨٠٣ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا) .

شعر کہنا کب مکروہ ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر شعر کا مشغلہ اس طرح غالب آجائے کہ اللہ کے ذکر، قرآن کی تلاوت اور دوسرے امور خیر کے لیے رکاوٹ بن جائے تو یہ مکروہ ہے، اشعار کہنے، پڑھنے اور پڑھوانے کی اجازت اسی صورت میں ہے کہ جب وہ ان امورِ خیر کے لیے باعث خلل نہ ہو۔ (٨١)

چنانچہ روایت باب میں ہے کہ تم میں سے کسی کے پیٹ کا ایسے پیپ سے بھر جانا جو اسے خراب کردے اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے بھرا ہو۔

"قيحا يريه" موصوف صفت ہے، "قيحا" موصوف اور "يريه" اس کی صفت ہے، يَرِي باب ضرب سے ہے، وَرَى...... وَرْيًا: پیپ کا پیٹ کو خراب کردینا۔ (٨٢)

اس حدیث میں شعر یاد رکھنے کی مذمت بیان کی گئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو اس

(٥٨٠٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الشعر: ١٧٦٩/٤ (رقم الحديث: ٢٢٥٧) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب ما كره من الشعر: ١٢٣٦/٢ (رقم الحديث : ٣٧٥٩)

(٨١) فتح الباري: ٦٧٢/١٠، نیز دیکھیے عمدة القاري: ١٨٨/٢٢، إرشاد الساري: ١٦٥/١٣-١٦٦، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣٢٨/٩

(٨٢) النهاية لابن الأثير "مادة ورى" : ١٧٨/٥، مجمع بحار الأنوار "مادة ورى" : ٤٥/٥

صورت پر محمول کیا ہے، جب شعر دوسرے امور خیر اور حقوق اللہ ذکر، تلاوت وغیرہ پر غالب رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے جسے طحاوی اور ابن عدی نے نقل کیا ہے کہ جب ان کی خدمت میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث پیش کی گئی تو انھوں نے کہا "لم يحفظ، إنما قال: أن يمتلئ شعرا هُجيتُ به" حضرت ابوہریرہ کو یاد نہیں رہا۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد مطلقاً ہر شعر کے بارے میں نہیں فرمایا تھا، بلکہ ان اشعار سے متعلق تھا جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کی گئی ہو۔ (۸۳)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "هجيت به" کا یہ اضافہ سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں۔ (۸۴)

٩٣ – باب: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: (تَرِبَتْ يَمِينُكَ). وَ: (عَقْرَى حَلْقَى).

٥٨٠٤: حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ. إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ ٱسْتَأْذَنَ عَلَيَّ بَعْدَما نَزَلَ ٱلْحِجَابُ، فَقُلْتُ: وَٱللهِ لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ، فَإِنَّ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي ٱمْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي ٱمْرَأَتُهُ؟ قالَ: (ٱئْذَنِي لَهُ، فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ). قالَ عُرْوَةُ: فَبِذٰلِكَ كانَتْ عائِشَةُ تَقُولُ: حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ ما يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ. [ر: ٢٥٠١]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابوالقیس کے بھائی افلح نے پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد مجھ سے اندر آنے کی اجازت چاہی تو میں نے کہا میں اجازت نہیں دوں گی، جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں، اس لیے کہ ابوالقعیس کے بھائی نے مجھے دودھ نہیں پلایا ہے، بلکہ مجھ کو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے

---

(۸۳) فتح الباري: ١٠/٦٧٢، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٨٩، إرشاد الساري: ١٣/١٦٦

(٨٤) فتح الباري: ١٠/٦٧٢

عرض کیا، یارسول اللہ! مرد نے مجھ کو دودھ نہیں پلایا ہے بلکہ اس کی بیوی نے مجھ کو دودھ پلایا ہے، حضورؐ نے فرمایا، اس کو اجازت دیدو، اس لیے کہ وہ تمھارا چچا ہے، اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رضاعت کے سبب سے ان رشتوں کو حرام سمجھو جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

اس حدیث پر کلام، کتاب النکاح میں، باب لبن الفحل کے تحت گذر چکا ہے۔(☆)

۵۸۰۵ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا الحَكَمُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَنْفِرَ ، فَرَأَى صَفِيَّةَ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً ، لِأَنَّهَا حاضَتْ ، فَقَالَ : (عَقْرَى حَلْقَى – لُغَةُ قُرَيْشٍ – إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا) . ثُمَّ قالَ : (أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ) . – يَعْنِي الطَّوَافَ – قالَتْ : نَعَمْ ، قالَ : (فَٱنْفِرِي إِذًا) .
[ر : ۳۲۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا ارادہ کیا تو صفیہ کو دیکھا کہ اپنے خیمے کے دروازے کے پاس غمگین کھڑی ہیں، اس لیے کہ انہیں ماہواری شروع ہو گئی تھی، آپ نے فرمایا، مونڈی کاٹی (یہ قریش کی زبان میں استعمال ہوتا ہے) بے شک تو ہمیں روکنے والی ہے، پھر فرمایا کہ کیا تو نحر کے دن طواف افاضہ کر چکی ہے، حضرت صفیہؓ نے کہا، ہاں، تو آپ نے فرمایا پھر تو بھی چل۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کئی الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بطور محاورہ یا خاص مواقع پر خصوصی استعمال کے لیے رائج ہو جاتے ہیں اور ان کے لغوی معنی مراد نہیں لیے جاتے، اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا درست ہے، مثلاً ایک جملہ "تربت یداك" ہے، اس کے لغوی معنی ہیں کہ تمھارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہو جائیں لیکن یہ جملہ عموماً بددعا کے لغوی معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی کام پر ابھارنے کے لیے یا مدح میں مبالغہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ کام آپ ضرور کریں، اگر نہیں کریں گے تو آپ کے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں گے، یا مدح میں مبالغہ کے

(☆) دیکھیے کشف الباري، کتاب النکاح: ۱۸۷- ۱۹۹

لیے استعمال ہوتا ہے، مثلاً شاعر کو کسی شعر پر داد دیتے ہوئے کہا جاتا ہے قاتله الله، لقد أحاد (٨٥)

اسی طرح کے دو لفظ اور ہیں: عَقْرَی اور حَلْقَی فعلی کے وزن پر مؤنث ہیں أي عقرها اللہ یعنی اللہ اس کو کاٹ دیں، اور حلقي کے معنی ہیں حلقها الله: اللہ اس کے حلق میں تکلیف پیدا کردے۔

عَقْراً اور حَلْقًا تنوین کے ساتھ بھی مروی ہے، اس صورت میں یہ مفعول مطلق ہیں: أي عقرها الله عَقْراً و حلقها حَلْقاً (٨٦)

اس کی کچھ تفصیل کشف الباری، کتاب الطلاق، باب قول الله تعالی: ﴿ولایحل لهن أن یکتمن...... ﴾ "میں گذر چکی ہے۔ (٨٧)

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو روایتیں نقل کی ہیں، پہلی روایت میں "تربت یمینك" اور دوسری روایت میں "عقری حلقی" استعمال ہوا ہے۔

دوسری روایت میں ہے" لغة قریش" یعنی عقری اور حلقی یہ قریش کی لغت ہے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: أي هذه اللفظة أعني عقري حلقى لغة قريش يطلقونها ولايريدون حقيقتها (٨٧الف)

٩٤ – باب : ما جاءَ في زَعَمُوا .

٥٨٠٦ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ ٱللهِ : أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ : ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ عامَ الْفَتْحِ ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ٱبْنَتُهُ تَسْتُرُهُ ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (مَنْ هٰذِهِ) . فَقُلْتُ : أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ ، فَقَالَ : (مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ) . فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ ، مُلْتَحِفًا في ثَوْبٍ وَاحِدٍ ، فَلَمَّا ٱنْصَرَفَ قُلْتُ :

---

(٨٥) فتح الباري: ٦٧٤/١٠، عمدة القاري: ١٩٠/٢٢، إرشاد الساري: ١٦٧/١٣

(٨٦) النهاية لابن الأثير: ٢٧/٣- ٢٧٢، مجمع بحار الأنوار: ٦٤٠/٣- ٦٣٩

(٨٧) کشف الباري، کتاب الطلاق: ٥٧٢- ٥٧٣

(٨٧الف) عمدة القاري: ١٩١/٢٢

يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلاً قَدْ أَجَرْتُهُ ، فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ) . قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ : وَذَاكَ ضُحًى . [ر : ٢٧٥]

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے شاید امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو امام ابوداود اور امام احمد نے ابوقلابہ کے طریق سے نقل کی ہے جس میں "زعموا" کے بارے میں کہا گیا کہ بئس مطية الرجل (٨٧) یعنی یہ آدمی کی بری سواری ہے۔

دراصل جب کوئی آدمی جھوٹ بولنا چاہتا ہے اور اس کی ذمہ داری بھی اپنے سر نہیں لینا چاہتا، یا ایسی بات کہنا چاہتا ہے جس کی حقیقت کا اس کو پوری طرح علم نہیں تو ایسی صورت میں وہ بات کو اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے کہہ دیتا ہے "لوگوں کا خیال ہے......" حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ جھوٹ پھیلانے اور عام کرنے کا ایک ذریعہ ہے، جس طرح سواری مسافت طے کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے، آدمی جب پیدل چلنا نہیں چاہتا تو سواری پر سوار ہو جاتا ہے، اسی طرح جب کوئی جھوٹ بولنا چاہتا ہے اور اس کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا تو "زعموا" کہہ کر جھوٹ پھیلا دیتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے تحت ایسی کوئی حدیث نقل نہیں فرمائی جس میں "زعموا" کہنے سے منع کیا ہو، بلکہ حضرت ام ھانی کی حدیث نقل فرمائی جس میں انھوں نے "زعم ابن أمي" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، مقصد اور حاصل یہ ہے کہ جھوٹ کے لیے سہارا لیتے ہوئے اس لفظ کا استعمال درست نہیں، ہاں اگر یہ غرض نہیں تو پھر اس لفظ کو استعمال کرنا جائز ہے، چنانچہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ "فیض الباری" میں فرماتے ہیں:

> "وفيه الحديث: بئس مطية الرجل: زعموا " فإن الإنسان إذا أراد أن يتكلم بأمر يعلم أنه كذب يصدره بتلك الكلمة، ويقول: زعم الناس كذلك، كأنه لايحمله على نفسه ، ويعزوه إلى النّاس احترازاعن صريح

---

(٨٧) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الرجل يقول: زعموا : ٢٩٤/٤ (رقم الحديث: ٧٢٤٩) وأحمد في مسنده: ١١٩/٤ـ ٤٠١/٥

الكذب والزور، فالمعنى: أن تلك الكلمة آلة لإشاعة الزور، كما أن المطية آلة لقطع السفر، فإذا أراد الرجل أن لايمشي على أقدامه، ركب راحلته، وذهب كذلك إذا أراد أن يتكلم بالكذب ولايحمله على نفسه، قال: زعموا، فأجرى الكذب بين الناس، والمصنف لم يخرج الحديث في النهي عنه ، بل أخرج حديثا فيه: أن أم هانئ تكلمتُ بها، قالت: زعم ابن أمي...... والحاصل: أن النهي في موضعه، والإباحة في موضعها، ولا كلية في مثل هذه الأبواب......"(٨٧)

② حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے "الأبواب والتراجم" میں فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اصل میں لفظ "زعم" کے استعمال کے جواز کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، ابوداود کی روایت سے اس کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے، امام نے حدیث باب ذکر کرکے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا کہ مطلقا اس کا استعمال ممنوع نہیں، بلکہ جب اس کو جھوٹ بولنے کا سہارا بنایا جائے تب ممنوع ہے۔(٨٨)

حدیث باب میں "ابن أمي" سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، رجلا قد أجرْتُه (میں نے ایک آدمی کو پناہ دی ہے) سے حارث بن ہشام مخزومی مراد ہیں(٨٩)، یہ حدیث کئی بار گذر چکی ہے۔

٩٥ – باب : ما جاءَ في قَوْلِ الرَّجلِ : وَيْلَكَ .

٥٨٠٧ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بَدَنَةً ، فَقَالَ : (ٱرْكَبْهَا) . قالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ ، قالَ : (ٱرْكَبْهَا) . قالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ ، قالَ : (ٱرْكَبْهَا وَيْلَكَ) . [ر : ١٦٠٥]

---

(٨٧)فيض الباري: ٤/٣٩٧، ٣٩٨)

(٨٨)الأبواب والتراجم: ٢/١١٨

(٨٩) إرشادالساري: ١٣/١٦٩، عمدة القاري: ٢٢/١٩١

٥٨٠٨ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بَدَنَةً ، فَقَالَ لَهُ : (ٱرْكَبْهَا) . قالَ : يَا رَسُولُ ٱللهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ ، قالَ : (ٱرْكَبْهَا وَيْلَكَ) . في الثَّانِيَةِ أَوْ في الثَّالِثَةِ . [ر : ١٦٠٤]

پہلی روایت حضرت انس اور دوسری حضرت ابوہریرہؓ سے ہے، دونوں میں ایک ہی واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ ہنکاتے جارہا تھا، حضور نے اس سے فرمایا، اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا، یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے دوسری یا تیسری بار میں فرمایا، ارکبها ويلك: تیرا ناس ہو، اس پر سوار ہو جاؤ۔

٥٨٠٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ – عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ – وَأَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : كانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ في سَفَرٍ ، وَكانَ مَعَهُ غُلَامٌ لَهُ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ ، يَحْدُو ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ ، رُوَيْدَكَ بِالْقَوَارِيرِ)
[ر : ٥٧٩٧]

٥٨١٠ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ٱبْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (وَيْلَكَ ، قَطَعْتَ عُنُقَ أَخِيكَ – ثَلَاثًا – مَنْ كانَ مِنْكُمْ مادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ : أَحْسِبُ فُلَانًا ، وَٱللهُ حَسِيبُهُ ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى ٱللهِ أَحَدًا ، إِنْ كانَ يَعْلَمُ) . [ر : ٢٥١٩]

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا، ويلك! تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، تین بار یہ جملہ آپ نے فرمایا، پھر فرمایا، تم میں جس کسی کو تعریف کرنا ہی ہو تو یوں کہے "میرا گمان یہ ہے، اللہ اس کا نگہبان ہے، اللہ کے سامنے میں کسی کا تزکیہ نہیں کرتا ہوں"، اگر تعریف کرنے والا اس کو جانتا ہے۔

لفظ ویل کا استعمال

تربت يداك، عقری، حلقی کی طرح ایک لفظ "ويلك" بھی استعمال ہوتا ہے، "ویل" کے معنی ہلاکت کے ہیں، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ "ویل" جہنم کی ایک جگہ کا نام ہے(٩٠) اس لفظ کو بھی

---

(٩٠) الجامع لأحكام القرآن: ١٩/ ٢٥٠

عربی زبان میں معنی لغوی کے اعتبار سے نہیں بلکہ تعجب وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ احادیث باب میں استعمال ہوا ہے، یہ مقصد سابقہ ترجمۃ الباب سے حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر مستقل باب قائم کیا، اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ لفظ سابقہ الفاظ کے مقابلہ میں معنوی اعتبار سے زیادہ سخت ہے (۹۱) اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لفظ "ویل" کی ممانعت پر ایک حدیث حضرت عائشہؓ سے منقول ہے جو خرائطی نے نقل کی ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاتجزعي من الويح، فإنه كلمة رحمة، ولكن اجزعي من الويل" (۹۲) یعنی لفظ "ویح" سے نہ گھبرائیں کیونکہ وہ تو رحمت کا کلمہ ہے، البتہ لفظ "ویل" سے گھبرانا چاہیے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب سے شاید اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ (۹۳)

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے نو احادیث ذکر فرمائی ہیں، وہ تمام پہلے گذر چکی ہیں اور ان سب میں لفظ "ویل" استعمال ہوا ہے یا "ويحك" استعمال ہوا ہے، ویح اور ویل دونوں کے معنی ایک ہیں (۹۴) بعضوں نے فرق کیا ہے کہ ویل کلمۂ ہلاکت اور ویح کلمہ رحمت ہے، علامہ عینی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "وأكثر أهل اللغة على أنّ ويل كلمة عذاب، وويح كلمة رحمة" (۹۵)

٥٨١١ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالضَّحَّاكِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قَسْمًا ، فَقَالَ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ اعْدِلْ ، قَالَ : (وَيْلَكَ ، مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ) . فَقَالَ عُمَرُ : ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ ، قَالَ : (لَا ، إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا ، يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمُرُوقِ السَّهْمِ مِنَ

---

(۹۱) الأبواب والتراجم: ٢/١١٨

(۹۲) فتح الباري: ١٠/٦٧٧، إرشاد الساري: ١٣/١٧١

(۹۳) فتح الباري: ١٠/٦٧٧

(۹٤) فتح الباري: ١٠/٦٧٧، عمدة القاري: ٢٢/١٩١، إرشاد الساري: ١٣/١٧١

(۹٥) فتح الباري: ١٠/٦٧٧، عمدة القاري: ٢٢/١٩١

الرَّمِيَّةِ ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ ، يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ ، أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ) .

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : أَشْهَدُ لَسَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَأَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِينَ قَاتَلَهُمْ ، فَالْتُمِسَ فِي الْقَتْلَى فَأُتِيَ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ٣٤١٤]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ ذوالخویصرہ نے جو بنی تمیم کا ایک فرد تھا، کہا، یارسول اللہ! انصاف سے تقسیم فرمایئے، آپ نے فرمایا، تیری خرابی ہو، میں عدل سے کام نہ لوں گا تو پھر کون عدل کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا (یارسول اللہ) اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑادوں، آپ نے فرمایا نہیں (ایسا نہ کرو) اس لیے کہ اس کے بعض ساتھی ایسے ہوں گے کہ تم میں سے ایک شخص ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنی نماز اور روزے کو حقیر سمجھے گا، حالانکہ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، نہ اس تیر کے پیکان پر کچھ نشان ہوتا ہے اور نہ اس کے نیچے اور نہ اس کے پروں پر کچھ باقی ہوتا ہے، وہ تیر گوبر اور خون سے بالکل صاف نکل جاتا ہے، یہ لوگ مسلمانوں میں تفرقہ کے وقت ظاہر ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک شخص ہوگا، جس کا ہاتھ ایسا ہوگا جیسے عورت کے پستان، یا جیسے گوشت کا لوتھڑا جو حرکت کرتا ہو (حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور (اس کی بھی) گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ اس جنگ کے وقت موجود تھا، وہ شخص مقتولوں میں تلاش کیا گیا تو اسی طرح ملا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

اس حدیث میں چند الفاظ دیکھ لیں: رِصاف: یہ رَصَفَة کی جمع ہے: وهي عصبة تلوي فوق مدخل النصل: تیر کے پھل کو داخل کرنے کی جگہ بندھی ہوئی تانت! نَصْل: لوہے کو کہتے ہیں، تیر میں جو لوہا ہوتا ہے اسے کہتے ہیں۔ نَضِيّ (نون کے فتحہ اور ضاد کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) تیر کی لکڑی کو

کہتے ہیں، وهو القدح أي عود السهم۔ قُذَذ (قاف کے ضمہ اور ذال کے فتحہ کے ساتھ) یہ قُذَّة (قاف کے ضمہ اور ذال کی تشدید کے ساتھ) کی جمع ہے، وهو ريش السهم: تیر کے پروں کو کہتے ہیں۔ بَضْعَة (باء کے فتحہ اور ضاد کے سکون کے ساتھ) گوشت کا ٹکڑا، تَدَرْدر: حرکت کرنا۔(٩٦)

سَبَقَ الفَرْث والدم یعنی وہ تیر گوبر اور خون سے بالکل صاف نکل جاتا ہے...... يخرجون على حين فرقة من الناس: وہ لوگوں کے افتراق اور انتشار کے زمانہ میں خروج کریں گے، چنانچہ خوارج کا حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کے زمانہ میں خروج ہوا۔

٥٨١٢ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الحَسَنِ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكْتُ ، قالَ : (وَيْحَكَ) . قالَ : وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ ، قالَ : (أَعْتِقْ رَقَبَةً) . قالَ : ما أَجِدُهَا ، قالَ : (فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ) . قال : لَا أَسْتَطِيعُ ، قالَ : (فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا) . قالَ : ما أَجِدُ ، فَأُتِيَ بِعَرَقٍ ، فَقَالَ : (خُذْهُ فَتَصَدَّقْ بِهِ) . فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَعَلَى غَيْرِ أَهْلِي ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، ما بَيْنَ طُنُبَيِ المَدِينَةِ أَحْوَجُ مِنِّي ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ، قالَ : (خُذْهُ) .

تَابَعَهُ يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خالِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : (وَيْلَكَ) .
[ر : ١٨٣٤]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا، تیری خرابی ہو (کیا ہوا) اس نے عرض کیا، میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کرلی، آپ نے فرمایا، ایک غلام آزاد کر، اس نے کہا، میرے پاس غلام نہیں، آپ نے فرمایا، پھر دو مہینے متواتر روزے رکھ لے، اس نے کہا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا، اس نے کہا، میرے پاس نہیں ہے، چنانچہ ایک عرق (ایک پیمانہ یا تھیلا) لایا گیا (جس میں کھجوری تھیں) آپ نے فرمایا، اس کو لے جا اور صدقہ کر، اس نے

---

(٩٦) عمدة القاري: ٢٢/١٩٣، إرشاد الساري: ١٣/١٧٢

پوچھا، یارسول اللہ! کیا اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسروں کو (دوں)؟ قسم ہے، اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں، آپ نے فرمایا، تو اس کو لے لے۔

عَرَق (عین اور راء کے فتحہ کے ساتھ) تھیلے کو کہتے ہیں۔ طُنُبَي المدينة: مدینہ منورہ کے دونوں طرف...... طُنُب (طاء اور نون کے ضمہ کے ساتھ) سے طرف اور ناحیہ مراد ہے، علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں طنب واحد أطناب: الخيمة فاستعاره للطرف وللناحية(۹۷) اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں شبه المدينة بفسطاط مضروب، وحرتا ها بالطنبين یعنی طُنُب خیمہ یا شامیانہ باندھنے کی رسی کو کہتے ہیں، مدینہ منورہ کے دونوں طرف کے لیے اس لفظ کا استعمال بطور استعارہ ہے، مدینہ منورہ کو خیمہ کے ساتھ اور اس کے دونوں اطراف کو خیمہ کی رسیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے(۹۸)

تابعه يونس عن الزهري، وقال عبدالرحمن بن خالد عن الزهري: ويلك

یونس کی متابعت بیہقی نے موصولاً نقل کی ہے(۹۹) اور عبدالرحمٰن کی روایت میں "ويحك" کے بجائے "ويلك" ہے، اس تعلیق کو امام طحاویؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۰۰)

۵۸۱۳ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ أَعْرَابِيًّا قالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْهِجْرَةِ ، فَقَالَ : (وَيْحَكَ ، إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (فَٱعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ ، فَإِنَّ ٱللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا) . [ر : ١٣٨٤]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۹۷) إرشاد الساري: ١٣/ ١٧٤

(۹۸) شرح الكرماني: ٢٢/ ٣٢

(۹۹) فتح الباري: ١٠/ ٦٧٨، عمدة القاري: ٢٢/ ١٩٤

(١٠٠) فتح الباري: ١٠/ ٦٧٨، عمدة القاري: ٢٢/ ١٩٤

سے کہنے لگا، یارسول اللہ! مجھے ہجرت کے بارے میں خبر دیجیے، آپ نے فرمایا، تیرا ناس ہو، ہجرت کا معاملہ تو بڑا سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا، کیا تم ان کی زکوۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا "تب تم بستیوں کی اُس جانب میں (اپنے گھر ہی میں رہ کر) عمل کیا کرو، اللہ تمہارے عمل میں سے کمی نہیں کرے گا۔

وراء البِحار: یہ بَحْرَة کی جمع ہے، بستی کو کہتے ہیں، شارحین لکھتے ہیں: وهي القرية، سميت بحرة لاتساعها(۱۰۱)

لن يَتِرك: أي لن ينقصك...... وتر يتر تِرَةً کے معنی کم کرنے کے ہیں۔(۱۰۲) قرآن کریم میں ہے ﴿ولن يتركم أعمالكم﴾(۱۰۳)

٥٨١٤ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ الحَارِثِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمدِ بْنِ زَيْدٍ : سَمِعْتُ أَبِي ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ – قالَ شُعْبَةُ : شَكَّ هُوَ – لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ) .

وَقالَ النَّضْرُ ، عَنْ شَعْبَةَ : (وَيْحَكُمْ) . وَقالَ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ : (وَيْلَكُمْ ، أَوْ وَيْحَكُمْ) . [ر : ١٦٥٥]

حدیث باب کی مختلف توجیہات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض یعنی میرے بعد کافر مت بن جانا کہ تم میں سے بعض، بعض کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔

ایک دوسری کی گردنیں مارنا اور قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ فاسق تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا، یہاں "لاترجعوابعدي كفارا" کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرب رقاب کفر ہے،

---

(۱۰۱) فتح الباري: ۱۰/٦٧٩، عمدة القاري: ۲۲/۱۹٥، إرشاد الساري: ۱۳/۱۷٤

(۱۰۲) عمدة القاري: ۲۲/۱۹٥، فتح الباري: ۱۰/٦٧٩

(۱۰۳) سورة محمد: ۳٥

اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں:

❶ یہ حکم مستحل کے حق میں ہے یعنی جو مسلمان کے ساتھ قتال کو شرعاً حلال و جائز سمجھے۔

❷ کفر سے اصطلاحی کفر نہیں، بلکہ کفرانِ نعمت مراد ہے یعنی تم میرے بعد نعمتِ اسلام کی ناشکری مت کرنا کہ آپس میں قتال شروع کردو۔

❸ علامہ خطابیؒ نے فرمایا کہ یہاں کفار سے مسلح ہونا مراد ہے، یہ تکفر بالسلاح سے ہے، جس کے معنی اسلحہ پہننے کے ہیں۔(۱۰۴)

❹ اس سے فعل کفار مراد ہے، تم کافر مت بننا یعنی کافروں والا فعل مت اختیار کرنا، علامہ طیبیؒ نے شرح مشکاۃ میں اس توجیہ کو "اظہر" قرار دیا۔(۱۰۵)

قاضی عیاض نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔(۱۰۶)

یہ حدیث کتاب المغازی میں باب حجۃ الوداع کے تحت گذر چکی ہے۔ یضرب بعضکم میں یضرب مجزوم بھی ہوسکتا ہے جواب نہی کی وجہ سے اور استیناف کی وجہ سے مرفوع بھی ہوسکتا ہے۔(۱۰۷)

۵۸۱۵ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، مَتَى السَّاعَةُ قَائِمَةٌ ؟ قَالَ : (وَيْلَكَ ، وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا) . قَالَ : مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ، قَالَ : (إِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ) . فَقُلْنَا : وَنَحْنُ كَذٰلِكَ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . فَفَرِحْنَا يَوْمَئِذٍ فَرَحًا شَدِيدًا ، فَمَرَّ غُلَامٌ لِلْمُغِيرَةِ وَكَانَ مِنْ أَقْرَانِي ، فَقَالَ : (إِنْ أُخِّرَ هٰذَا ، فَلَنْ يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ) .

وَاخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ : سَمِعْتُ أَنَسًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۳٤۸٥]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(۱۰٤) شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة...... : ۱۰۲/۷

(۱۰٥) شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة: ۱۰۲/۷ (رقم الحديث: ۳٥۳۷)

(۱۰٦) شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة...... : ۱۰۲/۷

(۱۰۷) شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة...... : ۱۰۳/۷

خدمت میں آیا اور پوچھنے لگا، یارسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا، تیرا ناس ہو، تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا "اور تو کچھ تیاری نہیں البتہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے"...... آپ نے فرمایا تو (آخرت) میں تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کے ساتھ محبت کرتے ہو، اس پر ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم بھی اسی طرح ہوں گے، آپ نے فرمایا، ہاں، اس دن ہم لوگ بڑے خوش ہوئے...... اتنے میں مغیرہ کا ایک غلام گذرا جو میرا ہم سن تھا، آپ نے فرمایا اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آجائے گی۔

حدیث باب کے دو مطلب

إنْ أُخِرَ هذا ، فلن يدركه الهرم حتى تقوم الساعة

بعض روایتوں میں "لئن عُمِّر......" ہے(۱۰۸)، یعنی اس لڑکے کو اگر زندگی مل گئی تو ابھی اس کو بڑھاپا نہیں آیا ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی، اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ یہ ارشاد معنی حقیقی پر محمول نہیں، بلکہ اس سے قربِ قیامت کو مبالغۃً بتلانا مقصود ہے کہ قیامت تو اس بچے کے بڑھاپے سے پہلے پہلے آنے والی ہے۔(۱۰۹)

❷ یہ ارشاد اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے اور یہ مخاطبین کے اعتبار سے کہا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس لڑکے کے بڑھاپے سے پہلے پہلے تم سب کی قیامت آجائے گی، "الساعة" سے مراد موت ہے یعنی تم سب کی موت آجائے گی اور جب موت آگئی تو تمہاری قیامت بھی آگئی۔(۱۱۰) ایک روایت میں ہے، من مات فقد قامَتْ قيامته یعنی جو آدمی مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔(۱۱۱)

مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے اس کی مکمل وضاحت ہوجاتی ہے، اس میں

---

(۱۰۸) فتح الباري: ۶۸۱/۱۰

(۱۰۹) فتح الباري: ۶۸۱/۱۰، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۱۹۶/۲۲، إرشاد الساري: ۱۷۶/۱۳

(۱۱۰) فتح الباري: ۶۸۱/۱۰

(۱۱۱) كشف الخفاء ومزيل الإلباس: ۲۷۹/۲ (رقم الحديث: ۲۶۱۸) إتحاف السادة المتقين: "باب بيان حقيقة الصبر ومعناه": ۱۱/۹

ہے "کان الأعراب إذا قدموا علی النبي صلی اللّٰه علیه وسلم، سألوه عن الساعة: متی الساعة؟فینظر إلی أحدث إنسان منهم سنا، فیقول: إن یعش هذا حتی یدرکه الهرم، قامت علیکم ساعتکم"(۱۱۲)...... یعنی دیہاتی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قیامت کے بارے میں پوچھتے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے کم عمر کو دیکھ کر فرماتے کہ یہ اگر زندہ رہا تو بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے پہلے تمہاری قیامت آجائے گی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ مسلم شریف کی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وهذه الروایة روایة واضحة یفسربها کل ما ورد من الألفاظ المشکلة في غیرها"(۱۱۳)

یعنی یہ روایت ایسی واضح ہے کہ اس کے دوسرے طرق میں وارد مشکل الفاظ کی تفسیر و تشریح اس سے ہو جاتی ہے۔

جس لڑکے کا روایت باب میں ذکر ہے، اس کا نام بعض روایات میں محمد اور بعض میں سعد آیا ہے۔(۱۱۴)

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ "فیض الباری" میں صدر شیرازی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"إن الساعة ساعة صغری، وهي بموته، وساعة وسطی وهي بموت أقرانه، وساعة کبری، وهي من نفخ الصور، والمراد ههنا الصغری أو الواسطی، والمعنی مالکم وللساعة الکبری وإن ساعتکم التي آتیة علیکم هي بموت أقرانکم، ویؤیده ماعندالبخاري: (ص٩٦٤،طبع الهند)في کتاب الرقاق، باب سکرات الموت: لایدرکه الهرم حتی تقوم علیکم ساعتکم، قال هشام: یعني موتهم، ففیه بیان أن المراد من الساعة الساعة الوسطی"(۱۱۵)

---

(١١٢)الحدیث أخرجه مسلم في کتاب الفتن، باب قرب الساعة: ٤٠٦/٢

(١١٣)فتح الباري: ٦٨١/١٠، إرشاد الساري: ١٧٦/١٣

(١١٤)فتح الباري: ٦٨٠/١٠، عمدة القاري: ١٩٦/٢٢

(١١٥)فیض الباري: ٣٩٩/٤-٣٩٨

یعنی قیامت کی تین قسمیں ہیں، ایک قیامت صغریٰ، وہ انسان کی موت سے آجاتی ہے، دوم قیامت وسطیٰ، وہ ہم عمروں کی موت سے واقع ہو جاتی ہے، سوم قیامت کبریٰ، اس کی ابتدا نفخ صور سے ہوگی، یہاں حدیث میں قیامت سے یا قیامت صغریٰ مراد ہے یا وسطیٰ! حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم قیامت کبریٰ کا کیوں پوچھ رہے ہو، تمہاری قیامت تو اسی وقت واقع ہو جائے گی جب تمہارے ہم عمروں کی موت آجائے گی، اس کی تائید صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام نے باب سکرات الموت میں ذکر کی ہے، وہاں "لایدرکه الموت حتی تقوم علیکم ساعتکم" میں "ساعة" کی تشریح ہشام نے موت سے کی ہے۔

٩٦ – باب : عَلَامَةِ الْحُبِّ فِي ٱللهِ عَزَّ وَجَلَّ .

لِقَوْلِهِ : «إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ ٱللهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ ٱللهُ» /آل عمران: ٣١/ .

٥٨١٦/٥٨١٧ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قالَ : (الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ) . –

(٥٨١٧) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : جاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ) .

تَابَعَهُ جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، وَسُلَيْمانُ بْنُ قَرْمٍ ، وَأَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

٥٨١٨ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى قالَ : قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ ؟ قالَ : (الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ) .
تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ .

(٥٨١٧) الحديث أخرجه مسلم في كتاب البروالصلة والآداب، باب المرء مع من أحب: ٢٠٣٤/٤ (رقم الحديث: ٢٦٤٠) وأخرجه الترمذي في كتاب الزهد، باب ماجاء أن المرء مع من أحب: ٥٩٦/٤ (رقم الحديث: ٢٣٨٧)

۵۸۱۹ : حدَّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ : مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قالَ : (ما أَعْدَدْتَ لَهَا) . قالَ : ما أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ ، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ، قالَ : (أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ) . [ر : ۳٤۸۵]

ترجمۃ الباب میں حب کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، اللہ کی لوگوں کے ساتھ محبت، لوگوں کی اللہ سے محبت اور اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت!

علامہ کرمانی نے یہ تین احتمال ذکر کیے ہیں۔(۱۱۶) باب کے اندر المرء مع من أحب والی روایت ذکر کی ہے، آیت کریمہ ﴿قل إن کنتم تحبون اللّٰه......﴾ سے پہلی دو صورتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن جو روایت ذکر کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دوسری صورت یعنی بندے کی اللہ سے محبت مراد ہے۔

آیت اور روایت کے درمیان مناسبت

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس صورت میں آیت اور روایت کے درمیان مناسبت سمجھ میں آتی ہے کیونکہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے محبت اتباع الرسول کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اتباع رسول اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کا نام ہے، تاہم اس کے لیے دل کے اندر رسول سے محبت رکھنا بھی ضروری ہے، تب ہی معیت حاصل ہوگی، ایک آدمی خود تمام اعمال کی پابندی نہیں کر سکتا لیکن عاملین کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو اس کی نجات کے لیے یہ کافی ہے کیونکہ عاملین کے ساتھ محبت بھی ان کی اتباع اور اطاعت کی وجہ سے وہ کرتا ہے اور محبت کا تعلق دل سے ہے تو نیک لوگوں کے ساتھ اس محبت پر بھی اللہ تعالی اجر دیں گے، اس لیے کہ اصل چیز نیت ہے، عمل تو اس کا تابع ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ”فدلت الآیة أنها لا حصل إلا باتباع الرسول، ودل الخبر علی أن اتباع الرسول، وإن کان الأصل أنه لایحصل إلا بامتثال جمیع ماأمربه أنه قدیحصل من طریق التفضل باعتقاد ذلك، وإن لم یحصل استیفاء العمل

---

(۱۱۶) شرح الکرمانی: ۳٤/۲۲

بمقتضاه، بل محبة من يعمل ذلك كا فية في حصول أصل النجاة ، والكون مع العاملين بذلك، لأن محبتهم إنما هي لأجل طاعتهم، والمحبة من أعمال القلوب، فأثاب الله محبهم على معتقده، إذالنية هي الأصل، والعمل تابع لها"(۱۱۷)

حدیث باب میں ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا، یارسول اللہ! ایک آدمی کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے لیکن (علم وفضل اور عمل میں) ان کے برابر نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جس کے ساتھ محبت کرتا ہے (آخرت میں) اسی کے ساتھ ہوگا۔

یہ آدمی حضرت ابوذرؓ یا حضرت ابوموسی اشعریؓ تھے۔(۱۱۸)

تابعه جرير بن حازم......

اوپر روایت جریر بن عبدالحمید سے ہے، ان کی متابعت جریر بن حازم سلیمان بن قرم (قاف کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ) اور ابو عوانہ وضاح نے کی ہے، جریر کی متابعت، ابو نعیم نے، سلیمان کی متابعت امام مسلم نے اور ابو عوانہ کی متابعت ابو عوانہ یعقوب نے اپنی صحیح میں موصولاً نقل کی ہے (۱۱۹)، البتہ ان میں "عبداللہ" غیر منسوب ہیں، یعنی والد کا ذکر نہیں، پہلی روایت میں "عبداللہ بن مسعود" کی تصریح ہے، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ جن روایات میں صرف "عبداللہ" ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس سے "عبداللہ بن قیس" یعنی حضرت ابو موسی اشعریؓ مراد ہیں، کیونکہ یہ روایت حضرت ابو موسی اشعریؓ سے بھی مروی ہے، جیسا کہ یہاں اس کے بعد والی حدیث ہے۔(۱۲۰)

تابعه أبومعاوية ومحمد بن عبيد

سفیان کی متابعت ابو معاویہ محمد بن خازم (خاء کے ساتھ) اور محمد بن عبید نے کی ہے، امام مسلم

---

(۱۱۷) فتح الباري: ۱۰/۶۸۳

(۱۱۸) إرشاد الساري: ۱۳/۱۷۸، نیز دیکھیے فتح الباري: ۱۰/۲۸۵

(۱۱۹) فتح الباري: ۱۰/۶۸۳-۶۸٤، عمدة القاري: ۲۲/۱۹۷، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۱۳/۱۷۸

(۱۲۰) فتح الباري: ۱۰/۶۸٤

رحمہ اللہ نے اسے موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۲۱)

٩٧ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ : ٱخْسَأْ .

٥٨٢٠ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ : سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ لِٱبْنِ صَيَّادٍ : (قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبْأً ، فَمَا هُوَ) . قَالَ : ٱلدُّخُّ ، قَالَ : (ٱخْسَأْ) .

٥٨٢١ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ : ٱنْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ في رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ قِبَلَ ٱبْنِ صَيَّادٍ ، حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فِي أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ ، وَقَدْ قَارَبَ ٱبْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ، ثمّ قَالَ : (أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ ٱللهِ) . فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ ، ثُمَّ قَالَ ٱبْنُ صَيَّادٍ : أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ ٱللهِ ، فَرَضَّهُ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ : (آمَنْتُ بِٱللهِ وَرُسُلِهِ) . ثُمَّ قَالَ لِٱبْنِ صَيَّادٍ : (ماذَا تَرَى) . قَالَ : يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ ، قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ) . قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنِّي خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا) . قَالَ : هُوَ ٱلدُّخُّ ، قَالَ : (ٱخْسَأْ ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ) . قَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَتَأْذَنُ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ ، قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنْ يَكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ) .

قَالَ سَالِمٌ : فَسَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ : ٱنْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ ، يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِي فِيهَا ٱبْنُ صَيَّادٍ ، حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، طَفِقَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ، وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ٱبْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ، وَٱبْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْرَمَةٌ ، أَوْ زَمْزَمَةٌ ، فَرَأَتْ أُمُّ ٱبْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ، فَقَالَتْ لِٱبْنِ صَيَّادٍ : أَيْ صَافِ ، وَهُوَ ٱسْمُهُ ، هٰذَا مُحَمَّدٌ ، فَتَنَاهَى ٱبْنُ صَيَّادٍ ، قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ) . قَالَ سَالِمٌ : قَالَ عَبْدُ ٱللهِ : قَامَ

---

(١٢١)عمدة القاري: ١٩٨/٢٢

(٥٨٢٠) هذا الحديث من إفراد البخاري، عمدة القاري: ١٩٨/٢٢

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي النَّاسِ ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ : (إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ ، وَلٰكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلاً لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ ، تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ) . [ر : ١٢٨٩]

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : خَسَأْتُ الْكَلْبَ : بَعَّدْتُهُ . «خَاسِئِينَ» /البقرة : ٦٥/ : مُبْعَدِينَ .

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے چند صحابہ کے ساتھ ابن صیاد کی طرف روانہ ہوئے، بنی مغالہ کے محلّہ میں لڑکوں کے ساتھ اسے کھیلتے ہوئے پایا، اس وقت وہ سن بلوغ کے قریب تھا۔ اس کو آپ کی تشریف آوری کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ مارا۔ پھر فرمایا، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے کہا، تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دھکا دیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہے، پھر ابن صیاد سے پوچھا۔ تیرا (اپنے متعلق) کیا خیال ہے؟ اس نے کہا، میرے پاس سچے اور جھوٹے دونوں قسم کے آدمی آتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو کر رہ گیا ہے (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تیرے لیے ایک بات اپنے دل میں چھپا رکھی ہے، اس نے کہا، وہ "دخ" ہے، آپ نے فرمایا، دفع ہو تو کبھی بھی اپنے رتبے سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص وہی (یعنی دجال) ہے تو تم اس پر قابو نہ پاؤ گے اور اگر یہ شخص وہ نہیں ہے، تو اس کے قتل کرنے میں تمھارے لیے کوئی نفع نہیں، سالم کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعبؓ انصاری اس باغ کے قصد سے چلے، جہاں بن صیاد تھا، یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے تو درختوں کے تنوں کی آڑ میں ہو کر چلنے لگے اور مقصد یہ تھا کہ ابن صیاد کی کچھ باتیں سنیں قبل اس کے کہ وہ آپ کو دیکھ سکے، اس وقت ابن صیاد اپنے بستر پر ایک چادر میں لیٹا ہوا پڑا تھا جس میں وہ گنگنا رہا تھا، ابن صیاد کی ماں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ درختوں کی آڑ سے ہو کر تشریف

لا رہے ہیں اس نے ابن صیاد سے کہا۔ اے صاف (یہ اس کا نام تھا) یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آرہے ہیں، تو ابن صیاد نے گنگنانا موقوف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ اس کو چھوڑ دیتی تو اصل حقیقت واضح ہو جاتی، سالم کا بیان ہے کہ عبداللہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے۔ اللہ کی تعریف بیان کی، جس کا وہ سزاوار ہے، پھر دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسے نہیں گذرے جنھوں نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا نہ ہو، نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا، لیکن میں تم سے ایسی بات بتاؤں گا، جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی، تم جان لو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

اخْسَأْ عربی زبان میں کتے کو دھتکارنے اور دفع کرنے کے لیے اصلاً استعمال ہوتا ہے لیکن پھر اس کا استعمال عام ہوا اور ہر وہ شخص جو کوئی گری ہوئی حرکت اور نامناسب بات یا کام کرے، اس کے لیے استعمال ہونے لگا (۱۲۲)، قرآن کریم میں جہنمیوں کے بارے میں ہے کہ ان سے کہا جائے گا ﴿قال اخسئوا فیها ولا تکلمون﴾ (۱۲۳)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اس جملے کا اہل ہے، اس کے لیے اس کا استعمال کرنا جائز ہے، جیسا کہ احادیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ابن صیاد" کے لیے یہ کلمہ استعمال فرمایا۔ (۱۲۴)

ابن صیاد

احادیث باب میں ابن صیاد کا ذکر ہے، یہ مدینہ منورہ کے ایک یہودی گھرانہ میں پیدا ہوا، دجال کی جو صفات ہیں، ان میں سے بہت سی صفات اور علامات اس میں پائی جاتی تھیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور

---

(١٢٢) فتح الباري: ٦٨٧/١٠، إرشاد الساري: ١٨٠/١٣، عمدة القاري: ٩٨/٢٢، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣٣٣/٩

(١٢٣) سورة المؤمنون: ١٠٨

(١٢٤) فتح الباري: ٦٨٧/١٠، عمدة القاري: ١٩٨/٢٢، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٨٠/١٣

حضرت جابرؓ تو حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہی ہے (۱۲۵) بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہو کر مرا تھا۔ (۱۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اور دل کے اندر سورۃ دخان کی آیت کریمہ ﴿يوم تاتي السماء بد خان مبين﴾ چھپائی، ابن صیاد سے کہا: "خبأت لك خبيئاً" یعنی میں نے تیرے لیے ایک بات چھپائی ہے تو بتا، وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا "دخ" مکمل "دخان" نہیں بتلا سکا، کاہن اسی طرح آدھی بات بتلایا کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا اخسأ، فلن تعدو قدرك: دفع ہو، تو کبھی بھی اپنی حیثیت ودرجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا یعنی یہ شیطانی القاء ہے اور وہ اسی طرح ناقص ہوتا ہے۔

وهو يَختِل أن يسمع من ابن صياد......

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غفلت کی حالت میں اس سے کچھ سننا چاہ رہے تھے، اس کے لیے حیلہ کر رہے تھے۔ قطيفة: چادر اور کمبل کو کہتے ہیں۔ رَمْرَمَة اور زمزمة دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، صوت خفی اور گنگناہٹ کو کہتے ہیں۔

أي صافِ: أی حرف نداء ہے اور صاف اس کا نام تھا۔ (۱۲۷)

روایت باب جنائز میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے۔ (۱۲۸)

قال أبو عبداللّٰه: خسأت الكلب: بَعَّدته، خاسئين: مبعدين

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں خسأت الکلب کے معنی ہیں، میں نے کتے کو دھتکار دیا، سورۃ اعراف کی آیت کریمہ میں ہے ﴿قلنا لهم كونوا قردة خسئين﴾ (۱۲۹) اس میں "خاسئين" مُبْعَدین کے معنی میں ہے یعنی اللہ کی رحمت سے دور کر دیے جاؤ۔

---

(١٢٥) إرشادالساري: ١٣/١٨٢-١٨٣

(١٢٦) عمدة القاري: ٢٢/١٩٩؛ شرح ابن بطال: ٩/٣٣٦- ٣٣٥

(٢٧،) عمدة القاري: ٢٢/١٩٩

(١٢٨) صحيح البخاري، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه وهل يعرض عليه الإسلام: (رقم الحديث: ١٣٥٤)

(١٢٩) سورة الأعراف: ١٦٦

۹۸ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ مَرْحَبًا .

وَقَالَتْ عائِشَةُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ : (مَرْحَبًا بِابْنَتِي) . [ر : ٣٤٢٦]

وَقَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ : جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ) . [ر : ٣٥٠]

٥٨٢٢ : حدّثنا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ ، الَّذِينَ جاؤُوا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى) . فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مُضَرُ ، وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الحَرَامِ ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نَدْخُلُ بِهِ الجَنَّةَ ، وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا ، فَقَالَ : (أَرْبَعٌ وَأَرْبَعٌ : أَقِيمُوا الصَّلَاةَ ، وَآتُوا الزَّكَاةَ ، وَصُومُوا رَمَضَانَ ، وَأَعْطُوا خُمُسَ ما غَنِمْتُمْ . وَلَا تَشْرَبُوا فِي ٱلدُّبَّاءِ وَٱلْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ) . [ر : ٥٣]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ جب عبدالقیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا مرحبا اس وفد کو جو آیا ہے، رسوا اور شرمسار نہ ہو، ان لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ہم قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضر ہیں، چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں صرف اشہر حرم ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں، اس لیے ہمیں کوئی ایسا فیصل شدہ امر بتادیجئے کہ اس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی دعوت دیں، آپ نے فرمایا، چار اور چار باتیں ہیں (یعنی چار باتیں کرنے کی اور چار باتیں رکنے کی) نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، مال غنیمت کا پانچواں حصہ دو اور دبا، حنتم، نقیر اور مزفت میں نہ پیو (ان ظروف کی تفصیل کتاب الإیمان میں گذر چکی ہے۔)

ترجمۃ الباب کا مقصد

ہر زبان میں استقبال کے لیے مخصوص کلمات ہوتے ہیں، ان کلمات سے آنے والے مہمان کا بوقتِ ملاقات استقبال کیا جاتا ہے جیسے فارسی میں "خوش آمدید" ہے، اسی طرح عربی میں "مرحبا" اور

"أهلا وسهلاً" ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کے کلمات کا استعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، "مرحبا" مفعول بہ یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (١)، اصمعی نے اس کے معنی بیان کیے ہیں ألقيت رحبا وسعة (٢) یعنی آپ کشادگی اور وسعت پائیں۔

باب کی پہلی روایت كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، دوسری روایت كتاب الصلوة، باب الصلوة في الثوب الواحد ملتحفابه اور تیسری روایت كتاب الإيمان، باب أدا الخمس من الإيمان میں گذر چکی ہے۔

٩٩ - باب : ما يُدْعَى النَّاسُ بِآبَائِهِمْ .

٥٨٢٤/٥٨٢٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْغَادِرُ يُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يُقَالُ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ) .

(٥٨٢٤) : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّ رسُول اللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيُقَالُ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ) . [ر : ٣٠١٦]

"مايدعى" میں "ما" مصدریہ موصول حرفی ہے اور "يدعى" اس کا صلہ ہے، دونوں مل کر "دعاء" مصدر کے معنی میں ہیں اور "الناس" مفعول بہ ہے اور فاعل محذوف ہے أي باب دعاء الداعي الناس بأسماء آبائهم يوم القيامة (٣) مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے باپ کے نام کے ساتھ "فلاں ابن فلاں" کہہ کر پکارا جائے گا۔

روایت باب میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہد شکنی کرنے والے کے لیے

---

(١) عمدة القاري: ٢٢/ ٢٠٠، الأبواب والتراجم: ٢/ ١١٨، فتح الباري: ١٠/ ٦٨٨

(٢) عمدة القاري: ٢٢/ ٢٠٠، الأبواب والتراجم: ٢/ ١١٨، فتح الباري: ١٠/ ٦٨٨

(٣) إرشادالساري: ١٣/ ١٨٤، عمدة القاري: ٢٢/ ٢٠١

قیامت کے دن جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں عہد شکنی کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا ایام حج میں بلند کر دیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے، جھنڈے سے چونکہ چیز کی شہرت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، اس لیے اسے اختیار کیا جاتا تھا۔ (۴)

بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ والد کی طرف نسبت کر کے قیامت کے دن نام پکارے جائیں گے، سنن ابی داود کے اندر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت منقول ہے، اس میں ہے "إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم ، فأحسنوا أسمائكم" (۵) (قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے اباء کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے، اس لیے اپنے نام اچھے رکھا کرو) یہ حدیث امام بخاریؒ کے مقصد میں بالکل صریح ہے لیکن چونکہ بخاری کی شرط پر نہیں، اس لیے اسے یہاں ذکر نہیں کیا۔

قیامت کے دن باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهو يقتضي حمل الأباء على من كان ينسب إليه في الدنيا لا على من هو في نفس الأمر، وهو المعتمد" (٦)

یعنی دنیا میں جس شخص کی طرف بیٹے ہونے کی حیثیت سے اس کی نسبت کی جاتی تھی، قیامت کے دن اسی کی طرف نسبت کر کے اس کو پکارا جائے گا، نفس الامر اور حقیقت میں وہ اس کا بیٹا ہے یا نہیں؟ اس کو نہیں دیکھا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں ظاہر امر پر عمل ہوتا ہے۔ (۷)

---

(٤) عمدة القاري. ٢٢/١ ٢

(٥) الحديث أخرجه أبوداود، في كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء. ٢/ ٣٢٠

(٦) فتح الباري: ١٠/٦٨٩

(٧) عمدة القاري: ٢٢/٢٠١، فتح الباري: ١٠/ ٦٨٩

١٠٠ - باب : لَا يَقُلْ خَبُثَتْ نَفْسِي .

٥٨٢٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي) .

٥٨٢٦ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي أُمامَةَ ٱبْنِ سَهْلٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي) .
تَابَعَهُ عُقَيْلٌ .

حدیث شریف میں "خَبُثَتْ نفسي" کہنے سے منع فرمایا ہے، جھوٹ، بگاڑ، برائی اور بد کرداری کو خباثت اور اس کے مرتکب کو خبیث کہا جاتا ہے، اگر کسی کے مزاج میں کوئی بگاڑ آگیا یا اس سے کوئی برائی سرزد ہوگئی تو حدیث میں ایک ادب سکھایا گیا کہ ایسے موقع پر "خبثت نفسي" نہ کہے بلکہ "لَقِستْ" کہے، اس کے بھی وہی معنی ہیں لیکن "خبثت" کے معنی زیادہ شنیع ہیں، ابن بطال نے فرمایا حدیث میں نہی وجوب کے لیے نہیں۔ (٨)

بسا اوقات دو لفظ ایک معنی کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن ایک میں شناعت دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، مثلاً آپ کسی کو "بیوقوف" کہہ دیں تو وہ اس قدر محسوس نہیں کرے گا جتنا اسے "گدھا" کہنے کی صورت میں وہ محسوس کرے گا، حالانکہ اس کے حق میں بیوقوف اور گدھا دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں! (٩)

(٥٨٢٥) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب كراهة قول الإنسان: خبثت نفسي، ٤/١٧٦٥ (رقم الحديث ٢٢٥٠) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم والليلة، باب النهي أن يقول: خبثت نفسي: ٦/ ٢٦ (رقم الحديث ١٠٨٨٨)

(٨) شرح ابن بطال: ٩/٣٣٦

(٩) فيض الباري: ٤/٣٩٩

باب کے آخر میں عقیل کی متابعت طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے۔(۱۰)

١٠١ – باب : لَا تَسُبُّوا ٱلدَّهْرَ.

٥٨٢٧/٥٨٢٨ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : **(قَالَ ٱللهُ : يَسُبُّ بَنُو آدَمَ ٱلدَّهْرَ ، وَأَنَا ٱلدَّهْرُ ، بِيَدِي اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ)**.

(٥٨٢٨) : حدّثنا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : **(لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ ، وَلَا تَقُولُوا : خَيْبَةَ ٱلدَّهْرِ ، فَإِنَّ ٱللهَ هُوَ ٱلدَّهْرُ)**. [ر : ٤٥٤٩]

زمانے کو برا نہیں کہنا چاہیے

زمانے کو برا بھلا کہنے کی بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے، کہتے ہیں، زمانہ بڑا خراب ہے، زمانہ منحوس ہے، حدیث میں زمانہ کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا گیا، اللہ نے فرمایا، أنا الدهر...... یہاں مضاف محذوف ہے أي أنا مُصرِّف الدهر یا أنا مُقَلِّب الدهر یا أنا خالق الدهر (۱۱) یعنی زمانے کو گالی مت دو کیونکہ زمانے میں جتنے انقلابات، تبدیلیاں اور حوادث وواقعات پیش آتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی ہی سے رونما ہوتے ہیں، چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے "لاتسبوا الدهر، فإن الله تعالىٰ قال: أنا الدهر، الأيام والليالي إليّ أجددها، وأبليها وآتي بملوك بعد ملوك" (۱۲) (یعنی زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ فرماتے ہیں، میں ہی زمانے میں تصرف کرنے

---

(١٠) فيض الباري: ١٠/٦٩٠، إرشاد الساري: ١٣/١٨٦

(٥٨٢٧) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب النهي عن سب الدهر ٤/١٧٦٢ (رقم الحديث: ٢٢٤٦) وأخرجه النسائي في كتاب التفسير، باب قوله تعالى وقالوا ما هي إلا حياتنا الدنيا نموت ونحي وما يهلكنا إلا الدهر (سورة الجاثية): ٦/٤٥٧ (رقم الحديث: ١١٤٨٦) وأخرجه أبو داود في كتاب الأدب، باب في الرجل يسب الدهر: ٤/٣٦٩ (رقم الحديث: ٥٢٧٤)

(١١) عمدة القاري: ٢٢/٢٠٠، إرشاد الساري: ١٣/١٨٧

(١٢) الحديث أخرجه أحمد في مسنده: ٢/٤٩٦

والا ہوں، شب و روز کی گردش میری قدرت میں ہے، میں ہی انہیں تازہ اور پرانا کرتا رہتا ہوں اور میں ہی بادشاہوں کو تبدیل کرتا ہوں۔)

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر کی ہے، اس میں اگرچہ صراحتاً سبِّ دھر سے منع نہیں کیا گیا، تاہم مسلم کی روایت میں "لاتسبوا" کی تصریح ہے۔ (۱۳)

درحقیقت اس حدیث میں دہریہ پر رد کیا گیا ہے کیونکہ وہ ہر کام اور واقعے کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے ہیں۔

زمانہ کو خالقِ واقعات سمجھ کر واقعات و حوادث کی اس کی طرف نسبت کرنا تو بالاتفاق کفر، باطل و حرام ہے البتہ اگر کوئی خالق نہیں سمجھتا بلکہ زمانے کی طرف ان حوادث کی اس لیے نسبت کرتا ہے کہ زمانہ ان کا ظرف ہے تو اس طرح نسبت کرنا حرام نہیں البتہ مکروہ ہے! (۱۴)

لاتُسَمُّوا العنب الكَرْم، ولاتقولوا: خيبة الدهر

انگور کو کَرْم کہتے تھے، آپ نے "کرم" کہنے سے منع فرمایا۔ خيبة الدهر منصوب على الندبہ ہے۔ (۱۵)

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں لکھا ہے کہ شیخ اکبر فرمایا کرتے تھے "دھر" اسماء حسنی میں سے ہے، امام رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کے بعض مشائخ نے انہیں یا دھر، یادیھار یا دیھور کا وظیفہ دیا (۱۶)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ اللہ کے ناموں میں سے ہے لیکن قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ غلط ہے، دھر مدتِ طویلہ کو کہتے ہیں۔ اس کو أسماء اللہ میں شمار کرنا صحیح نہیں۔ (۱۷)

---

(۱۳) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الألفاظ، باب النهي عن سب الدهر: ۲۳۷/۲

(۱٤) فتح الباري: ۶۹۲/۱۰، إرشادالساري: ۱۸۷/۱۳

(۱٥) إرشادالساري: ۱۸۷/۱۳، فتح الباري: ۶۹۲/۱۰، عمدة القاري: ۲۰۳/۲۲

(۱٦) فيض الباري: ۳۹۹/٤

(۱۷) فتح الباري: ۶۹۲/۱۰

١٠٢ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ) .

وَقَدْ قَالَ : (إِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِي يُفْلِسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . كَقَوْلِهِ : (إِنَّمَا الصُّرَعَةُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ) . [ر : ٥٧٦٣]

كَقَوْلِهِ : (لَا مَلِكَ إِلَّا اللهُ) . فَوَصَفَهُ بِانْتِهَاءِ الْمُلْكِ ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمُلُوكَ أَيْضًا فَقَالَ : «إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا» /النمل : ٣٤/ .

٥٨٢٩ : حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (وَيَقُولُونَ الْكَرْمُ ، إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ) . [ر : ٤٥٤٩]

کَرْم ... کاف کے فتح اور راء کے سکون اور فتحہ دونوں کے ساتھ مصدر ہے اور کریم کے معنی میں ہے، انگور کو زمانہ جاہلیت میں کرْم کہتے تھے، کیونکہ اس سے شراب بنائی جاتی ہے اور ان کا خیال تھا کہ شراب مکارم اخلاق ... سخاوت و بہادری وغیرہ کا سبب ہے۔ (۱۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پس منظر کی وجہ سے انگور کو کرْم کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا کرم تو قلب مؤمن ہوتا ہے، حدیث میں "إنما الکرم ..." "إنما" استعمال کیا گیا، "إنما" حصر کے لیے آتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ یہاں یہ حصر کے لیے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ قلب مؤمن کے علاوہ کسی اور چیز پر "کرم" کا اطلاق نہیں ہو سکتا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ "قلب مؤمن" "کرْم" کہنے کا زیادہ مستحق ہے۔

امام بخاری نے اس کی دوسری چند مثالیں بھی پیش فرمائیں، مثلاً حدیث میں ہے "إنما المفلس الذي يُفلِس يوم القيامة" ... پوری حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

"أتدرون من المفلس ، قالوا: المفلس فينا يارسول الله، من لادرهم له ولا متاع ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المفلس من أمتي من

---

(١٨) عمدة القاري: ٢٠٣/٢٢، فتح الباري: ٦٩٤/١٠، إرشادالساري: ١٨٨/١٣

يأتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، ويأتي قدشتم هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيقتص هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته، أخذ مِنْ خطايا هم، فطرح عليه، ثم طرح في النار"(١٩)

(...... حضورؐ نے حضرات صحابہؓ سے دریافت فرمایا، تم جانتے ہو، مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا، مفلس وہ شخص ہے یارسول اللہ! جس کے پاس نہ درہم ہو نہ کوئی ساز و سامان، حضورؐ نے فرمایا "میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا لیکن ایک شخص آئے گا جس کو اس نے دنیا میں گالی دی ہوگی، ایک آئے گا جس کا خون اس نے بہایا ہوگا، ایک کو اس نے مارا ہوگا، یہ سب اس کی نیکیوں میں سے اپنا بدلہ لیں گے، جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کی برائیاں اس کے اعمال نامے میں ڈالی جائیں گی پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو یہ شخص درحقیقت مفلس ہے۔)

ایسے شخص کو مفلس کہا گیا اور حدیث میں "إنما" کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے کسی فقیر آدمی کے لیے مفلس کا لفظ استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری مثال ہے "إنما الصرعة الذي يملك نفسه عندالغضب" اس میں بھی "صرعہ" کا لفظ ہر پہلوان کے لیے استعمال ہو سکتا ہے لیکن "إنما" لاکر یہ بتلایا کہ اپنے نفس پر قابو پانے والا شخص اس لفظ کا زیادہ مستحق ہے۔

تیسری مثال ہے...... لامَلِك إلا الله ہے یعنی حقیقی بادشاہ صرف اللہ ہے، بعض نسخوں میں ہے، لامُلْك إلاّالله کہ اصل اور حقیقی حکومت اور ملک تو صرف اللہ کے لیے ہے، تاہم دنیاوی حکمرانوں کے لیے بھی یہ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ خود قرآن کریم کی سورۂ نمل کی آیت کریمہ ﴿ان الملوك اذا دخلوا قرية...... ﴾ میں دنیاوی حکمرانوں کے لیے ملوك کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

بہر حال کہنے کا حاصل یہ ہے کہ قلبِ مؤمن کے لیے کرم کا لفظ زیادہ موزوں ہے، اس لیے کہ اس میں ایمان کی روشنی، اسلام کا تقوی اور اللہ کی یاد رچی بسی ہوتی ہے۔(٢٠)

---

(١٩) الحديث أخرجه الترمذي في أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص، ٢/٦٧

(٢٠) فتح الباري: ١٠/٦٩٤، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٣، إرشاد الساري: ١٣/١٨٨

١٠٣ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ : فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .

فِيهِ الزُّبَيْرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٣٥١٥]

٥٨٣٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ شَدَّادٍ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : ما سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يُفَدِّي أَحَدًا غَيْرَ سَعْدٍ ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ : (ٱرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) . أَظُنُّهُ يَوْمَ أُحُدٍ . [ر : ٢٧٤٩]

”میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں“..... یہ جملہ اگر کسی کے لیے استعمال کیا جائے تو جائز ہے، حضرت حسن بصری وغیرہ سے کراہت منقول ہے لیکن جمہور اس کو مطلقاً جائز کہتے ہیں(٢١) اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ میں سے دو آدمیوں کے لیے یہ جملہ استعمال فرمایا، ایک حضرت زبیر بن العوامؓ اور دوسرے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لیے۔

روایت باب میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ”فداك أبي وأمي“ کہا ہو۔

یہ حضرت علیؓ نے اپنے علم اور سماع کے مطابق کہا ہے، ورنہ حضورؐ نے حضرت زبیر بن العوامؓ کے لیے بھی یہ جملہ استعمال کیا ہے۔(٢٢)

حدیث باب كتاب المغازی، باب ﴿إذهمت طائفتان منكم ان تفشلا......﴾ اور كتاب الجهاد ، باب المجن ومن يترس بترس صاحبه میں گذر چکی ہے۔

١٠٤ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ : جَعَلَنِي ٱللهُ فِدَاكَ .

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ : فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا . [ر : ٣٦٩١]

٥٨٣١ حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مع النَّبِيِّ ﷺ ، وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَفِيَّةُ ، مُرْدِفُهَا

---

(٢١) الأبواب والتراجم: ١١٩/١٢، تعليقات لامع الدراري: ٣٧/١٠

(٢٢) إرشادالساري: ١٠٩/١٣

عَلَى رَاحِلَتِهِ ، فَلَمَّا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ ، فَصُرِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ ، وَإِنَّ أَبَا طَلْحَةَ – قالَ : أَحْسِبُ – اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ ، فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاكَ ، هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قالَ : (لَا ، وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ) . فَأَلْقَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا ، فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا ، فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ ، فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا ، فَسَارُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ ، أَوْ قالَ : أَشْرَفُوا عَلَى الْمَدِينَةِ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (آيِبُونَ تَائِبُونَ عابِدُونَ ، لِرَبِّنَا حامِدُونَ) . فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ . [ر : ٢٩١٩]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ اور ابو طلحہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ آئے، حضور کے ساتھ حضرت صفیہؓ تھیں جن کو آپ نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا تھا، راستہ میں ایک جگہ اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ دونوں گر پڑے، ابو طلحہ اپنی سواری سے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر پوچھا، یا نبی اللہ! اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے کیا آپ کو کوئی تکلیف پہنچی، حضورؐ نے فرمایا نہیں، لیکن عورت (حضرت صفیہ) کی خبر لو، چنانچہ ابو طلحہ نے اپنا کپڑا اپنے منہ پر ڈالا، حضرت صفیہ کی طرف جانے کا قصد کیا اور اپنا کپڑا ان کے چہرے پر ڈال دیا، وہ کھڑی ہو گئیں، ابو طلحہ نے دونوں کے لیے کجاوہ باندھ کر درست کیا، تو وہ دونوں سوار ہو کر روانہ ہوئے، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے آئبون تائبون، عابدون، لربنا حامدون (ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں) آپ مسلسل یہ کلمات کہتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

قال أحسب قتحم عن بعيره

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خیال آتا ہے کہ حضرت ابو طلحہ اپنے اونٹ سے کود پڑے، اقتحام کے معنی کودنے کے ہیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی بزرگ، کسی استاذ و مربی یا کسی محبوب دوست کے لیے یہ جملہ استعمال کرتا ہے کہ ”اللہ مجھے تجھ پر قربان کر دے“ تو یہ جائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ شاید اُس روایت کی تضعیف کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں جو مبارک بن فضالہ نے حضرت حسن بصری سے نقل کی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے، آپ بیمار تھے، انھوں نے داخل ہو کر کہا "كيف تجدك — جعلني الله فداءك — (آپ کی طبیعت کیسی ہے، اللہ مجھے آپ پر فدا کردے) تو حضورؐ نے فرمایا، ماتركت أعرابيتك بعد! (۲۳) (تم نے اب تک اپنا دیہاتی پن نہیں چھوڑا۔)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ استعمال کرنا صحیح نہیں لیکن یہ حدیث، احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں قابل حجت نہیں۔ (۲۴)

روایات باب میں حضرت صدیق اکبرؓ نے "فديناك بآبائنا وأمهاتنا" حضورؐ کے لیے استعمال کیا، اسی طرح حضرت ابو طلحہؓ نے "جعلني الله فداك" استعمال کیا اور آپؐ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

روایت باب کتاب الجهاد، باب مايقول إذا رجع من الغزو میں گذر چکی ہے۔

۱۰۵ – باب: أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

۵۸۳۲ - حدّثنا صدقةُ بنُ الفضلِ: أخبرنا ابنُ عُيَيْنَةَ: حدّثنا ابنُ المُنْكَدِرِ، عنْ جابرٍ رَضِيَ اللهُ عنهُ قالَ: وُلِدَ لرجلٍ منّا غلامٌ فسمّاهُ القاسمَ، فقلْنا: لا نَكْنِيكَ أبا القاسمِ ولا كَرامَةَ، فأخبرَ النبيَّ ﷺ فقالَ. (سَمِّ ابْنَكَ عبدَ الرّحمنِ). [ر: ۲۹۴۶]

بخاری کی روایت میں تصریح نہیں، البتہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ کے ہاں سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔ (۲۵)

روایت باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا بیٹا پیدا ہوا، اس نے اس کا

---

(۲۳) الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۹، فتح الباري: ۱۰/۶۹۶-۶۹۷، تعليقات لامع الدراري: ۱۰/۳۷، إرشاد الساري: ۱۳/۱۹۱

(۲۴) الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۹، فتح الباري: ۱۰/۶۹۷، إرشاد الساري: ۱۳/۱۹۱

(۲۵) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم وبيان مايستحب من الأسماء ۲/۲۰۶

نام "قاسم" رکھا تو ہم نے اس سے کہا کہ ہم تمھاری کنیت "ابوالقاسم" نہیں رکھیں گے اور نہ (اس طرح کنیت دے کر) تمہارا اکرام کریں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے اس سے کہا تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔

١٠٦ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي) .

قَالَهُ أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٠١٤]

٥٨٣٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خالِدٌ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ ، فَقَالُوا : لَا نَكْنِيهِ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ : (سَمُّوا بِٱسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي) . [ر : ٢٩٤٦]

٥٨٣٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ٱبْنِ سِيرِينَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ : قالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ : (سَمُّوا بِٱسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي) . [ر : ٣٣٤٦]

٥٨٣٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ الْمُنْكَدِرِ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ ، فَقَالُوا : لَا نَكْنِيكَ بِأَبِي الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : (أَسْمِ ٱبْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ) .
[ر : ٢٩٤٦]

ابوالقاسم کنیت رکھنے میں علماء کی آراء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" تھی، حدیث باب میں اس کنیت رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں:

❶ اہل ظاہر کے نزدیک "ابوالقاسم" کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے، وہ حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔ (٢٦)

❷ "ابوالقاسم" کنیت رکھنا مکروہ تنزیہی اور خلاف ادب ہے، حرام نہیں۔ (٢٧)

---

(٢٦) فتح الباري: ١٠/٧٠٠، الأبواب والتراجم: ٢/١١٩، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٦

(٢٧) عمدة القاري: ٢٢/٢٠٦، فتح الباري: ١٠/٧٠١، إرشادالساري: ١٣/١٩٣

❸ یہ نہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی، کیونکہ اس وقت التباس کا خطرہ تھا(۲۸) اس کی تائید حضرت انسؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام مسلم نے نقل کی ہے، اس میں ہے "نادی رجل رجلا بالبقیع : یا أباالقاسم، فالتفت إلیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ، فقال: یارسول اللّٰه ، إني لم أعنك، إنما دعوت فلاناً ، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : سموا باسمي، ولاتكنوا بكنيتي"(۲۹)(..... یعنی بقیع کے اندر ایک آدمی نے "ابوالقاسم" کہہ کر ایک دوسرے آدمی کو بلایا تو حضور اس کی طرف متوجہ ہو گئے، اس نے کہا "حضور! آپ کو نہیں بلا رہا ہوں، فلاں شخص کو بلا رہا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے نام پر نام تو رکھا کرو، لیکن میری کنیت نہ رکھو"......)

اس کی ممانعت کی ایک وجہ تو یہ التباس تھا اور دوسری وجہ مسلم شریف کی روایات میں یہ آئی ہے "لاتكنوا بكنيتي، فإنما بعثت قاسما، أقسم بينكم"(۳۰) یعنی میں تمہارے درمیان علم و بھلائی اور اموال غنیمت تقسیم کرتا ہوں، اس لیے "ابوالقاسم" میں ہوں۔

پہلی وجہ تو عہد نبوی کے ساتھ خاص تھی، لیکن دوسری وجہ عام ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ "ابوالقاسم" کنیت اب بھی نہ رکھنی چاہیے۔

قاضی بیضاویؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنی کنیت "ابوالقاسم" اسی وجہ سے رکھتا ہے کہ وہ خیر و بھلائی تقسیم کرنے والا ہے، تب تو یہ اب بھی ناجائز ہے لیکن اگر یہ وجہ نہیں، بلکہ اس کے بیٹے کا نام "قاسم" ہے تو جائز ہے۔(۳۱)

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔(۳۲)

❹ چوتھا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کنیت اور نام دونوں کو جمع کرنا جائز

---

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٧٠١، الأبواب والتراجم: ٢/١١٩، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٦

(٢٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم: ٢/٢٠٦

(٣٠) الحديث أخرجه مسلم فی كتاب الأداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم: ٢/٢٠٦

(٣١) إرشادالساري: ١٣/١٩٣

(٣٢) إرشادالساري: ١٣/١٩٣

نہیں لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جائے تو بلا کراہت جائز ہے، حاصل یہ کہ مذکورہ ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کا نام "محمد" ہے، اس قول کی دلیل سنن ابی داود میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے "من تسمى باسمي فلايكتني بكنيتي، ومن اكتنى بكنيتي فلا يتسمى باسمي"(۳۳)...... (جو شخص میری کنیت رکھے وہ میرا نام نہ رکھے اور جو میرا نام رکھے وہ میری کنیت نہ رکھے......)

لیکن راجح مسلک جمہور کا ہے، اس کی تائید حضرت علیؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام ابوداود نے سنن میں اور امام بخاری نے "الأدب المفرد" میں نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "قلت: يارسول الله، إن ولدلي من بعدك ولد أسميه باسمك، وأكنيه بكنيتك؟ قال: نعم"(۳۴) (یعنی یارسول اللہ! اگر میرا بیٹا آپ کے بعد پیدا ہو تو کیا میں آپ کا نام اور آپ کی کنیت دونوں اس کے لیے رکھ سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا، جی ہاں......)

اس روایت کے بعض طرق میں اگرچہ یہ اضافہ بھی ہے "وهي لك خاصة دون الناس" لیکن امام طحاوی رحمہ اللہ نے "شرح معانی الآثار" میں فرمایا کہ یہ اضافہ ثابت نہیں۔ (۳۵)

ترجمۃ الباب میں حضرت انسؓ کی جس روایت کی طرف امام نے اشارہ کیا ہے، وہ کتاب البیوع میں موصولاً گذر چکی ہے۔ (۳٦)

۱۰۷ - باب: اسْمِ الحَزْنِ.

٥٨٣٦/٥٨٣٧: حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ أَبَاهُ جاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: (ما اسْمُكَ). قالَ: حَزْنٌ، قالَ: (أَنْتَ سَهْلٌ). قالَ: لَا أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي، قالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: فَمَا

---

(۳۳) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب فيمن رأى أن لايجمع بينهما: ۳۲۲/۲

(۳٤) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الرخصة في الجمع بينهما. ۳۲۳/۲، والأدب المفرد مع فضل الله الصمد: ۳۰۲/۲، باب اسم النبي صلى الله عليه وسلم وكنيته

(۳٥) شرح معاني الآثار: كتاب الكراهة، باب التكني بأبي القاسم: ٤۳۳/۲

(۳٦) الحديث أخرجه البخاري في كتاب البيوع، باب ماذكر في الأسواق: ۲۸٥/۱

(٥٨٣٦) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب تحويل اسم إلى اسم أحسن منه (رقم الحديث: ٥٨٤٠)

زَالَتِ الحُزُونَةُ فِينَا بَعْدُ .

(٥٨٣٧) : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ وَمَحْمُودُ قالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ المُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ بِهٰذَا . [٥٨٤٠]

نام کا اثر ہوتا ہے

حَزْن (حاء کے فتحہ اور زاء کے سکون کے ساتھ) سخت کو کہتے ہیں، یہ سہل کی ضد ہے، مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب اپنے والد میسب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حزن بن ابی وہب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آپ نے نام پوچھا، کہنے لگے "حزن" آپ نے فرمایا، آپ "سہل" ہیں، کہنے لگے، میں اس نام کو تبدیل نہیں کروں گا جو میرے والد نے رکھا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ تب سے سختی ہمارے خاندان کے درمیان برقرار ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا لاالسهل، يوطأ ويمتهن یعنی سہل نہیں، کیونکہ سہل کو تو ہر کوئی روندتا اور ذلیل کرتا ہے۔ (٣٧)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بطور مشورہ کے تھا، وجوب کے لیے نہیں تھا، وجوب کے لیے اگر ہوتا تو پھر اس کی نافرمانی کی گنجائش نہ نکلتی بلکہ نام کو ہر حال میں تبدیل کرنا پڑتا۔ (٣٨)

١٠٨ – باب : تَحْوِيلِ الاَسْمِ إِلَى ٱسْمٍ أَحْسَنَ مِنْهُ .

٥٨٣٨ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ سَهْلٍ قالَ : أُتِيَ بِالمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وُلِدَ ، فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ ، وَأَبُو أُسَيْدٍ

---

(٣٧) الحديث أخرجه في كتاب الأدب باب في تغيير الاسم القبيح : ٤/٢٨٩ (رقم الحديث: ٤٩٥٦)فتح الباري: ١٠/٧٠٣، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٨

(٣٨) إرشادالساري: ١٣/١٩٤، فتح الباري: ١٠/٧٠٣

(٥٨٣٨) الحديث أخرجه مسلم في الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عندولادته: ٣/١٦٩١ (رقم الحديث: ٢١٤٩)

جالِسٌ ، فَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بِٱبْنِهِ ، فَٱحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَٱسْتَفَاقَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَيْنَ الصَّبِيُّ) . فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ : قَلَبْنَاهُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قَالَ : (ما ٱسْمُهُ) . قالَ : فُلَانٌ ، قالَ : (وَلٰكِنِ ٱسْمُهُ الْمُنْذِرُ) . فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ .

٥٨٣٩ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عطاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ زَيْنَبَ كانَ ٱسْمُهَا بَرَّةَ ، فَقِيل : تُزَكِّي نَفْسَهَا ، فَسَمَّاهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ زَيْنَبَ .

٥٨٤٠ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حدَّثَنَا هِشَامٌ : أَن ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قال : أَخبرَنِي عَبْدُ الحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قالَ : جَلَسْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ المسيَّبِ ، فَحَدَّثَنِي : أَنَّ جدَّهُ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (ما ٱسْمُكَ) . قال : ٱسْمِي حَزْنٌ ، قالَ : (بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ) . قالَ ما أَنَا بِمُغَيِّرٍ ٱسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي . قال ٱبْنُ الْمُسَيَّبِ : فَمَا زَالَتْ فِينَا الحُزُونَةُ بَعْدُ . [ر: ٥٨٣٦

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ترجمۃ الباب ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ماخوذ ہے جس میں ہے ”كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سمع الاسم القبيح، حوّله إلى ما هو أحسن منه“(٣٩)... (حضورؐ جب کوئی برا نام سنتے تو اسے خوبصورت نام میں تبدیل کردیتے۔)

پہلی روایت ذکر کی جاچکی ہے ”إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم، فأحسنوا أسمائكم“(٤٠) امام طبری فرماتے ہیں۔

> ”لاينبغي لأحد أن يسمي باسم قبيح المعنى، ولا باسم معناه التزكية والمدح ونحوه، ولا باسم معناه الذم والسب، بل الذي ينبغي أن يسمى به كان حقا وصدقا“

(٥٨٣٩) الحديث أخرجه مسلم في الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن ٣/١٦٨٧ (رقم الحديث: ٢١٤١) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب تغيير الأسماء ٢/١٢٣٠ (رقم الحديث: ٣٧٣٢)

(٣٩) فتح الباري ١/٧٠٤

(٤٠) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء ٢/٣٢٠

یعنی ایسانام نہیں رکھنا چاہیے جس کے معنی خراب ہوں یا جس میں تزکیہ وتعریف نمایاں ہوتی ہو، یا جو مذمت اور گالی کے لیے استعمال ہوتا ہو، نام ایسا ہونا چاہیے جو حق بھی ہو اور سچ بھی ہو...... جیسے **عبداللہ** اور عبدالرحمٰن۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ منذر بن ابی اسید جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے، آپ نے ان کو اپنی ران مبارک پر رکھا، ابواسید بھی ساتھ بیٹھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے کسی چیز میں مشغول ہوگئے، ابواسید نے کسی سے کہا اور اپنے بیٹے کو آپ کی ران سے اٹھالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (مشغولیت سے فارغ ہونے کے بعد) خیال آیا، آپ نے پوچھا، وہ بچہ کہاں ہے؟ ابواسید نے کہا، وہ تو ہم نے گھر بھجوادیا ہے، آپ نے پوچھا، اس کا نام کیا ہے؟ کہا، فلاں نام ہے، آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اس کا نام منذر ہے۔ اس دن سے اس کا نام منذر ہوگیا۔

لها النبي صلى الله عليه وسلم: لها– لَهْوًا: مشغول ہونا۔ فاستفاق أي انقضى ماكان مشتغلا به فأ فاق من ذلك۔ یعنی حضورؐ کسی کام میں مشغول اور منہمک تھے، جب اس سے فارغ ہوئے تو بچے کے بارے میں پوچھا(٤١) قلبناه: أی صرفناه إلى منزله۔ یعنی بچے کو ہم نے گھر بھیج دیا۔
مااسمه: اس نے کوئی نام بتایا ہوگا، جو عمدہ نہیں تھا، اس لیے حضورؐ نے ان کا نام تبدیل کردیا۔

ان کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفاؤلا "منذر" رکھا، کہ وہ علم سیکھ کر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے گا اور وعظ ونصیحت کا فریضہ انجام دے گا، قرآن کریم کی سورۃ توبہ میں ہے ﴿فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم﴾(٤٢)

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ زینب کا نام "بَرّة" تھا، رسول اللہؐ نے ان کا نام زینب رکھا کیونکہ "بَرّة" میں خود اپنی نیکی کا اظہار ہوتا ہے، برہ کے معنی ہیں: نیک وپارسا...... اس زینب سے یا تو ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ مراد ہیں، صحیح مسلم اور سنن ابی داود کی روایت میں ان کا نام آیا

---

(٤١) فتح الباري: ١٠/٧٠٤

(٤٢) سورة توبه: ١٢٢

ہے (۴۳) اور ابن مردویہ نے تفسیر سورۃ حجرات میں نقل کیا ہے کہ اس سے وہ حضرت زینبؓ مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں اور حضرت ام سلمہؓ کی صاحبزادی تھیں۔ (۴۴)

صحیح مسلم، ابوداود اور امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں نقل کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت جویریہؓ کا نام بھی ''بَرۃ'' تھا، آپؐ نے نام تبدیل کر کے ''جویریہ'' رکھا کیونکہ آپ کو پسند نہیں تھا کہ کہا جائے آپ ''بَرّۃ'' کے پاس سے نکلے۔ (۴۵)

یہاں چند باب امام بخاری رحمہ اللہ نے ناموں کے سلسلے میں ذکر کیے ہیں، اس سے پہلے امام طبری کے حوالے سے گذر چکا کہ قبیح المعنی نام یا ایسا نام جس سے انسان کے تزکیہ و تقویٰ اور اس کی پاکبازی کا اظہار ہوتا ہو رکھنا مناسب نہیں۔

محمد نام کا احترام ضروری ہے

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''محمد'' نام بھی نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اس نام کے ادب کے تقاضے پورے کرنا ہر ایک کے بس میں نہیں...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ محمد بن یزید بن الخطاب سے کہہ رہا ہے، فعل الله بك بامحمد، حضرت فاروق اعظم نے اسے بلایا اور کہا کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو برا بھلا کہا جا رہا ہے، لہٰذا آج کے بعد تمہارا نام یہ نہیں رہے گا اور پھر اہل کوفہ کو خط میں لکھا ''لاتسموا أحدا باسم النبي صلى الله عليه وسلم'' (حضورؐ کا نام کوئی شخص نہ رکھے) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات شرح مشکاۃ میں یہ واقعہ

---

(٤٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن: ٢/٢٠٨، وأبوداود في كتاب الأدب، باب في تغيير الاسم القبيح: ٢/٣٢١

(٤٤) إرشادالساري: ١٣/١٩٦

(٤٥) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن: ٢/٢٠٨، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مرويات ابن عباسؓ: ١/٣١٦، البخاري في الأدب المفرد مع فضل الله الصمد: ٢/٣٩٤

لکھا ہے۔(۴۶)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس نام کا احترام اور اس کے ادب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اس کے لیے بھی جس کا یہ نام ہے اور لوگوں کے لیے بھی جو اسے اس نام سے پکارتے ہیں۔ اس سلسلے میں بزار نے حضرت ابورافع سے ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے إذا سميتم محمدا، فلاتضربوه، ولاتحرموه(۴۷)(جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو نہ اسے مارو اور نہ محروم کرو) اور خطیب بغدادی نے حضرت علیؓ سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "إذاسمعتم الولد محمدا، فأكرموه، وأوسعواله في المجلس، ولاتقبحواله وجها"(۴۸)......(جب تم دیکھو کہ کسی بچے کا نام محمد ہے تو اس کا خیال رکھو، مجلس میں اسے جگہ دو اور اس کو برا بھلا مت کہو۔)

فرشتوں کے نام رکھنے کا حکم

امام مالک رحمہ اللہ نے فرشتوں کے نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے(۴۹) مثلاً جبریل وغیرہ...... امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "تاریخ" میں عبداللہ بن جرار سے روایت نقل کی ہے، اس میں "سموا بأسماء الأنبياء، ولاتسموا بأسماء الملائكة" ہے(۵۰)

جیسا کہ روایت میں گذر چکا ہے کہ احب الاسماء عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہاں "بعد أسماء الأنبياء" کی قید لگائی ہے۔(۵۱) اور اصدق الاسماء حارث اور ہمام ہیں(۵۲) اس

---

(٤٦)مرقات المفاتيح، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩

(٤٧)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩

(٤٨)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩

(٤٩)إرشادالساري: ١٩٣/١٣

(٥٠) المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩

(٥١)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩

(٥٢)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الثالث: ١٢٠/٩، روى أبوداود رحمه الله في سننه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تسموا بأسمآء الأنبياء وأحب الأسماء إلى الله عبدالله وعبدالرحمان وأصدقها حارث وهمام وأقبحها حرب ومرة، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ٢٨٨/٤ (رقم الحديث: ٤٩٥٠)

لیے کہ حارث کے معنی کھیتی کرنے والے کے ہیں اور الدنیا مزرعة للآخرة...... کے مطابق یہاں ہر شخص حارث ہے اور ھمام کے معنی فکر مند کے ہیں، یہاں ہر شخص ہمام بھی ہے۔ اس لیے ان دونا موں کو أصدق الأسماء کہا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یسار، رباح، نجیح اور افلح نام رکھنے سے منع فرمایا، حدیث کے الفاظ ہیں "لاتسمين غلامك يسارا، ولارباحا، ولانجيحا، ولا أفلح، فإنك تقول: أثم هو؟ فيقول: لا"(٥٣) یعنی اپنے لڑکے کا نام یسار، رباح، نجیح اور افلح نہ رکھو کیونکہ بسا اوقات تم یہ نام لے کر کہو گے، وہاں وہ ہے؟ اور جواب ملے گا کہ نہیں۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور اس طرح کے نام رکھنا ناجائز نہیں (٥٤) کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کا نام رباح، ایک آزاد کردہ غلام کا نام یسار تھا، حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کا نام "نافع" رکھا جو بعد میں مشہور محدث بنا۔ (٥٥)

اس کی تائید صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے اس میں ہے "أراد النبي صلى الله عليه وسلم أن ينهى عن أن يسمى بيعلى، وببركة، وبأفلح وبيسار وبنافع، ونحو ذلك، ثم رأيته سكت بعد عنها، ثم قبض، ولم ينه عن ذلك"(٥٦) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ یعلی، برکت، افلح، یسار، نافع وغیرہ نام رکھنے سے منع کر دیں لیکن پھر میں نے

---

(٥٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة وبنافع ونحوه ٢/٢٠٧

(٥٤) مرقاة شرح مشكاة، باب الأسامي، الفصل الأول ٩/١٠٠، شرح مسلم للنووي، كتاب الأدب، باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة ٢/٢٠٧

(٥٥) زادالمعاد، فصل في مواليه صلى الله عليه وسلم: ١/١١٥

(٥٥☆) تهذيب الكمال: ٢٩٨/٢٩ (رقم الترجمة: ٦٣٧٣)، قال الحافظ المزي رحمه الله: وكانت تسمى أبرشهر، وقيل: كان من سبي كابل، وقيل من جبال برابر بنده من جبال الطالقان، أصابه عبدالله في بعض غزواته، وقيل: كان اسم أبيه هرمز، وقيل: كاوس

(٥٦) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة وبنافع ونحوه: ٢٠٧/٢

دیکھا کہ آپ اس سے خاموش رہے، آپ کی وفات ہوگئی لیکن منع نہیں فرمایا۔

حاصل یہ کہ قبیح نام رکھنا بھی صحیح نہیں اور ایسا نام جس سے تزکیہ یا بدشگونی کا موقع ملتا ہو، وہ بھی مناسب نہیں، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ "شرح مسلم" میں لکھتے ہیں:

> "معنى هذه الأحاديث تغيير الاسم القبيح أو المكروه إلى حسن ، وقد ثبت أحاديث بتغييره صلى الله عليه وسلم أسماء جماعة كثيرين من الصحابة، وقد بين صلى الله عليه وسلم العلة في النوعين وما في معناهما، وهي: التزكية أوحوف التطير"(٥٧)

یعنی ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ قبیح اور برے نام کو اچھے نام میں تبدیل کردیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی لوگوں کے نام تبدیل کیے جیسا کہ کئی احادیث میں ثابت ہے، حضورؐ نے اسم قبیح اور مکروہ دونوں کی علت بھی بیان فرمائی ہے یعنی ایسا نام جس میں تزکیہ اور اپنی پاک دامنی واضح ہوتی ہو یا ایسا نام جس میں بدشگونی نکل آتی ہو۔

١٠٩ – باب : مَنْ سَمَّى بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ .

وَقالَ أَنَسٌ : قَبَّلَ النَّبِيُّ ﷺ إِبْرَاهِيمَ ، يَعْنِي ٱبْنَهُ [ر : ١٢٤١]

٥٨٤١ : حدّثنا ٱبْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : قُلْتُ لِٱبْنِ أَبِي أَوْفَى : رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ ٱبْنَ النَّبِيِّ ﷺ ؟ قالَ : ماتَ صَغِيرًا ، وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ عاشَ ٱبْنُهُ ، وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ .

٥٨٤٢ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قالَ : لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ) .
[ر : ١٣١٦]

---

(٥٧) شرح مسلم للنووي، كتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن ٢/٢٠٨

(٥٨٤١) الحديث أخرجه ابن ماجه في كتاب الجنائز، باب ماجاء في الصلوة على ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذكروفاته: ١/٤٨٤ (رقم الحديث: ١٥١٠)

٥٨٤٣ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ، فَإِنَّمَا أَنَا قاسِمٌ أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ).. وَرَوَاهُ أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

[ر : ٢٠١٤ ، ٢٩٤٦]

٥٨٤٤ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ، وَمَنْ رَآنِي في الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ صُورَتِي . وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) . [ر : ١١٠]

٥٨٤٥ : حدّثنا محَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى قالَ : وُلِدَ لِي غُلَامٌ ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ ، وَدَفَعَهُ إِلَيَّ ، وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى . [ر : ٥١٥٠]

٥٨٤٦ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ : سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ ابْنَ شُعْبَةَ قالَ : انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ .

رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٩٩٣ ، ٩٩٦]

انبیاء کے نام رکھنا مستحب ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کے ناموں میں سے کوئی نام اگر کسی کا رکھ دیا جائے تو شرعاً جائز ہے بلکہ بعض حضرات نے کہا کہ اللہ کے نزدیک حضرات انبیاء کے نام سب سے زیادہ محبوب ہیں(۵۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام "ابراہیم" رکھا تھا، باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ کا صاحبزادہ بچپن ہی میں وفات پا گیا، اگر حضورؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کا فیصلہ ہوتا تو وہ ضرور زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

---

(٥٨) عمدة القاري: ٢٢/٢٠٩، فتح الباري: ١٠/٧٠٧

مسند احمد میں حضرت انسؓ کی روایت ہے "کان إبراهيم قدملأ المهد، ولو بقي لكان نبيا، لكنه لم يكن ليبقى، فإن نبيكم آخر الأنبياء"(٥٩)۔ (یعنی ابراہیم نے گود کو بھرا (یہ وفات سے کنایہ ہے) اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے، لیکن وہ باقی نہیں رہے، اس لیے کہ تمھارے نبی آخری نبی ہیں۔)

ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں اس پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ نبی کے بیٹے کا نبی ہونا کوئی ضروری نہیں، ابن عبدالبر کی یہ بات درست ہے تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کے متعلق یہ حدیث تین صحابہ سے مروی ہے اور اس میں یہ بات علی سبیل الفرض بیان کی گئی ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی آتا تو ابراہیم اس کے مستحق ہوتے!(٦٠)

باب کی باقی احادیث کی تشریح گذر چکی ہے۔

١١٠ – باب : تَسْمِيَةِ الْوَلِيدِ.

٥٨٤٧ : أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : لَمَّا رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ : (اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ بِمَكَّةَ ، اللَّهُمَّ ٱشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ ، اللَّهُمَّ ٱجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يوسُفَ) . [ر : ٩٦١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے اُس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کرنا ہے جو امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يسمي الرجل عبده أو ولده حربا أومرة أو وليدا"(٦١)

اس حدیث میں حرب، مرہ اور "ولید" نام رکھنے کی ممانعت ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔(٦٢)

---

(٥٩) مسند احمد میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: لوعاش كان صديقا نبيًا، مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، مرويات أنس بن مالك: ٢٨١/٣

(٦٠) فتح الباري: ٧٠٨/١٠

(٦١) فتح الباري: ٧١٠/١٠، إرشادالساري: ٢٠١/١٣

(٦٢) فتح الباري: ٧١٠/١٠، إرشاد الساري: ٢٠١/١٣

وطْأة سے مراد عذاب ہے، روایت باب میں ولید نام آیا ہے اور حضور نے اس پر کوئی رد نہیں فرمایا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اگر مشرکین میں سے کسی کے نام میں کوئی قباحت نہیں ہے تو مسلمان کا وہ نام رکھا جا سکتا ہے۔ (٦٣)

١١١ – باب : مَنْ دَعا صَاحِبَهُ فَنَقَصَ مِنْ ٱسْمِهِ حَرْفًا .

وَقالَ أَبُو حازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ . (يَا أَبَا هِرٍّ) . [ر : ٥٠٦٠]

٥٨٤٨ . حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَا عائِشُ هٰذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ) . قُلْتُ : وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ ٱللهِ . قالَتْ : وَهُوَ يَرَى ما لا نَرَى . [ر : ٣٠٤٥]

٥٨٤٩ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كانَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فِي الثَّقَلِ ، وَأَنْجَشَةُ غُلَامُ النَّبِيِّ ﷺ يَسُوقُ بِهِنَّ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَنْجَشُ ، رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) [ر : ٥٧٩٧]

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

> "أي هذا باب في بيان من دعا صاحبه بأن خاطبه بالنداء، فنقص من اسمه حرفا مثل قولك يامال في "يامالك" وهذا عبارة عن الترخيم، وهو حذف آخر المنادى، لأجل التخفيف"(٦٤)

یعنی اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے "ترخیم" کا جواز بیان کیا ہے، نام کے آخر سے بسا اوقات ایک دو حرف حذف کر دیئے جاتے ہیں، اسے ترخیم کہتے ہیں۔

---

(٦٣) لامع الدراري: ٤٢/١٠

(٦٤) عمدة القاري: ٢١٢/٢٢

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو روایتیں اور ایک تعلیق ذکر کی ہے، ان میں آپ نے "یا أباهر" "یا عائش" اور "یاأنجش" آخری حرف کے حذف کے ساتھ ان ناموں کو استعمال فرمایا، ابوحازم کی تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الأطعمة میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (٦٥) وأم سليم في الثقَل: ثقل ہودج کو کہتے ہیں۔ (٦٦)

١١٢ – باب: الْكُنْيَةِ لِلصَّبِيِّ وَقَبْلَ أَنْ يُولَدَ لِلرَّجُلِ.

٥٨٥٠: حدّثنا مُسَدَّدٌ. حدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ قالَ: كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، وكانَ لِي أَخٌ يُقَالُ لَهُ أَبو عُمَيْرٍ - قالَ: أَحْسِبُهُ - فَطِيمٌ، وَكانَ إِذَا جَاءَ قالَ: (يَا أَبَا عُمَيْرٍ، ما فَعَلَ النُّغَيْرُ). نُغَرٌ كانَ يَلْعَبُ بِهِ، فَرُبَّمَا حَضَرَ الصَّلَاةَ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا، فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ وَيُنْضَحُ، ثُمَّ يَقُومُ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا.
[ر: ٥٧٧٨]

بچہ کی کنیت رکھ سکتے ہیں

اس ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو جزء قائم فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ بچے کی کنیت رکھی جاسکتی ہے اور دوسرا یہ کہ آدمی بچے کی پیدائش اور اولاد کے بغیر بھی اپنے لیے کنیت رکھ سکتا ہے۔

بچہ کی کنیت کے متعلق تو حدیث باب بالکل صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے چھوٹے بھائی کو کہا "یا أبا عمیر"

ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء کو "بطریق الحاق" ثابت فرمارہے ہیں کہ جب بچے کی کنیت رکھی جاسکتی ہے تو آدمی کی کنیت بغیر اولاد کے بطریق اولیٰ رکھی جاسکتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(٦٥) عمدة القاري: ٢٢/٢١٢، ٢١٣

(٦٦) عمدة القاري: ٢٢/٢١٣

"ذكر فيه قصة أبي عمير، وهو مطابق لأحد ركني الترجمة ، والركن الثاني ماخوذ من الإلحاق، بل بالطريق الأولى"(۱)

عربوں میں کنیت رکھنے کا بڑا رواج تھا، کہا جاتا تھا "الكنية للعرب كا للقب للعجم"(۲) یعنی عربوں میں کنیت کا اسی طرح رواج ہے جیسے عجم میں لقب کا رواج ہے۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں کنیت رکھنا درست ہے

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں کنیت رکھنا درست نہیں (۳) امام بخاری نے ان کی تردید کی ہے۔

چنانچہ امام ابن ماجہ، امام طحاوی اور امام احمد نے ایک روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے حضرت صہیب رومی سے پوچھا کہ آپ کے بچے نہیں ہیں تو پھر آپ "ابو یحیی" کنیت کیوں رکھتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ کنیت رکھی ہے۔ (۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی کنیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ابو عبدالرحمٰن" رکھی تھی، ابھی ان کے بچے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ (۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگرد علقمہ کی کنیت "ابو شبل" رکھی، ان کے بھی بچے نہیں تھے (٦) ابن ابی شیبہ نے امام زہری سے نقل کیا ہے "كان رجال من الصحابة يكتنون قبل أن يولد

---

(١) فتح الباري: ٧١٢/١٠، الأبواب والتراجم: ١١٩/٢

(٢) فتح الباري: ٧١٢/١٠، عمدة القاري: ٢١٣/٢٢

(٣) الأبواب والتراجم: ١١٩/٢، فتح الباري: ٧١٢/١٠

(٤) فتح الباري: ٧١٢/١٠، عمدة القاري: ٢١٣/٢٢، إرشاد الساري: ٢٠٣/١٣، سنن ابن ماجه، كتاب الأدب "باب الرجل يكنى قبل أن يولدله: ١٢٣١/٢ (رقم الحديث: ٣٧٣٨)

(٥) فتح الباري: ٧١٢/١٠، عمدة القاري: ٢١٣/٢٢، إرشاد الساري: ٢٠٣/١٣

(٦) فتح الباري: ٧١٢/١٠، إرشاد الساري: ٢٠٣/١٣

لهم"(۷)

علماء نے لکھا ہے تفاؤلاً یہ کنیت رکھا کرتے تھے تاکہ جن کے بچے نہیں، ان کے ہاں اولاد ہو جائے اور بچے کی کنیت اس لیے رکھتے تھے تاکہ وہ بڑا ہو کر خود بچے والا بن جائے۔ (۸)

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت نقل کی ہے، یہ ابھی چند باب پہلے "باب الانبساط إلی الناس" میں گذر چکی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" يا أباعمير! مافعل النغير؟" نغیر ایک پرندہ ہے، اس کا ترجمہ بعض حضرات نے "بلبل" سے کیا ہے، حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں اس کا ترجمہ "لال" سے کیا ہے، اس حدیث سے حضرات محدثین نے کئی فوائد مستنبط کیے ہیں، مشہور شافعی عالم ابوالعباس احمد بن ابی احمد طبری نے جو "ابن القاص" سے مشہور ہیں اس حدیث کے فوائد کو ایک الگ رسالے میں جمع کیا ہے۔ (۹)

یہ اہتمام محدثین نے بطور خاص اس لیے کیا کہ بعض لوگوں نے محدثین پر اعتراض کیا کہ وہ ایسی احادیث بھی نقل کر دیتے ہیں جن میں کوئی فائدہ نہیں اور بطور مثال اس حدیث کو پیش کیا، چنانچہ محدثین نے ساٹھ کے قریب مختلف فوائد اس حدیث سے اخذ کیے، حافظ ابن حجر نے ان تمام کو اختصار کے ساتھ "فتح الباری" میں نقل کر کے اپنی طرف سے ان پر اضافہ بھی کیا ہے۔ (۱۰)

یہ بچہ جس کا اس حدیث میں ذکر ہے بچپن ہی میں انتقال کر گیا تھا اور یہ وہی بچہ ہے جس کا قصہ مسلم وغیرہ کی روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ سفر پر گئے تھے، جس رات آئے تو اس بچہ کا انتقال ہو گیا تھا لیکن حضرت ام سلیمؓ نے انہیں بتلایا نہیں، انھوں نے پوچھا تو کہا کہ وہ آرام کر رہا ہے، رات دونوں نے ساتھ گذاری اور صبح انھوں نے ابوطلحہ کو اطلاع دی اور بچے کو دفن کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو ان کے لیے اس رات میں برکت کی دعا فرمائی۔ (۱۱)

---

(۷)فتح الباري: ۷۱۲/۱۰، عمدة القاري: ۲۱۳/۲۲

(۸)فتح الباري: ۷۱۲/۱۰، عمدة القاري: ۲۱۳/۲۲، إرشادالساري: ۲۰۳/۱۳

(۹)فتح الباري: ۷۱٤/۱۰، إرشاد الساري: ۲۰۳/۱۳

(۱۰)فتح الباري: ۷۱٤/۱۰

(۱۱)فتح الباري: ۷۱٦/۱۰

اس بچے کے نام کے بارے میں بعضوں کا خیال ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام تھا، کوئی الگ دوسرا نام نہیں تھا...... لیکن بعض روایات میں ان کا نام "حفص" اور بعض میں "عبداللہ" آیا ہے۔ (۱۲)

١١٣ - باب: التَّكَنِّي بِأَبِي تُرَابٍ، وَإِنْ كَانَتْ لَهُ كُنْيَةٌ أُخْرَى.

٥٨٥١: حدَّثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ قالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قالَ: إِنْ كانَتْ أَحَبَّ أَسْمَاءِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَيْهِ لَأَبُو تُرابٍ، وَإِنْ كانَ لَيَفْرَحُ أَنْ يُدْعى بِها. وما سَمَّاهُ أَبُو تُرابٍ إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ، غاضب يَوْمًا فاطِمَةَ فَخَرَجَ، فَاضْطَجَعَ إِلى الْجِدارِ فِي الْمَسْجِدِ، فَجَاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ يَتْبَعُهُ، فَقَالَ: هُوَ ذَا مُضْطَجِعٌ فِي الْجِدَارِ، فَجَاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَامْتَلَأَ ظَهْرُهُ تُرَابًا، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ وَيَقُولُ: (اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ).
[ر: ٤٣٠]

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو اپنے ناموں میں سے "ابوتراب" بہت پسند تھا اور اس نام کے پکارے جانے سے بہت خوش ہوتے تھے، یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا رکھا ہوا تھا، ایک دن حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہو کر باہر چلے گئے اور مسجد کی دیوار سے لگ کر لیٹے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہو گئی تھی، حضورؐ ان کی پیٹھ سے مٹی صاف کرتے جاتے اور ان سے فرماتے رہے "ابوتراب! بیٹھ جاؤ"

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی دو کنیتیں رکھ سکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک کنیت "ابوالحسن" مشہور تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوسری کنیت "ابوتراب" سے بھی پکارا، حدیث باب میں اگرچہ ایک کنیت کا اور ترجمۃ الباب میں دو کا ذکر ہے، تاہم "ابوالحسن" چونکہ حضرت علیؓ کی مشہور کنیت تھی، اس لیے حضورؐ نے جب ان کی دوسری کنیت "ابوتراب" رکھی تو اس طرح ان کی دو کنیتیں ہو گئیں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(١٢) إرشاد الساري: ١٣/٢٠٣، نیز دیکھیے فتح الباري: ١٠/٧١٧

”فإن قلت: ماوجه دلالته على الكنيتين، وهو الجزء الآخر من الترجمة ؟ قلت: أبو الحسن هو الكنية المشهورة لعلي رضي اللّٰه عنه، فلما كنى بأبي تراب صار ذاكنيتين“(۱۳)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ ”ابوتراب“ کنیت رکھنا جائز ہے، کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ اس کنیت میں ایک گونہ اپنی تحقیر اور ذلت ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں، امام نے اس وہم کو دور کیا۔ (۱۴)

حضرت علیؓ کو ”ابوتراب“ کہنے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے ”ابوتراب“ ایک تو اس موقع پر کہا جس کا یہاں حدیث باب میں ذکر ہے، بن اسحاق نے حضرت عمار کی ایک روایت ذکر کی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ وہ اور حضرت علیؓ غزوہ عشیرہ میں ساتھ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت علیؓ سو رہے تھے اور ان کے کپڑے غبار آلود تھے، آپ نے انہیں جگایا اور فرمایا، مالك يا أباتراب۔ (۱۵)(ابوتراب! تجھے کیا ہوا؟)

غزوہ عشیرہ سن دو ہجری میں ہوا ہے، اس وقت تک حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح نہیں کیا تھا(۱۶) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مختلف اوقات میں ”ابوتراب“ کی کنیت سے پکارا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ جب حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہوتے تو انہیں کچھ کہنے کے بجائے اپنے سر پر مٹی ڈالنا شروع کر دیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں اس حالت میں دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ دونوں کے درمیان تلخی پیدا ہوئی ہے اور فرماتے، مالك يا أباتراب۔ (۱۷)

---

(١٣) شرح الكرماني، ٢٢/٥٤ (رقم الحديث، ٥٨٢٦)

(١٤) الأبواب والتراجم: ٢/١٢٠

(١٥) فتح الباري، ١٠/٧١٩

(١٦) فتح الباري ١٠/٧١٩

(١٧) فتح الباري ١٠/٧١٩

یہ روایت بھی تعدد پر دلالت کرتی ہے کہ آپ مختلف اوقات میں انہیں اس کنیت سے پکارا کرتے تھے۔

حدیث باب سے حافظ ابن حجر اور ابن بطال نے مختلف فوائد اخذ کیے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”ویستفاد من الحدیث جواز تكنیة الشخص بأكثر من كنیة، والتلقیب بلفظ الكنیة وبما یشتق من حال الشخص، وأن اللقب إذا صدر من الكبیر في حق الصغیر تلقاه بالقبول ولو لم یكن لفظه لفظ مدح، وأن من حمل ذلك علی التنقیص لایلتفت إلیه...... وفیه أن أهل الفضل قدیقع بین الكبیر منهم وبین زوجته ماطبع علیه البشر من الغضب، وقد یدعوه ذلك إلی الخروج من بیته ولایعاب علیه...... وفیه كرم خُلق النبي صلی اللّٰه علیه وسلم لأنه توجه نحو ”علي“ لیترضاه، ومسح التراب عن ظهره لیبسطه...... ولم یعاتبه علی مغاضبته لابنته مع رفیع منزلتها عنده، فیؤخذمنه استحباب الرفق بالأصهار وترك معا تبتهم إبقاءً لمود تهم، لأن العتاب إنما یخشی ممن یخشی منه الحقد، لا ممن هومنزه عن ذلك“(١٨)

یعنی اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

❶ ایک شخص کی دو کنیتیں رکھ سکتے ہیں۔

❷ انسان کی حالت سے کنیت کو اُخذ کر سکتے ہیں۔

❸ چھوٹے کے حق میں بڑا کوئی لقب استعمال کر دے تو وہ مقبول ہو جاتا ہے اگرچہ وہ مدحیہ نہ ہو، اگر کوئی اس کو تحقیر اور تنقیص پر محمول کرے گا تو اس کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔

❹ اہل علم و فضل کی بھی گھر والوں سے رنجش ہو سکتی ہے اور وہ ناراض ہو کر گھر سے نکل سکتے ہیں، یہ کوئی معیوب نہیں۔

---

(١٨) فتح الباري: ١٠/٧١٨، نیز دیکھیے شرح ابن بطال: ٩/٣٥٢-٣٥٣

⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفقانہ اخلاق کی جھلک بھی حدیث میں ہے، آپ نے حضرت علیؓ کی پشت سے مٹی ہٹائی اور انہیں راضی کیا، ڈانٹا نہیں، معلوم ہوا کہ داماد کے ساتھ نرمی کرنا مستحب ہے۔

١١٤ – باب : أَبْغَضِ الْأَسْمَاءِ إِلَى ٱللّٰهِ .

٥٨٥٣/٥٨٥٢ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (أَخْنَى الْأَسْماءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ ٱللّٰهِ رجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ) .

(٥٨٥٣) : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ – رِوَايَةً – قالَ : (أَخْنَعُ ٱسْمٍ عِنْدَ ٱللّٰهِ) . وَقالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ : (أَخْنَعُ الْأَسْماءِ عِنْدَ ٱللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ) . قالَ سُفْيَانُ : يَقُولُ غَيْرُهُ : تَفْسِيرُهُ شَاهَانْ شَاهْ

بدترین نام

حدیث باب میں ہے کہ بدترین نام اللہ کے نزدیک اس شخص کا نام ہے جس نے اپنا نام ”ملك الأملاك“ رکھا ہو۔

ترکیب میں ”أخنى الأسماء“ مبتدأ اور ”رجل“ اس کے لیے خبر ہے، ”رجل“ کا حمل ”أخنى......“ پر درست نہیں، اس لیے خبر میں ”رجل“ سے پہلے مضاف محذوف ہے أی: أخنى الأسماء اسم رجل (۱۹)

اور یہ تاویل بھی کی گئی ہے ”أخنى الأسماء“ میں ”أسماء“ سے ”رجال“ مراد ہے اسم بول کر مجازاً مسمی مراد لیا جاتا ہے، تقدیری عبارت ہوگی ”أخنى الرجال رجل“ (۲۰)

أخنى خنا (خا کے فتحہ اور نون کی تخفیف کے ساتھ) سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے، خنا قول

---

(١٩) إرشاد الساري: ١٣/[illegible]

(٢٠) إرشاد الساري: ١٣/٥٠٢

اور کلام میں بے ہودگی اور فحاشی کو کہتے ہیں (۲۱) أخنى الأسماء کی جگہ "أخنع" "أذل" "أبغض" "أكره" اور "أغيظ" کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ (۲۲) حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے "أخنى" کا ترجمہ "ذلیل ترین" سے کیا ہے۔ (۲۳)

مَلِك الأملاك: مَلِك (میم کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ): بادشاہ۔ أملاك: مليك کی جمع بھی ہو سکتی ہے اور مِلْك (میم کے کسرہ کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ (۲۴)

سفيان بن عيينه نے اس کی تفسیر "شاہان شاہ" سے کی ہے، چونکہ عجمیوں میں اور خاص کر فارسی بولنے والے علاقوں میں اس نام کا رواج تھا، اس لیے سفيان بن عيينه نے اس کی تفسیر کر کے بتلادیا کہ صرف عربی زبان کے لیے یہ ممانعت نہیں، بلکہ دوسری زبانوں میں بھی اس مفہوم کا نام اگر رکھا جائے گا تو وہ بھی اس ممانعت میں داخل ہے۔ (۲۵) "شاہان شاہ" کو تخفیف کے ساتھ "شہنشاہ" بھی پڑھتے اور بولتے ہیں "شہنشاہ" کی طرح "احکم الحاکمین"، "سلطان السلاطین" اور "امیر الامراء" کا بھی یہی حکم ہے۔ (۲۶)

"أقضى القضاة" کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ زمخشری نے "تفسیر کشاف" میں اس کی ممانعت لکھی ہے (۲۷) لیکن ابن منیر نے ان کی تردید کی اور کہا، حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے "أقضا كم علي" استعمال ہوا ہے۔ (۲۸)

"قاضي القضاة" کو بھی بعض حضرات نے ممنوع کہا ہے لیکن اکثر حضرات کہتے ہیں کہ یہ لفظ

---

(٢١) فتح الباري: ١٠/٧٢٠، عمدة القاري: ٢٢/٢١٥، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٥

(٢٢) فتح الباري: ١٠/٧٢٠، عمدة القاري: ٢٢/٢١٥، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٥

(٢٣) فيض الباري: ٤/٤٠١

(٢٤) فتح الباري: ١٠/٧٢٠، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٥

(٢٥) فتح الباري: ١٠/٧٢١، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦، الأبواب والتراجم: ٢/١٢٠

(٢٦) فتح الباري: ١٠/٧٢١، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦

(٢٧) تفسير الكشاف للزمخشري: ٢/٣٩٨، ٣٩٩، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٧٢١، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦

امام ابویوسف رحمہ اللہ کے زمانے سے رائج ہے اور کسی نے اس پر تنقید نہیں کی ہے۔ (۲۹)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں بعض جاہل منشی نائب قاضی کو "أقضی القضاة" اور بڑے قاضی کو "قاضي القضاة" لکھتے ہیں، حالانکہ "أقضی القضاة" "قاضي القضاة" کے مقابلہ میں زیادہ بلیغ ہے۔ (۳۰)

فائدہ

ابن التین نے داودی سے نقل کیا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے "أبغض الأسماء إلى الله خالد ومالك" ابن التین نے کہا کہ یہ روایت محفوظ نہیں کیونکہ حضرات صحابہؓ میں خالد اور مالک نام کے کئی صحابی ہیں (۳۱) قرآن کریم میں جہنم کے داروغہ کے لیے "مالک" کا نام استعمال کیا گیا ہے۔ (۳۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ داودی نے جس روایت کا ذکر کیا تھا، وہ مجھے تلاش کے باوجود نہیں مل سکی، پھر حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ابراہیم بن الفضل کے تذکرہ میں مجھے ملی، اس کے الفاظ ہیں "أحب الأسماء إلى الله ماسمي به، وأصدقها الحارث وهمام، وأكذب الأسماء خالد ومالك، وأبغضها إلى الله ماسمي لغيره" یعنی اللہ کو سب سے محبوب نام وہ ہیں جو اللہ کے نام کے ساتھ ہوں (جیسے عبداللہ، عبدالرحمن) حارث اور ہمام سب سے زیادہ سچے نام ہیں، خالد اور مالک جھوٹے نام ہیں اور غیر اللہ کی طرف منسوب نام اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض ہیں (جیسے عبدالعزی وغیرہ)۔

داودی نے متن حدیث صحیح یاد نہیں رکھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور روایت کے الفاظ ہوں۔ (۳۳)

---

(۲۹) فتح الباري: ١٠/٧٢٢، عمدة القاري: ٢٢/٢١٥، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦

(۳۰) عمدة القاري: ٢٢/٢١٥، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦، فتح الباري: ١٠/٧٢١

(۳۱) فتح الباري: ١٠/٧١٩، عمدة القاري: ٢٢/٢١٥

(۳۲) فتح الباري: ١٠/٧١٩، عمدة القاري: ٢٢/٢١٥

(۳۳) فتح الباري: ١٠/٧١٩

حدیثِ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر کی ہے اور صرف یہی ایک جگہ ہے۔

قال سفیان: یقول غیرہ : تفسیرہ. شاهان شاہ

غیرہ کی ضمیر ابوالزناد کی طرف راجع ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "واعلم أن المشهور على الألسنة أن الأسماء نسلخ عن معنى الخبرية قطعا، وليس بصحيح، فإنها وإن لم تكن كالأخبار الصريحة ولكن يبقى فيها إيماء إلى الخبرية ، ولذا كان مِلك الأملاك من أخنى الاسما. ولو انسلخ عن معنى الحبريه اصلا، لما كان أحنى، نعم قد ينكشف ذلك في المواضع كما في ملك الأملاك، وقد لاينكشف كما في النكني بأبي عمير، فذلك، من باب المراتب في الشئ"(۳۴)

یعنی یہ بات مشہور ہے کہ اسماء سے خبریت کے معنی سلب کر لیے جاتے ہیں، اسماء صرف مسمی پر دلالت کرنے کے لیے ہوتے ہیں، ان کے دوسرے لغوی معنی معتبر نہیں ہوتے لیکن یہ بات علی الاطلاق درست نہیں، کیونکہ اسماء اگرچہ اخبار صریحہ کی طرح نہیں ہوتے، تاہم خبری اور لغوی معنی کی طرف اس میں اشارہ بہر حال ہوتا ہے، اسی وجہ سے "ملک الاملاک" کو ذلیل ترین نام کہا ہے، اگر لغوی معنی کی طرف اس میں اشارہ نہ ہوتا تو اسے "ذلیل ترین نام" نہ کہا جاتا۔

البتہ بعض ناموں میں لغوی معنی کی طرف کسی قسم کا اشارہ نہیں پایا جاتا جیسے "ابو عمیر" ایک کنیت ہے لیکن اس میں کسی لغوی معنی پر دلالت نہیں ہوتی، بہر حال یہ "باب المراتب فی الشیٔ" کے قبیل سے ہے یعنی ایک شے کے اندر مختلف مراتب ہو سکتے ہیں، اسی طرح بعض ناموں کے اندر معنی لغوی پر دلالت ہو سکتی ہے اور بعض میں نہیں!

تنبیہ

سفیان بن عیینہ نے "ملك الأملاك" کی تفسیر "شاہانِ شاہ" سے نقل کی ہے، لیکن یہ ترکیب

---

(٣٤) فيض الباري: ٤/٤٠١

مقلوب ہے، اصل ”شاہِ شاہان“ ہے (۳۵) حافظ ابن حجر اور دوسرے شارحین نے کہا کہ عجمی زبان میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے (۳۶) لیکن یہ بات علی الاطلاق درست نہیں، کیونکہ اردو اور ہندی وغیرہ میں تو مضاف الیہ، مضاف پر مقدم ہوتا ہے لیکن فارسی میں عربی کی طرح مضاف ہی مقدم ہوتا ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس ترکیب کو ”مقلوب“ ہی قرار دیا ہے۔ (۳۷)

١١٥ – باب : كُنْيَةِ الْمُشْرِكِ .

وَقَالَ مِسْوَرٌ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ٱبْنُ أَبِي طَالِبٍ) . [ر : ٤٩٣٢]

٥٨٥٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ ، وَأُسَامَةُ وَرَاءَهُ ، يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي حارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ، قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ، فَسَارَا حَتَّى مَرَّا بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ، فَإِذَا الْمَجْلِسُ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ ، وَفِي الْمُسْلِمِينَ عَبْدُ ٱللهِ ٱبْنُ رَوَاحَةَ ، فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ ٱلدَّابَّةِ ، خَمَّرَ ٱبْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ وَقَالَ : لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا ، فَسَلَّمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ ، فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى ٱللهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ : أَيُّهَا الْمَرْءُ ، لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كانَ حَقًّا ، فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، فَمَنْ جاءَكَ فَٱقْصُصْ عَلَيْهِ . قَالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَوَاحَةَ : بَلَى يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَٱغْشَنَا فِي مَجَالِسِنَا ، فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ ، فَٱسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كادُوا يَتَثَاوَرُونَ ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا ، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ دَابَّتَهُ ، فَسَارَ حَتَّى

---

(۳۵) فتح الباري: ۱۰/۷۲۱، إرشاد الساري: ۱۳/۲۰٦

(۳٦) فتح الباري: ۱۰/۷۲۱، عمدة القاري: ۲۲/۲۱٦، إرشاد الساري: ۱۳/۲۰٦، الأبواب والتراجم: ۲/۱۲۰

(۳۷) لامع الدراري: ۱۰/٤۲، الأبواب والتراجم: ۲/۱۲۰

دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (أَيْ سَعْدُ ، أَلَمْ تَسْمَعْ ما قالَ أَبُو حُبَابٍ – يُرِيدُ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ – قالَ كَذَا وَكَذَا) . فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ : أَيْ رَسُولَ ٱللّٰهِ ، بِأَبِي أَنْتَ ، ٱعْفُ عَنْهُ وَٱصْفَحْ ، فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ ، لَقَدْ جاءَ ٱللّٰهُ بِالحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ ، وَلَقَدِ ٱصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبَحْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ وَيُعَصِّبُوهُ بِالْعِصَابَةِ ، فَلَمَّا رَدَّ ٱللّٰهُ ذٰلِكَ بِالحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذٰلِكَ ، فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهِ ما رَأَيْتَ . فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَكانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كما أَمَرَهُمُ ٱللّٰهُ ، وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذَى ، قالَ ٱللّٰهُ تَعَالَى : «وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ» . الآيَةَ . وَقالَ : «وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ» . فكانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ يَتَأَوَّلُ فِي الْعَفْوِ عَنْهُمْ ما أَمَرَهُ ٱللّٰهُ بِهِ حَتَّى أَذِنَ لَهُ فِيهِمْ ، فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ بَدْرًا ، فَقَتَلَ ٱللّٰهُ بِهَا مَنْ قَتَلَ مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ وَسَادَةِ قُرَيْشٍ ، فَقَفَلَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مَنْصُورِينَ غانِمِينَ ، مَعَهُمْ أُسَارَى مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ ، وَسَادَةِ قُرَيْشٍ ، قالَ ٱبْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ : هٰذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ ، فَبَايِعُوا رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ ، فَأَسْلَمُوا . [ر : ٢٨٢٥]

٥٨٥٥ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ ٱبْنِ الحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ ، فَإِنَّهُ كانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ ؟ قالَ : (نَعَمْ ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ ، لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي ٱلدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ) . [ر : ٣٦٧٠]

مشرک کو کنیت سے پکار سکتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مشرک کی اگر کوئی کنیت ہے تو اس کو اس کنیت سے پکار سکتے ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے ”لامع الدراری“ میں فرمایا کہ کنیت کا استعمال بطور احترام واکرام ہوتا ہے، کافر چونکہ مستحقِ احترام نہیں، اس لیے کسی کے دل میں یہ شبہ آسکتا تھا کہ کافر اور مشرک کے لیے کنیت کا استعمال مکروہ ہے، امام بخاری ترجمۃ الباب سے اس وہم کو دور کر رہے ہیں۔ (۳۸)

---

(٣٨) لامع الدراري: ٤٤/١٠، تعليقات لامع الدراري: ٤٤/١٠

باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے تین روایتیں نقل فرمائی ہیں، پہلی روایت تعلیقاً ذکر کی ہے، امام نے اسے كتاب النكاح، باب ذب الرجل عن ابنته في الغيرة والإنصاف میں موصولاً نقل کیا ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے "سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول، وهو على المنبر: إن بني هاشم بن المغيرة استأذ نوا في أن ينكحوا ابنتهم علي بن أبي طالب، فلا آذن، ثم لا آذن، ثم لا آذن إلا أن يريد ابن أبي طالب أن يطلق ابنتي، وينكح ابنتهم" اس میں آپ نے "ابو طالب" کنیت استعمال کی جب کہ نام عبد مناف ہے۔ (۳۹)

دوسری روایت، کتاب التفسیر میں سورۃ آل عمران کے تحت گذر چکی ہے، وہیں اس کا ترجمہ اور مشکل الفاظ کے معانی گذر چکے ہیں۔ (۴۰) يتثاورون: يتثاوبون یعنی ایک دوسرے پر کودنا...... شرق بذلك یعنی یہ حق اس کے گلے میں اٹک گیا، اسے اچھو لگ گیا۔

اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابیّ بن سلول کی کنیت استعمال فرمائی، فرمایا: "أي سعد، ألم تسمع ماقال أبو حُباب" ابو حباب، عبد اللہ بن ابی کی کنیت ہے۔

باب کی تیسری روایت حضرت عباسؓ سے ہے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا، کیوں کہ وہ آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کے لیے ناراضگی کا اظہار کرتا تھا، حضورؐ نے فرمایا، جی ہاں، وہ ہلکی آگ میں ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوتا۔

اس روایت میں حضرت عباسؓ نے "ابو طالب" کنیت استعمال کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، معلوم ہوا کہ کسی کافر اور مشرک کے لیے کنیت استعمال کر سکتے ہیں۔

کافر کے لیے کنیت کب استعمال کر سکتے ہیں؟

امام نووی رحمہ اللہ نے "کتاب الاذکار" میں لکھا ہے کہ کنیت اس وقت کافر کے لیے استعمال

---

(۳۹) إرشاد الساري: ۱۳/۲۰۷، شرح الكرماني: ۲۲/۵۵

(٤٠) كشف الباري، كتاب التفسير، باب ﴿ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم﴾ الخ: /۱۲٥، ۱۲٦

کر سکتے ہیں، جب وہ کنیت سے معروف ہو اور اس کے بغیر اس کی پہچان مشکل ہو یا نام لینے میں کسی فتنے کا اندیشہ ہو...... قرآن کریم میں ”ابولہب“ کی کنیت استعمال کی گئی ہے، اس کا نام عبدالعزی ہے، کیونکہ وہ کنیت سے مشہور تھا، نیز نام ذکر کرنا اس لیے بھی مناسب نہ تھا کہ اس نے عزی صنم کی طرف ”عبد“ کی نسبت کر دی تھی (۴۱)...... امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ شرط نہیں پائی جاتی تو پھر صرف نام ذکر کرنا چاہیے اور اس پر اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ (۴۲)

ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ تالیف قلبی کے لیے، یا کسی کافر کے اسلام قبول کرنے کی یا کسی اور نفع کی امید ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے کنیت استعمال کر سکتے ہیں۔ (۴۳)

يحوطك: حاط — حَوْطاً: حفاظت کرنا۔ ضَحْضاح: تھوڑا اور کم، گہرا پانی۔

١١٦ – باب : المَعَارِيضُ مَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ .

وَقَالَ إِسْحٰقُ : سَمِعْتُ أَنَسًا : مَاتَ ٱبْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ ، فَقَالَ : كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ : هَدَأَ نَفَسُهُ ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ ٱسْتَرَاحَ . وَظَنَّ أَنَّهَا صَادِقَةٌ . [ر : ١٢٣٩]

٥٨٥٦/٥٨٥٧ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ في مَسِيرٍ لَهُ ، فَحَدَا الحَادِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ٱرْفُقْ يَا أَنْجَشَةُ ، وَيْحَكَ ، بِالْقَوَارِيرِ) .

(٥٨٥٧) : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ وَأَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ في سَفَرٍ ، وَكانَ غُلَامٌ يَحْدُو بِهِنَّ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) . قالَ أَبُو قِلَابَةَ :

---

(٤١) فتح الباري: ١٠/٧٢٤، عمدة القاري: ٢٢/٢١٨، إرشاد الساري: ١٣/٢١٠، الأذكار النووية مع الفتوحات الربانية، كتاب الأسماء، باب جواز تكنية الكافر: ٦/١٥٤

(٤٢) الأذكار النووية مع الفتوحات الربانية، كتاب الأسماء، باب جواز تكنية الكافر: ٦/١٥٥، ١٥٦

(٤٣) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٥٥

يَعْنِي النِّسَاءَ .

حدّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا حَبَّانُ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ قالَ : كانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ حادٍ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ ، وَكانَ حَسَنَ الصَّوْتِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ ، لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ) . قالَ قَتَادَةُ : يَعْنِي ضَعَفَةَ النِّسَاءِ . [ر : ٥٧٩٧]

٥٨٥٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ شُعْبَةَ قالَ : حَدَّثَنِي قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : كانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ ، فَقَالَ : (ما رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا) . [ر : ٢٤٨٤]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، یہ حدیث مرفوع کے الفاظ ہیں جو حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (۴۴) مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ "فیض الباری" میں تحریر فرماتے ہیں:

"قوله: مندوحة أي متسع ومفر، أراد المصنف من المعاريض التورية، أي التكلم بكلام لايفهم المخاطب ما أراد منه المتكلم، وما يفهم منه يظنه صادقا باعتباره، ولم يرد تعريض علماء البيان" (۴۵)

یعنی معاریض سے یہاں توریہ مراد ہے، مقصد یہ ہے کہ ایسی بات کہنا کہ مخاطب اس سے متکلم کی مراد نہ سمجھ سکے اور جو مفہوم مخاطب اس سے سمجھے، وہ متکلم کو اس میں سچا اور صادق خیال کرے، اس سے علم بیان کی اصطلاحی تعریض مراد نہیں۔ علامہ ابن اثیر "النهاية" میں فرماتے ہیں:

"المعاريض: جمع مِعْراض، من التعريض، وهو خلاف التصريح من القول" (۴٦)

یعنی معاریض، معراض کی جمع ہے اور یہ تعریض سے ہے، تعریض تصریح کی ضد ہے۔

المعاريض مندوحة عن الكذب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے توریہ کیا ہے اور تصریح کے

---

(٤٤) النهاية لابن الأثير: ٢١٢/٣

(٤٥) فيض الباري: ٤٠١/٤

(٤٦) النهاية لابن الأثير، مادة عرض : ٢١٢/٣

ساتھ بات نہیں کی ہے تو وہ جھوٹ میں داخل نہیں، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس کا ترجمہ لکھتے ہیں: "أي في المعاریض من الاتساع مایغني عن الکذب"(۴۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے جواز پر پہلا استدلال حضرت ام سلیمؓ کے قصہ سے کیا ہے، حضرت ابوطلحہؓ نے ان سے پوچھا، لڑکا کیسا ہے؟ انھوں نے کہا "پرسکون ہو گیا ہے، مجھے امید ہے کہ اس نے راحت پالی ہے" ابو طلحہ نے سمجھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے اور بچہ بیماری سے افاقہ پا گیا ہے، حالانکہ بچہ انتقال کر چکا تھا، لیکن حضرت ام سلیم نے توریہ کر کے انہیں اصل حقیقت رات کو بتلانی مناسب نہیں سمجھی، اسے جھوٹ نہیں کہتے بلکہ توریہ وغیرہ کہتے ہیں، جنائز میں امام نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے، چنانچہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "وظن أبوطلحة أنها صادقة باعتبار ما فهمه من كلامها، لأن مفهومه أن الصبي تعافى، لأن النفس إذا سكن، أشعر بالنوم، والعليل إذا نام، أشعر بزوال مرضه أوخفته ، فالمرأة صادقة باعتبار مرادها، وأما خبرها بذلك فهو غير مطابق للأمرالذي فهمه أبوطلحة، فمن ثم قال الراوي: وظن أنها صادقة، ومثل ذلك لايسمى كذبا على الحقيقة، بل مندوحة عن الكذب"(۴۸)

باب کے اندر باقی جو دو حدیثیں ہیں، ان میں ایک انجشہ والی حدیث ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے لیے "قواریر" کا لفظ بطور تشبیہ استعمال کیا ہے اور دوسری حدیث میں گھوڑے کے لیے "بحر" کا لفظ بطور تشبیہ استعمال کیا ہے، یہ دونوں حدیثیں معاریض کے قبیل سے نہیں، بلکہ یہ الفاظ مجازاً استعمال ہوئے ہیں۔

ابن منیر نے تکلف کر کے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جب کلام میں مجاز کا استعمال جائز ہے تو معاریض کا استعمال بطریق اولی جائز ہونا چاہیے کیونکہ معاریض میں کلام اپنے معنی حقیقی

---

(٤٧) إرشاد الساري: ١٣/ ٢١٠

(٤٨) إرشادالساري: ١٣/ ٢١٠

میں استعمال ہوتا ہے۔ (۴۹) علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ان دو حدیثوں میں دوسری حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "قوله: مارأينا من شيئ، مع أنه كان رأى شيئا من الأشياء لامحالة، فيكون المراد شيئ يعتدبه ، فسماها معاريض ، مع أنها ليست من المعاريض في شيئ...... وبالجملة: مراد المصنف أن المعاريض وأمثالها يست من الكذب في شيئ ولكنها أنواع من الكلام......"(٥٠)

(یعنی حضورؐ نے "مارأينا من شيئ" فرمایا کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا، حالانکہ آپ نے کوئی چیز تو ضرور دیکھی ہوگی، مطلب یہ تھا کہ میں نے کوئی قابل ذکر اور قابل توجہ چیز نہیں دیکھی، اسے معاریض کہا گیا، حالانکہ یہ معاریض کے قبیل سے نہیں، خلاصہ یہ کہ معاریض وغیرہ کلام کی ایک قسم ضرور ہے لیکن اسے جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔

١١٧ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ لِلشَّيْءِ : لَيْسَ بِشَيْءٍ ، وَهُوَ يَنْوِي أَنَّهُ لَيْسَ بِحَقٍّ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْقَبْرَيْنِ : (يُعَذَّبَانِ بِلَا كَبِيرٍ ، وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ) .
[ر : ٥٧٠٨]

٥٨٥٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ : قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ : قالَتْ عائِشَةُ : سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنِ الكُهَّانِ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَيْسُوا بِشَيْءٍ) . قالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الحَقِّ ، يَخْطَفُهَا الجِنِّيُّ ، فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ ٱلدَّجاجَةِ ، فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ) .

[ر : ٥٤٢٩]

بسا اوقات کوئی چیز معیاری نہیں ہوتی، یا حق نہیں ہوتی، اس کے لیے عربی زبان اور اسی طرح

---

(٤٩)فتح الباري: ١٠/٧٢٦، إرشاد الساري: ١٣/٢١٢

(٥٠)فيض الباري: ٤/٤٠٢

دوسری زبانوں میں بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ”لیس بشئ“ کچھ بھی نہیں ”لیس بشئ“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق نہیں، درست نہیں، اردو زبان میں بھی عموماً کسی کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ ”وہ تو کچھ بھی نہیں“ اس طرح کے کلام سے اس کے وجود اور شے ہونے کی نفی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ اس کے معیاری ہونے، حق ہونے اور درست ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کا کلام کذب کے زمرے میں داخل نہیں، ”لیس بشئ“ کا مطلب یہ ہے کہ لیس بشئ معتدبه یعنی کوئی قابل ذکر اور قابل اعتبار شے نہیں۔ (۵۱)

باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق ذکر کی ہے کہ آپ نے دونوں قبروں کے متعلق فرمایا کہ دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، کسی بڑی چیز میں نہیں، لیکن وہ بڑی ہے، پہلے نفی کی ہے اور پھر اثبات کیا فکأنه قال لشئ: لیس بشئ (۵۲) أي: لیس بشئ له أهمیته عندالناس وإن كان في نفسه أهم

کتاب الطهارة، باب من الکبائر آن لایستترمن بوله میں امام بخاری نے یہ تعلیق موصولاً ذکر کی ہے۔

باب کی دوسری روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا ”لیسوا بشئ“ کچھ بھی نہیں، یعنی لیسوا بشئ یعتدبه (۵۳)

کَذْبة کاف کے فتحہ اور ذال کے سکون کے ساتھ۔ جھوٹ کو کہتے ہیں۔

۱۱۸ – باب: رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ.

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: «أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ. وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ» /الغاشية: ۱۷، ۱۸/.

وَقَالَ أَيُّوبُ: عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ.

---

(۵۱) الأبواب والتراجم: ۲/۱۲۰

(۵۲) إرشاد الساري: ۱۳/۲۱۲، عمدة القاري: ۲۲/۲۲۰

(۵۳) لامع الدراري: ۱۰/٤٤، الأبواب والتراجم: ۲/۱۲۰

[ر : ٤١٨٦]

٥٨٦٠ : حدثنا ٱبْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهابٍ قال : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ : أَخْبَرَنِي جابِرُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ ، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّماءِ ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي إِلَى السَّماءِ ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جاءَنِي بِحِرَاءٍ ، قاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّماءِ وَالْأَرْضِ) . [ر : ٤]

٥٨٦١ : حدثنا ٱبْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قالَ : أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ ، عَنْ كُرَيْبٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : بِتُّ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا ، فَلَمَّا كانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ ، أَوْ بَعْضُهُ ، قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّماءِ ، فَقَرَأَ : «إِنَّ فِي خَلْقِ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضِ وَٱخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ» . [ر : ١١٧]

ترجمۃ الباب کا مقصد

ابن التین نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس ترجمۃ الباب سے مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ (٥٤)

چنانچہ امام طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم تیمی اور عطا سلمی سے نقل کیا ہے کہ چالیس سال تک انھوں نے آسمان کی طرف اللہ کے خوف سے نگاہ نہیں اٹھائی۔ (٥٥)

امام بخاری رحمہ اللہ اس مسلک کی تردید کر رہے ہیں، ہاں نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا ممنوع ہے، کتاب الصلاۃ میں حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث گذر چکی ہے، جس میں ہے، مابال أقوام یرفعون أبصارهم إلى السما، في صلاتهم، فاشتد قوله في ذلك حتى قال: لينتهينّ عن ذلك أو لتخطفن أبصارهم(٥٦) ... (ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو نماز کے اندر آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں، حضورؐ نے اس بارے میں سختی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ

---

(٥٤) فتح الباري: ١٠/٧٢٨، عمدة القاري: ٢٢/٢٢٠

(٥٥) فتح الباري: ١٠/٧٢٨، عمدة القاري: ٢٢/٢٢٠

(٥٦) صحيح البخاري "باب رفع البصر إلى السماء في الصلاة": ١٦٦ (رقم الحديث ٧٥٠)

ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی)۔

بہر حال یہ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کا حکم ہے، جہاں تک عام حالات میں آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم ہے، وہ بلا کراہت جائز ہے، بلکہ اس کے چند فوائد بھی بیان کیے جاتے ہیں۔

باب میں ذکر کردہ ایوب سختیانی کی تعلیق کو امام احمد نے مسند اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ میں موصولاً نقل کیا ہے، البتہ وہاں روایت کے الفاظ ہیں "فرفع رأسه إلى السماء....."(٥٨)

روایات باب کے علاوہ امام مسلم رحمہ اللہ نے "صحیح مسلم" میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کثیرا مایرفع بصره إلى السماء....."(٥٩)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے "سنن ابی داود" میں ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا جلس يتحدث، يكثر أن يرفع بصره إلى السماء"(٦٠) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر گفتگو فرماتے تو آسمان کی طرف بکثرت نگاہ اٹھاتے۔

١١٩ - باب : مَنْ نكَتَ الْعُودَ في المَاءِ وَالطِّينِ .

٥٨٦٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ عُثْمانَ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمانَ ، عَنْ أَبِي مُوسىٰ : أَنَّهُ كانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ في حائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ ، وَفِي يَدِ النَّبِيِّ ﷺ عُودٌ يَضْرِبُ بِهِ بَيْنَ المَاءِ وَالطِّينِ ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَفْتِحُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اَفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ) . فَذَهَبْتُ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ ، فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالجَنَّةِ ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ : (اَفْتَحْ لَهُ

---

(٥٨) فتح الباري: ١٠/٧٢٨، عمدة القاري: ٢٢/٢٢١، إرشاد الساري: ١٣/٢١٤

(٥٩) فتح الباري: ١٠/٧٢٨-٧٢٩

(٦٠) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب الهدي في الكلام: ٢/٣٠٩

وَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ) . فَإِذَا عُمَرُ ، فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالجَنَّةِ ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ ، فَقَالَ : (افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ ، عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ ، أَوْ تَكُونُ) . فَذَهَبْتُ فَإِذَا عُثْمَانُ ، فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالجَنَّةِ ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ ، قَالَ : اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ . [ر : ٣٤٧١]

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے کسی باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس سے آپ پانی اور مٹی کے درمیان کے درمیان مار رہے تھے، ایک شخص آیا اور باغ کا دروازہ کھولنے کو کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی خوش خبری دیدو، میں دروازہ پر گیا تو دیکھا، حضرت صدیق اکبرؓ تھے، میں نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا اور انہیں جنت کی خوش خبری دی، پھر دوسرے شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو حضورؐ نے فرمایا، دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوش خبری دو، میں گیا تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہیں، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور انہیں جنت کی خوش خبری دی، پھر ایک شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا، اس وقت آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا، کھول دو، ان کو جنت کی خوش خبری دو، انہیں جنت کی خوش خبری دو، اس مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی، میں گیا تو حضرت عثمانؓ تھے، ان کے لیے دروازہ کھولا، جنت کی خوش خبری دی اور حضورؐ نے جو بات کہی تھی، وہ بتلادی تو انھوں نے کہا اللّٰہ المستعان (اللہ مددگار ہے)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

آدمی کے ہاتھ میں بسااوقات کوئی لاٹھی، لکڑی یا تنکا ہوتا ہے اور اس سے زمین کرید تا رہتا ہے یا زمین پر آہستہ آہستہ اس کو مارتا رہتا ہے، یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب انسان کسی گہری سوچ میں ہو تو بے خیالی میں ہاتھوں کی یہ حرکت خود بخود جاری رہتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہ لہو و عبث میں داخل نہیں۔ (٦١)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمۃ الباب اس عمل کے عدم جواز کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے قائم کیا ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عقبہ بن

---

(٦١) فتح الباري: ١٠/٧٢٩، الأبواب والتراجم: ٢/١٢٠

عامرؓ کی ایک مرفوع حدیث سے پیدا ہوتا ہے، اس کے الفاظ ہیں، كل شيْ يلهوبه الرجل باطل إلارميه بقوسه، وتأديبه فرسه، وملاعبته امرأته، فإنهن من الحق... ۔(٦٢) یعنی آدمی جس چیز کے ساتھ بھی کھیلے، باطل ہے، مگر تیر اندازی، گھوڑے کو سدھانا، بیوی کے ساتھ کھیلنا، یہ جائز ہیں۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس طرح کیا ہے، لہٰذا یہ وقار اور متانت کے خلاف نہیں۔(٦٣) اس سے امام بخاریؒ کے ایک اور مقصد کی طرف اشارہ ہوگیا کہ یہ عمل وقار وادب کے خلاف نہیں!

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بالکل واضح ہے، اس میں ہے وفي يدالنبي صلى الله عليه وسلم عود يصرب به بين الماء والطين...... یہ حدیث كتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه میں گذر چکی ہے۔

١٢٠ – باب : الرَّجُلِ يَنْكُتُ الشَّيْءَ بِيَدِهِ فِي الْأَرْضِ .

٥٨٦٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ ، عَنْ سعْدِ بْنُ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ لرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا مع النَّبِيِّ ﷺ في جَنازةٍ ، فَجعَلَ يَنْكُتُ الْأَرْضَ بِعُودٍ ، فَقَال : (لَيْسَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ فُرِغَ مِنْ مَقْعَدِهِ مِنَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ) . فقالُوا : أَفَلا نَتَّكِلُ ؟ قال : (اعْمَلُوا فَكلٌّ مُيَسَّرٌ ، «فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى») . الآيَةَ . [ر : ١٢٩٦]

اس سے پہلے باب میں "ينكت العود......" کا ذکر ہے، اس سے مراد لاٹھی تھی اور اس باب میں "الشيْ" کہہ کر تنکا وغیرہ کی طرف اشارہ کیا اور مطلب یہ ہے ہاتھ میں لاٹھی ہو، بات کرتے ہوئے یا سوچتے ہوئے اسے زمین پر مارا جائے یا تنکا ہو اور اس سے زمین کریدی جائے یہ سب جائز ہے۔(٦٤) مولانا زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام کا مقصد اس سے غور وفکر کی طرف تاکید کے ساتھ توجہ دلانا مقصود

---

(٦٢) الأبواب والترجم ٢/ ١٢

(٦٣) فيص الباري ٤٠٢/٤

(٦٤) ارساد الساري: ١٣/٢١٧، والأبواب والتراحم: ٢/١٢٠

ہے کیونکہ اس طرح کا عمل، غور وفکر کے وقت ہی کیا جاتا ہے، قرآن کریم کی کئی آیات کریمہ میں بھی ﴿لعلکم تتفکرون﴾ کہہ کر غور وفکر پر ابھارا گیا ہے، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

> "قلت: ولعل التبويب بهذه الترجمة مع أن معناه قد تقدم في باب السابق إشارة منه إلى مزيد الاهتمام في أمر التفكر والتدبر، وإلا فأصل النكت قدثبت جوازه في الباب السابق، وقد ورد الحث والتحريض في عدة آيات من القرآن في الأمر بالتفكر بقوله: ﴿لعلكم تتفكرون﴾ فتأمل، فإنه لطيف"(٦٥)

حدیث باب کتاب التفسیر میں سورۃ اللیل کی تفسیر میں گذر چکی ہے، اس میں ہے، فجعل ينكت الأرض بعود

فكلٌ ميسَّرٌ

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

> "أي لستم في مكنة من فعل شيءٍ، وتركه من عندأنفسكم، وإنما هو أمر مقدر، فتفعلون وتتركون ماقدرلكم، وذلك يكون ميسرا لكم، فلايأتي منكم خلافه، فالاتكال وترك الجهد في الأعمال عبث"(٦٦)

اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی کام کو ترک کر دینا یا کوئی کام انجام دینا انسان کے لیے پہلے سے مقرر ومقدر ہوتا ہے، وہ جو کچھ کرتا یا چھوڑتا ہے، وہ تقدیر کے مطابق اس کے لیے میسر ہوتا ہے، اس لیے اعمال کے اندر تقدیر پر توکل کر لینا اور محنت چھوڑ دینا عبث ہے کیونکہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا۔

١٢١ – باب : التَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ عِنْدَ التَّعَجُّبِ .

٥٨٦٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ : أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ٱسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (سُبْحَانَ ٱللَّهِ ، مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ

---

(٦٥) الأبواب والتراجم: ١٢٠/٢

(٦٦) فيض الباري: ٤٠٢/٤

الخَزَائِنِ ، وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ ، مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الحُجَرِ - يُرِيدُ بِهِ أَزْوَاجَهُ حَتَّى يُصَلِّينَ - رُبَّ كاسِيَةٍ في ٱلدُّنْيَا عارِيَةٌ في الآخِرَةِ) . [ر : ١١٥]

وَقالَ ٱبْنُ أَبِي ثَوْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ قالَ : قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : ٱللهُ أَكْبَرُ . [ر : ٨٩]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو فرمایا، سبحان اللہ! کیا کیا خزانے اور کیا کیا فتنے نازل کیے گئے، کوئی ہے جو ان حجرہ والیوں (ازواج مطہرات) کو جگادے، تاکہ نماز پڑھ لیں، دنیا میں بہت سی پہننے والیاں (ناقص لباس پہننے) کی وجہ سے آخر میں ننگی ہوں گی۔

٥٨٦٥ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ : أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا جاءَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ تَزُورُهُ ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ في المَسْجِدِ ، في الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ مِنْ رَمَضَانَ ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً مِنَ الْعِشَاءِ ، ثُمَّ قامَتْ تَنْقَلِبُ ، فَقَامَ مَعَهَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْلِبُهَا ، حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ المَسْجِدِ ، الَّذِي عِنْدَ مَسْكَنِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، مرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الأَنْصَارِ ، فَسَلمَا عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ثُمَّ نَفَذَا ، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (عَلَى رِسْلِكُمَا ، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ) . قالَا : سُبْحَانَ ٱللهِ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا مَا قالَ ، قالَ : (إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ٱبْنِ آدَمَ مَبْلَغَ ٱلدَّمِ ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ في قُلُوبِكُمَا) . [ر : ١٩٣٠]

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے لیے آئیں، اس وقت آپ مسجد میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں تھے، آپ کے ساتھ عشا کی کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی، پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گھر تک پہنچانے کے لیے کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ جب مسجد کے اس دروازے کے پاس پہنچ گئیں جو حضرت ام سلمہؓ کے مکان کے پاس تھا، تو دو انصاری آپ کے پاس سے گذرے اور ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، پھر تیزی کے ساتھ آگے بڑھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا، ذرا، ٹھہرنا، یہ صفیہ بن حیی ہیں (کوئی اجنبی عورت نہیں) ان دونوں

نے کہا، سبحان للہ، یارسول اللہ! یہ وضاحت ان دونوں پر بہت گراں گذری، حضورؐ نے فرمایا، شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، اس لیے مجھے خوف ہوا کہ کہیں شیطان تمھارے دل میں وسوسہ نہ ڈال دے۔

باب کے اندر ابن ابی ثور کی تعلیق کتاب العلم باب التناوب فی العلم میں موصولاً گذر چکی ہے، ابن ابی ثور کا نام عبید اللہ بن عبد اللہ ہے۔ العشر الغوابر: المراد بها هنا البواقي یعنی رمضان کا اخیر عشرہ!(٧٠) تنقلب: أي تنصرف إلى بيتها. يقلبها: جملہ حالیہ ہے، أي يصرفها إلى بيتها. ثم نفذا: کہتے ہیں، رجل نافذ في أمره أي ماض والمعنى نفذا مسرعين یعنی دونوں تیزی کے ساتھ گذرنے لگے۔ على رِسلكما: یعنی ٹھہر جاؤ...... يقذِف في قلوبكما أي يقذف الشيطان شيئاً في قلوبكما۔ (٧١) یعنی شیطان تمھارے دل کے اندر وسوسہ ڈال دے گا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

تعجب کے وقت ”اللہ اکبر“ اور ”سبحان اللہ“ کہنا حدیث سے ثابت ہے، اللہ کے بابرکت نام پر مشتمل اس طرح کے جملوں سے زبان تر رہنی چاہیے، بعض لوگوں نے اسے ممنوع قرار دیا ہے اور کہا ہے اللہ کے ذکر کو اپنی عام گفتگو کا اس طرح حصہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ یہ آدابِ ذکر کے خلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب سے ان کی تردید فرمائی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن بطال کے حوالہ سے لکھا:

> ”التسبيح والتكبير معناه تعظيم الله وتنزيهه من السوء، واستعمال ذلك عند التعجب، واستعمال الأمر حسن، وفيه تمرين اللسان على ذكر الله تعالىٰ، وهذا توجيه جيد، كأن البخاري رمز إلى الرد على من منع ذلك“(٦٧)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے ان لوگوں کے مسلک کی تردید پر

---

(٧٠) عمدة القاري: ٢٢/٢٢٤، فتح الباري: ١٠/٧٣١

(٧١) عمدة القاري: ٢٢/٢٢٤

(٦٧) فتح الباري: ١٠/٧٣١، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٦٤

استدلال پایا جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا "کھانا کھائیں" اور وہ جواب میں کہے اذکروا باسم اللّٰہ اللہ کا نام لو تو وہ کافر ہو جائے گا۔(٦٨) حدیثِ باب سے اس کا غلط ہونا ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ کا نام اور ذکر کلام الناس کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

"فيه دلالة على رد ماقال بعضهم إن من قال للآخر: كُلْ، فقال: اذكروا باسم اللّٰه كفر، وجه الرد ظاهر، فإن الحديث وضع اسم اللّٰه موضع كلام الناس، كما في مسألة "بسم اللّٰه" فافهم"(٦٩)

١٢٢ – باب : النَّهْيِ عَنِ الخَذْفِ .

٥٨٦٦ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ قالَ : سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ الْأَزْدِيَّ يُحَدِّثُ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قالَ : نَهٰى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الخَذْفِ ، وَقالَ : (إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ ، وَلَا يَنْكأُ الْعَدُوَّ ، وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ) . [ر : ٤٥٦١]

خَذْف (خاء کے فتحہ اور ذال کے سکون کے ساتھ) انگلیوں سے کنکری پھینکنے کو کہتے ہیں، ابن بطال نے فرمایا کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے کنکری پھینکنے کو خذف کہتے ہیں(٧٢) رسول اللہ صلی اللہ

---

(٦٨)لامع الدراري: ١٠/٤٥، ٤٦ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں قال صاحب الفيض: أباح المصنفؒ إخراج الأذكار عن معناها، واستعمالها في غيره، وهو ثابت في السلف ثبوتاً لامردله، وحينئذ ينبغي أن يؤول مافي الدرالمختار أن الطلبة إن اصطلحوا على أن يكبروا، أويسبحوا عند ختمة الدرس، فهو مكروه، لأنه إخراج الذكر عن مدلوله، نعم إن كان إخراجه إلى محل ممتهن فله وجه، كما ذكره الحنفية أن السائل إن ذكر اسم اللّٰه، لايقول السامع: جل جلاله، أو كلمة تدل على عظمته تعالىٰ، وإن كان أدبا في عامة الأحوال، وذلك لأنه قال باسمه في موضع لم يكن له ذلك۔

قال ابن عابدينؒ تحت قول صاحب الدرالمختار: تكون أي الصلوة حرامًا عند فتح التاجر متاعه: الظاهر أن المراد به كراهة التحريم لما في كراهية الفتاوى الهندية: إذا فتح التاجر الثوب، فسبح اللّٰه تعالىٰ أوصلى على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يريد به إعلام المشتري جودة ثوبه، فذلك مكروه، وكذا الحارس، لأنه يأخذ لذلك ثمناً، وكذا الفقاعي إذا قال ذلك عند فتح فقاعه على قصد ترويجه وتحسينه يأثم ، وعن هذا يمنع إذا قدم واحدٌ من العظام، فسبح أوصلى على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إعلاماً بقدومه حتى يفرج له الناس، أو يقوموا له يأثم (تعليقات لامع الدراري: ١٠/٤٥، ٤٦)

(٦٩) لامع الدراري: ١٠/٤٥، ٤٦

(٧٢)شرح ابن بطال: ٩/٣٦٤

علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار کو مار سکتے ہیں، نہ ہی دشمن کو زخمی یا قتل کر سکتے ہیں، البتہ یہ آنکھ پھوڑ دیتا اور دانت توڑ دیتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دشمن کا کوئی نقصان اس سے نہیں ہو سکتا، البتہ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے کہ کسی کی آنکھ میں کنکری لگ گئی، یا دانت پر لگ گئی اور آنکھ زخمی ہو گئی یا دانت ٹوٹ گیا۔

لاینکأ العدو: یہ نکایة سے ہے، نکایة دشمن کے قتل اور زخمی کرنے کو کہتے ہیں۔ (۷۳)

۱۲۳ – باب : الحَمْدِ لِلْعَاطِسِ .

٥٨٦٧ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الآخَرَ ، فَقِيلَ لَهُ ، فَقَالَ : (هٰذَا حَمِدَ ٱللهَ ، وَهٰذَا لَمْ يَحْمَدِ ٱللهَ) . [٥٨٧١]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے چھینکنے والے کے لیے "الحمد للہ" کہنے کی مشروعیت اور استحباب کو بیان کیا ہے، چھینکنے کی وجہ سے دماغ کھل جاتا ہے اور طبیعت میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے۔ (۷۴)

بعضوں نے کہا کہ چھینکنے کی وجہ سے بعض دماغی بیماریاں دفع ہوتی ہیں، اس لیے اس پر بطور شکر "الحمدللہ" کہنا مسنون و مستحب ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے استحباب پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۷۵)

---

(٧٣) عمدة القاري: ٢٢٤/٢٢

(٥٨٦٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب لايشمت العاطس إذا لم يحمدالله (رقم الحديث: ٥٨٧١) وأخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب: ٢٢٩٢/٤ (رقم الحديث: ٢٩٩١) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في من يعطس ولايحمدالله: ٣٠٩/٤ (رقم الحديث: ٥٠٣٩) وأخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء في إيجاب التشميت بحمدالعاطس: ٨٤/٥ (رقم الحديث: ٢٧٤٢) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم و الليلة، باب مايقول إذاعطس: ٦٤/٦ (رقم الحديث: ١٠٠٥٠) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب تشميت العاطس: ١٢٢٣/٢ (رقم الحديث: ٣٧١٣)

(٧٤) إرشاد الساري: ٢١٩/١٣

(٧٥) شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تشميت العاطس: ٤١٣/٢، فتح الباري: ٧٣٢/١٠

چھینکنے کے بعد کتنے الفاظ کہنے چاہئیں

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ کتنے الفاظ کہنے چاہئیں، اس میں روایات مختلف ہیں:

❶ شارح بخاری ابن بطال نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ صرف "الحمدللّٰہ" کہنا چاہیے اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہیے (٧٦) دو بابوں کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث آرہی ہے، اس میں صرف "الحمدللّٰہ" کا ذکر ہے۔

❷ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے جس میں ہے "إذاعطس أحدكم، فليقل: الحمدللّٰه على كل حال" (٧٧)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے "سنن" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مفہوم کی روایت نقل کی ہے۔ (٧٨)

❸ امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "الحمدللّٰه رب العالمين" کہنا زیادہ بہتر ہے، روایت کے الفاظ ہیں...... إذا عطس الرجل، فقال: الحمدللّٰه، قال الملك: رب العالمين، فإن قال: رب العالمين، قال الملك: يرحمك اللّٰه (٧٩) یعنی جب آدمی چھینکنے کے بعد "الحمدللّٰه" کہتا ہے تو فرشتہ "رب العالمين" کا اضافہ کر دیتا ہے اور جب آدمی "الحمدللّٰه رب العالمين" کہتا ہے تو فرشتہ "يرحمك اللّٰه" کہہ کر چھینکنے والے کے لیے رحمت کی دعا کر دیتا ہے۔

❹ امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں اور طبرانی نے معجم میں حضرت علیؓ سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں دونوں کو جمع کر دیا ہے، اس میں ہے "من قال عند عطسة سمعها:

---

(٧٦) شرح ابن بطال: ٩/٣٦٧

(٧٧) الحديث أخرجه الترمذي في أبواب الآداب، باب ماجاء كيف تشميت العاطس: ٥/٨٣ (رقم الحديث: ٢٧٤١)

(٧٨) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب كيف تشميت العاطس: ٢/٣٣٠

(٧٩) الأدب المفرد مع فضل اللّٰه الصمد: ٢/٣٧٦

الحمدللّٰه رب العالمين على كل حال، ماكان لم يجد وجع الضرس ولا الأذن أبدا" (۸۰)
یعنی جس نے چھینکنے کے بعد "الحمدللّٰه رب العالمين على كل حال" کہا تو اسے داڑھ اور کان کا درد نہیں ہوگا۔

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن اس کے رجال ثقہ ہیں (۸۱) اور غیر مدرک بالقیاس امور میں حدیث موقوف بھی حدیث مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے، علمائے اصول حدیث نے اس قاعدے کی تصریح کی ہے۔ (۸۲)

⑤ امام طبری رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں:

> "عطس رجل عند النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: الحمدللّٰه، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: يرحمك اللّٰه، وعطس آخر، فقال: الحمدللّٰه رب العالمين حمدا طيبا كثيرا مباركا فيه، فقال: ارتفع هذا على هذا تسع عشرة درجة" (۸۳)

اس مفہوم کی ایک روایت امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت رفاعہ بن رافع سے بھی نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

> "صليت مع النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فعطست، فقلت: الحمدللّٰه حمدا طيبا مباركافيه، مباركا عليه كما يحب ربنا ويرضى، فلما انصرف، قال: مَنِ المتكلم؟ ثلاثا، فقلت: أنا، فقال: والذي نفسي بيده لقد ابتدرها بضعة وثلاثون ملكا أيهم يصعدبها" (۸۴)

---

(٨٠) الأدب المفرد مع فضل الله الصمد: ٣٨٣/٢، فتح الباري: ٧٣٢/١٠

(٨١) فتح الباري: ٧٣٢/١٠

(٨٢) ظفر الأماني: ٣٢١، شرح شرح نخبة الفكر للإمام، ملاّ على القاري: ٥٤٦، ٥٤٧

(٨٣) فتح الباري: ٧٣٣/١٠

(٨٤) الحديث أخرجه الترمذي في أبواب الصلوة، باب ماجاء في الرجل يعطس في الصلوة: ٩١/١

حضرت رفاعہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، مجھے دورانِ نماز چھینک آئی تو میں نے یہ الفاظ کہے: "الحمدللّٰہ حمدا طیبا مبارکا فیه، مبارکا علیه کما یحب ربنا ویرضی" حضورؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ پوچھا کہ یہ الفاظ کس نے کہے؟ میں نے بتلایا تو حضور نے فرمایا "بخدا تیس سے زیادہ فرشتے آسمان کی طرف لے جانے کے لیے ان کلمات کی طرف ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے تھے۔"

اس مفہوم کی ایک روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے، لیکن اس میں "عطاس" کا ذکر نہیں، بلکہ امام کے سمع اللّٰہ لمن حمده کہنے کے بعد ربنالك الحمد...... کا ذکر ہے۔(۸۵)

⑥ ابن السنی نے حضرت ابورافع سے ایک روایت نقل کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "أتاني جبريل، فقال: إذا أنت عطست، فقل: الحمدلله لكرمه، الحمدلله لعزجلاله، فإن الله عزوجل يقول: صدق عبدي ثلاثاً مغفوراً له"(٨٦)

یعنی میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا، جب آپ کو چھینک آئے تو یہ الفاظ کہیں "الحمدللّٰہ لکرمه، الحمدللّٰہ لعزجلاله" اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں تین بار فرمائیں گے "میرے بندے نے سچ کہا"، اس حال میں اس کی مغفرت کردی جائے گی۔

چھینکنے کے بعد حمد کے ساتھ درود وسلام کے اضافہ کا حکم

حمد کے علاوہ درود وسلام وغیرہ کا اس میں اضافہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں بیہقی نے "شعب الایمان" میں ضحاک بن قیس یشکری کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے عطس رجل عند ابن عمر، فقال: الحمدلله رب العالمين، فقال ابن عمر: لوتممتها:

---

(٨٥) الحديث أخرجه البخاري في كتاب الأذان، باب بلاترجمه، بعد باب فضل اللهم ربنا ولك الحمد: ١/١٠٩

(٨٦) فتح الباري: ١٠/٧٣٣

والسلام علی رسول اللّٰہ(٨٧) یعنی ایک آدمی کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس چھینک آئی، اس نے الحمدللّٰہ رب العالمین کہا، حضرت ابن عمر نے کہا، کاش آپ اس کو یہ الفاظ پڑھ کر مکمل کرتے والسلام علی رسول اللّٰہ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمد کے ساتھ سلام کا بھی اضافہ کر سکتے ہیں، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کے معارض ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے:

> ”إنّ رجلاً عطس إلی جنب ابن عمر، فقال: الحمدللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ، قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمدللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ، لیس ھکذا علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، علّمنا أن نقول: الحمدللّٰہ علی کل حال......(٨٨)

یعنی ایک آدمی کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس چھینک آئی تو اس نے کہا ”الحمدللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ“ حضرت ابن عمرؓ نے کہا، میں بھی کہتا ہوں ”الحمدللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ“ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ہمیں یہ کلمات نہیں سکھائے بلکہ آپ نے ہمیں سکھلایا کہ ہم یہ الفاظ کہیں، الحمدللّٰہ علی کل حال۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا...... ھذا حدیث غریب لانعرفہ إلا من حدیث زیاد بن الربیع “(٨٩) زیاد بن ربیع کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: صدوق(٩٠)، ابن عدی نے فرمایا، ماأری بروایتہ بأسا(٩١) امام بیہقی رحمہ اللہ نے پہلی والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (٩٢)

---

(٨٧) شعب الإیمان للبیھقي، باب في تشمیت العاطس، فصل في تشمیت العاطس إذا حمد: ٢٤/٧ (رقم الحدیث: ٩٣٢٦)

(٨٨)سنن الترمذي، کتاب الأدب، باب مایقول العاطس إذاعطس: ٨١/٥ (رقم الحدیث: ٢٧٣٨)

(٨٩)سنن الترمذي، کتاب الأدب، باب مایقول العاطس إذاعطس: ٨١/٥

(٩٠) فتح الباري: ٧٣٣/١٠

(٩١) تهذیب التهذیب: ٣٦٥/٣ (رقم الترجمة: ٦٧٠)

(٩٢) فتح الباري: ٧٣٣/١٠

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ چھینکنے کے بعد "الحمدللّٰہ" بھی کہہ سکتے ہیں، "الحمدللّٰہ رب العالمین" بھی کہہ سکتے ہیں اور الحمدللّٰہ علی کل حال بھی کہہ سکتے ہیں۔

باب کی روایت یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔

عطس رجلان عند النبي صلى اللّٰه عليه وسلم

عطس باب ضرب اور نصر دونوں سے ہے، دو آدمیوں کو رسول اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں **چھینک آئی، معجم طبرانی کی روایت میں ہے کہ ان میں ایک عامر بن الطفیل تھا اور دوسرا اس کا بھتیجا تھا(۹۳)عامر بن الطفیل کفر کی حالت پر مرا تھا۔(۹۴)**

فَشمَّت أحدهما ولم يشمت الآخر

ان میں سے ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یرحمك اللّٰہ" کہا اور دوسرے کو نہیں کہا۔

شَمّت — تشمیتاً باب تفعیل سے ہے، اس کے معنی ہیں چھینکنے والے کو یرحمك اللّٰہ کہنا۔(۹۵)

فقيل له

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی گئی کہ آپ نے ایک کو جواب دیا اور دوسرے کو نہیں دیا، آگے باب میں یہ روایت آرہی ہے، اس میں ہے "فقال الرجل: یارسول اللّٰہ، شمت هذا ولم تشمتني" عامر بن الطفیل اگرچہ کافر تھا لیکن اس نے آپ کو "یارسول اللہ" کہہ کر مخاطب کیا، لیکن **اعتقاداً نہیں کیا تھا، بلکہ مسلمان چونکہ اس عنوان سے آپ کو مخاطب کرتے تھے، اس لیے عامر نے بھی ان الفاظ سے مخاطب کیا۔(۹۶)**

---

(۹۳) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأدب، باب فيمن عطس فلم يحمدالله: ٥٨/٨

(٩٤) فتح الباري: ٧٣٥/١٠

(٩٥)عمدة القاري: ٢٢٨/٢٢، قال ابن الأثير: وفي حديث العطاس "فشمت أحدهما ولم يشمت الآخر" التشميت بالشين والسين: الدعاء بالخير والبركة، النهاية لابن الأثير: ٤٩٩/٢

(٩٦) فتح الباري: ٧٣٥/١٠

هذا حمدالله ، وهذا لم يحمدالله

آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس نے چھینکنے کے بعد چونکہ "الحمد للہ" کہا تھا، اس لیے اس کے لیے "یرحمك الله" کہا گیا تھا اور اس دوسرے نے چونکہ "الحمدلله" نہیں کہا، اس لیے جواب نہیں دیا گیا، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے "إن هذا ذكرالله، فذكرتُه، وأنت نسيتَ الله فنسيتك" (۹۷)

اس سے معلوم ہوا کہ "یرحمك الله" کے الفاظ سے جواب اسی وقت دینا چاہیے جب چھینکنے والا "الحمدلله" کہے، طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "من بادر العاطس بالحمد عوفي من وجع الخاصرة، ولم يشتك ضرسه أبدا" (۹۸) یعنی چھینکنے والا اگر جلدی سے "الحمدلله" کہے گا تو وہ پسلی کے درد سے محفوظ رہے گا اور اس کی داڑھ میں کبھی شکایت پیدا نہیں ہوگی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث باب کے تحت چند فوائد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "وفيه جواز السؤال عن علة الحكم، وبيانها للسائل، ولاسيما إذا كان له في ذلك منفعة، وفيه أن العاطس إذا لم يحمدالله لايلقن الحمد ليحمد فيشمت...... ومن آداب العاطس أن يخفض بالعطس صوته ويرفعه بالحمد، وأن يغطي وجهه، لئلايبدومن فيه أو أنفه مايؤذي جليسه ، ولايلوي عنقه يميناً ولا شمالا، لئلايتضرر بذلك" (۹۹)

یعنی اس سے ایک تو حکم کی علت کے متعلق سوال کرنے اور علت بیان کرنے کا جواز معلوم ہوا، خاص کر جب اس میں کوئی فائدہ بھی ہو، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر چھینکنے والے نے "الحمدلله" نہیں کہا تو اسے حمد کہنے کی تلقین نہیں کی جانی چاہیے کہ وہ حمد کہے تاکہ جواب میں اسے "یرحمك الله"

---

(۹۷) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأدب، باب فيمن عطس فلم يحمدالله: ۵۷/۸

(۹۸) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأدب، باب فيمن بادر العاطس بالحمد: ۵۷/۸

(۹۹) فتح الباري: ۷۳۵/۱۰

کہا جائے...... چھینکنے والے کے لیے ایک ادب تو یہ ہے کہ وہ چھینک کی آواز کو آہستہ رکھنے کی کوشش کرے اور "الحمدللّٰہ" بلند آواز سے پڑھے، چہرے کو ڈھانپ دے تاکہ اس کے منہ اور ناک کی چھینٹیں ساتھ بیٹھنے والے کے لیے اذیت کا باعث نہ بنیں، گردن کو دائیں بائیں نہ موڑے۔

امام ابوداود اور امام ترمذی نے اپنی "سنن" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا عطس، وضع يده أو ثوبه على فيه، وخفض أوغض بها صوته" (۱۰۰) یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھتے اور اپنی آواز دباتے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومن فوائد التشميت تحصيل المودة والتاليف بين المسلمين، وتأديب العاطس بكسر النفس عن الكبر، والحمل على التواضع، لما في ذكر الرحمة من الإشعار بالذنب الذي لايعرى عنه أكثر المكلفين" (۱۰۱)

یعنی تشمیت کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے آپس میں محبت و مودت کے حصول کا ذریعہ ہے، دوم اس میں چھینکنے والے کی کسر نفسی اور اسے تواضع پر آمادہ کرنے کی تربیت بھی ہے اس لیے کہ اس میں "یرحمک اللہ" کہا جاتا ہے، رحمت کی دعا کی جاتی ہے جس میں گناہوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے جن سے اکثر مکلّف خالی نہیں۔

١٢٤ – باب: تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ إِذَا حَمِدَ ٱللَّهَ.

فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ. [ر: ٥٨٦٩، ٥٨٧٠]

٥٨٦٨: حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ

---

(۱۰۰) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في العطاس: ٣٠٧/٤ (رقم الحديث: ٥٠٢٩) اور ترمذی میں ہے: إذا عطس غطّى وجهه بيده أوبثوبه، وغضّ بها صوته...... (سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في خفض الصوت، وتخمير الوجه عندالعطاس: ٨٦/٥ (رقم الحديث: ٢٧٤٥)

(۱۰۱) فتح الباري: ٧٣٥/١٠

مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَإِجَابَةِ ٱلدَّاعِي ، وَرَدِّ السَّلَامِ ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ . وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ ، أَوْ قَالَ : حَلْقَةِ الذَّهَبِ ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ ، وَٱلدِّيبَاجِ ، وَالسُّنْدُسِ ، وَالْمَيَاثِرِ . [ر : ١١٨٢]

تشمیت کے معنی

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ "تشمیت" اصل میں "تسمیت" سین کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں هداك الله إلى السَمْت، سمت طریقہ، سیرت اور طرف کو کہتے ہیں، پھر سین کو شین سے بدل دیا گیا، تشميت العاطس کے معنی ہیں: چھینکنے والے کے لیے رحمت کی دعا کرنا، یرحمک اللہ کہنا(۱)

علامہ ابن عبدالبر "التمهيد" میں فرماتے ہیں: أما التشميت : فمعناه: أبعدالله عنك الشماتة، وجنبك مايشمت به عليك، وأما التسميت : فمعناه: جعلك الله على سمت حسن(۲)

یعنی تشمیت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنوں کی شماتت اور ہنسی سے محفوظ رکھے اور تسمیت کے معنی ہیں: اللہ آپ کو اچھی سیرت پر قائم کردے۔

تشمیت کا حکم

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ تشمیت کی مشروعیت کو بیان فرمارہے ہیں، چھینکنے والا اگر "الحمدللہ" کہے تو اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنے کا کیا حکم ہے، اس میں اختلاف ہے:

❶ یہ سنت علی الکفایہ ہے، مجلس میں کسی ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے یہ سنت ادا ہو جائے گی، حضرات شافعیہ میں سے امام نووی رحمہ اللہ نے اسی قول کو مختار قرار دیا، بعض مالکیوں نے بھی

---

(۱) شرح مسلم للنووي كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة: ۱۸۸/۲

(۲) التمهيد لابن عبدالبر في مرويات عبدالله بن أبي بكر حديث تاسع عشر: ۳۳٤/۱۷

اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۳)

❷ ظاہریہ، مالکیہ میں سے ابن مزین اور بعض شوافع کے نزدیک فرض عین ہے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے (۴) انھوں نے اس کے فرض عین ہونے پر چند دلائل پیش فرمائے ہیں:

ا)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اگلے باب میں آرہی ہے، جس میں ہے ”فحق علی کل مسلم سمعه أن یشمته“ یعنی ہر اس مسلمان پر یہ حق ہے جس نے چھینک سنی کہ وہ اس کا ”یرحمك الله“ سے جواب دے۔

ب)...... امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”حق المسلم علی المسلم ست......“ اور ان میں سے ایک ”تشمیت“ کو ذکر کیا ہے۔ (۵)

ج)...... بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث میں ہے ”خمس تجب للمسلم علی المسلم......“ اور ان میں سے ”تشمیت“ کو بھی شمار کیا ہے۔ (٦)

مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے ”إذا عطس أحدکم، فلیقل: الحمدلله علی کل حال، ولْیَقل الذي یرد علیه: یرحمك الله“ (۷) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو ”الحمدلله علی کل حال“ کہے اور جواب دینے والا ”یرحمك الله“ کہے)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں ”تجب“ کا لفظ صراحتاً آیا ہے، لفظ ”حق“ آیا ہے ”علی“ آیا ہے اور امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو اصلاً وجوب کے لیے آتا ہے، لہٰذا ان کا

---

(۳) الأذکار النوویة مع الفتوحات الربانیة، کتاب السلام والاستیذان وتشمیت العاطس، باب تشمیت العاطس وحکم التثاؤب: ٦/١٥

(٤) قال ابن القیم رحمه الله: ظاهر الحدیث المبدوء به: أن التشمیت فرض عین علی کلّ من سمع العاطس یحمدالله (زاد المعاد، فصل في هدیه صلی الله علیه وسلم في أذکار العطاس: ٢/٤٣٧)

(٥) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردّالسلام: ٤/١٧٠٥ (رقم الحدیث: ٢١٦٢)

(٦) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردّالسلام: ٤/١٧٠٤ (رقم الحدیث: ٢١٦٢) صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز (رقم الحدیث: ١٢٤٠)

(٧) مسند أحمد بن حنبل، في مسانید أبي أیوب رضي الله عنه: ٥/٤١٩

تقاضا یہی ہے کہ اسے فرض عین قرار دیا جائے کہ حضرات فقہاء نے ان سے کم دلیلوں کی بنیاد پر کئی امور میں فرض عین کو ثابت کیا ہے۔ (٨)

❸ حضرات حنفیہ، اکثر حنابلہ، شوافع اور مالکیہ میں سے ابن رشد اور ابن العربی کے نزدیک فرض کفایہ ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی مسلک کو ترجیح دی ہے۔ (٩)

ذکر کردہ تمام احادیث بلاشبہ وجوب و فرضیت پر دلالت کرتی ہیں لیکن یہ دلالت علی سبیل الکفایہ ہونے کی منافی نہیں ہے، مثلاً سلام کا جواب دینا بھی اس کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لیکن وہ بالاتفاق واجب علی الکفایہ ہے، لہٰذا یہ واجب تو ہے، تاہم اگر کسی ایک نے جواب دے دیا تو مجلس میں سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ (١٠) البتہ یہ وجوب اسی وقت ہے جب چھینکنے والے نے ”الحمد للہ“ کہا ہو، ورنہ نہیں۔

فيه أبوهريرة

اس سے اگلے باب میں ذکر کردہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مراد ہے جس کے الفاظ ہیں: ”إن اللّٰه يحب العطاس، ويكره التثاؤب، فإذا عطس فحمدالله، فحق على كل مسلم سمعه أن يشمته......“ (یعنی اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند اور جمائی ناپسند ہے، تم میں سے جب کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمدللّٰہ کہے اور سننے والے مسلمان کا حق ہے کہ وہ ”يرحمك اللّٰه“ سے اس کا جواب دے۔)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے اندر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی جو روایت ذکر کی ہے، اس میں مطلقاً ”تشميت العاطس“ کا ذکر ہے، کسی قسم کی کوئی قید نہیں، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”إذا حمدالله“ کی قید لگائی ہے، یہ قید حضرت ابوہریرہؓ کی اوپر ذکر کردہ روایت میں ہے، امام بخاریؒ نے ”فيه أبوهريرة“ کہہ کر اس طرف اشارہ کیا کہ حضرت براء بن عازب کی روایت میں مطلق

---

(٨) فتح الباري: ٧٣٦/١٠

(٩) فتح الباري: ٧٣٦/١٠، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل في البيع: ٢٩٣/٥

(١٠) فتح الباري: ٧٣٦/١٠

تشمیت کا ذکر "إذا حمدالله" کی قید کے ساتھ مقید ہے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس باب میں اولاً حضرت ابوہریرہؓ کی پوری روایت ذکر کرتے، اس کے بعد حضرت براء بن عازبؓ کی روایت لاتے، تاکہ معلوم ہوتا کہ اس میں عام اپنے عموم پر نہیں لیکن امام کو موت واجل نے موقع نہیں دیا اور وہ اس طرح تہذیب و ترتیب قائم نہیں کر سکے۔(۱۱) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "والواقع أن هذا الصنيع لايختص بهذه الترجمة، بل قد أكمل منه البخاري الصحيح، فطالما ترجم بالتقييد والتخصيص كما في حديث الباب من إطلاق أوتعميم، ويكتفي من دليل التقييد والتخصيص بالإشارة، إما لما وقع في بعض طرق الحديث الذي يورده، أو في حديث آخر، كما صنع في هذا الباب، فإنه أشار بقوله: "فيه أبوهريرة" إلى ماورد في حديثه من تقييد الأمر بتشميت العاطس بما إذا حمد، وهذا أدق التصرفين، ودل إكثاره من ذلك على أنه عن عمد منه، لا أنه مات قبل تهذيبه، بل عد العلماء ذلك من دقيق فهمه، وحسن تصرفه في إيثار الأخفى على الأجلى، شحذا للذهن، وبعثا للطالب على تتبع طرق الحديث إلى غير ذلك من الفوائد"(۱۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس اسلوب وصنیع سے صحیح بخاری کے تراجم بھرے پڑے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ ایک خاص ترجمہ یا قید کے ساتھ مقید ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت جو حدیث ذکر فرماتے ہیں، وہ حدیث عام ہوتی ہے یا مطلق ہوتی ہے، امام بخاری ترجمۃ الباب کو خاص اور مقید ذکر کر کے اشارہ کر دیتے ہیں کہ حدیث میں عام سے خاص اور مطلق سے مقید مراد ہے کیونکہ یہ تخصیص وتقیید اس حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہوتی ہے، امام

---

(۱۱) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣٦/٩

(۱۲) فتح الباري: ٧٣٧/١٠

بخاریؒ ترجمۃ الباب سے ان طرق کی طرف اشارہ فرمادیتے ہیں، یا کسی دوسری حدیث میں اس کا ذکر ہوتا ہے، امام اس کی طرف رہنمائی فرمادیتے ہیں...... جیسے یہاں "فيه أبوهريرة" کہہ کر دوسری حدیث کی طرف اشارہ کردیا جس میں تشمیت کا حکم مطلق نہیں بلکہ مقید بالحمد ہے، صحیح بخاری کے تراجم میں یہ صنیع بکثرت پائی جاتی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ امام تشحیذ اذہان کے لیے اور طالب علم کو طرق حدیث کی تلاش پر ابھارنے کے لیے ایسا بالقصد کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو تشمیت کے حکم سے مستثنیٰ ہیں

❶ بہر حال تشمیت کے اس عام حکم سے ایک تو وہ چھینکنے والا مستثنیٰ ہے، جس نے "الحمد للہ" نہیں کہا ہو۔

❷ دوم کافر بھی اس حکم کے تحت داخل نہیں، سنن ابی داود میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "كانت اليهود يتعاطسون عند النبي صلى الله عليه وسلم رجاء أن يقول: يرحمكم الله، فكان يقول: يهديكم الله ويصلح بالكم" (۱۳) (یہودی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکتے تھے، اس امید پر کہ حضور ان کو "يرحمك الله" سے جواب دیں، لیکن حضورؐ يهديكم الله ويصلح بالكم (یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت کی اصلاح کرے) فرمایا کرتے تھے۔)

❸ سوم: زکام کی وجہ سے چھینکنے والا شخص بھی اس حکم کے عموم میں داخل نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "شمت أخاك واحدة، وثنتين، وثلاثا، وما كان بعد ذلك فهو زكام" (۱۴) یعنی اپنے مسلم بھائی کو یرحمک اللہ سے جواب دو، ایک بار، دو بار، تین بار، اس کے بعد اگر چھینک آتی ہے تو وہ زکام ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں عبداللہ بن ابی بکر کے طریق سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ

---

(١٣) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيف يشمت الذمي: ٣٠٨/٤ (رقم الحديث: ٥٠٣٨)

(١٤) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كم مرّة يشمت العاطس: ٣٠٨/٤ (رقم الحديث: ٥٠٣٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إن عطس فشمّته، ثم إن عطس فشمّته، ثم إن عطس فشمّته، ثم إن عطس، فقل: إنك مضنوك" قال عبدالله بن أبي بكر: لا أدري، أبعد الثالثة أوالرابعة" (١٥) یعنی اگر اسے چھینک آتی ہے تو اس کو "یرحمك الله" سے جواب دو، پھر چھینک آتی ہے تو "یرحمك الله" کہو، پھر آتی ہے تو "یرحمك الله" کہو، پھر چھینکے تو کہو تم زکام زدہ ہو، راوی عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ جملہ تیسری بار چھینکنے کے بعد کہنا ہے یا چوتھی بار کے بعد۔)

عبدالرزاق نے بھی اپنی "مصنف" میں عبداللہ بن ابی بکر کے طریق ہی سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "فشمّته ثلاثا، فما كان بعدذلك، فهوزكام" (١٦) یعنی تین بار "یرحمك الله" کہو، اس کے بعد زکام ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عمرو بن العاص کے طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "شمّتوه ثلاثا، فإن زاد، فهوداء يخرج من رأسه" (١٧) (یعنی تین بار "یرحمك الله" کہو، اس سے زیادہ چھینک آئے تو وہ ایک بیماری ہے جو اس کے سر سے نکلتی ہے) لیکن یہ روایت موقوف ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن زبیر کی ایک موقوف روایت بھی انھوں نے نقل کی ہے "إن رجلا عطس عنده، فشمته، ثم عطس، فقال له في الرابعة: أنت مضنوك" (١٨) یعنی عبداللہ بن زبیر کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی، انھوں نے "یرحمك الله" کہا، اسے پھر چھینک آئی، تو چوتھی مرتبہ میں انھوں نے کہا "تم زکام زدہ ہو")

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک مرفوع روایت عبداللہ بن مبارک کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں ہے: عطس رجل عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأنا شاهد، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يرحمك الله، ثم عطس الثانية والثالثة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هذا رجل مزكوم۔

---

(١٥) الموطأ للإمام مالك رحمه الله، كتاب الاستئذان، باب التشميت في العاطس: ٢/٩٦٥

(١٦) مصنف عبدالرزاق، باب وجوب التشميت: ١٠/٤٥٣ (رقم الحديث: ١٩٦٨٢)

(١٧) فتح الباري: ١٠/٧٣٧

(١٨) فتح الباري: ١٠/٧٣٧

یعنی حضورؐ کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی، میں حاضر تھا، حضورؐ نے "یرحمک اللہ" فرمایا، اسے دوسری اور تیسری بار چھینک آئی تو حضورؐ نے فرمایا "اس کو زکام ہے۔"

اس کے بعد امام ترمذی نے یہی روایت یحیی بن سعید کے طریق سے نقل کی، اس میں "إلاّ أنه قال له في الثالثة: أنت مزكوم" ہے یعنی تیسری بار حضورؐ نے فرمایا: أنت مزكوم۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو عبداللہ بن مبارک کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ (۱۹)

ان تمام روایتوں سے یہ بات تو بہر حال قطعی طور پر معلوم ہوئی کہ "تشمیت" کے حکم عام سے زکام کی وجہ سے چھینکنے والا شخص مستثنیٰ ہے۔

البتہ آگے روایات میں اختلاف ہے کہ دوسری بار اس پر یہ حکم لگایا جائے گا یا تیسری مرتبہ چھینکنے سے اسے "مزکوم" قرار دیا جائے گا، صحیح اور راجح قول تیسری مرتبہ چھینکنے پر اس حکم کے لاگو کرنے کا ہے (۲۰) اور مطلب یہ ہوگا کہ اب آپ اس دعا کے مستحق نہیں کیونکہ یہ دعا شریعت میں اس چھینکنے والے شخص کے ساتھ خاص ہے جو چھینک کسی بیماری اور زکام کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ وہ چھینک مراد ہے جو نشاط و تازگی کا سبب بنتی ہے اور جو کسی بیماری اور زکام کا نتیجہ نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ ابن عربی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

> "إذا تكرر العطاس في المجلس الواحد، تكرر القول في الحمد والرد...... فاختلف الرواة فيه اختلافا كثيرا، فقيل: يقال له في الثانية: إنك مزكوم، وقيل: يقال له في الثالثة، وقيل في الرابعة...... والأصح أن ذلك في الثالثة، المعنى في قوله: إنك مضنوك، أي مضيق على مجارى نفسك، فهو مرض حادث لاخفة محمودة، فإن قيل: كان حقه إذا دل على أنه ألم أن يضاعف له الدعا؟ قيل: يدعى له، ولكن ليس بدعاء العطاس المشروع، ولكن دعاء المسلم لمسلم من العافية والسلامة،

---

(۱۹) سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء كم يشمت العاطس: ٥/٨٤ (رقم الحديث: ٢٧٤٣)

(۲۰) فتح الباري: ١٠/٧٣٨

وليس من باب التشميت"(۲۱)

اس عبارت میں یہ اشکال بھی حل کر دیا گیا کہ زکام کی وجہ سے چھینکنے والا "يرحمك الله" کہنے کا تو زیادہ مستحق ہے، پھر اس کے حق میں "تشمیت" کیوں ضروری نہیں؟

جواب واضح ہے کہ "يرحمك الله" کہنا اس موقع پر ایک مخصوص عمل کے طور پر شرعاً وضع کیا گیا ہے، لہٰذا بیمار کے لیے دوسری دعائیں تو کی جائیں، لیکن "تشمیت" کا حکم اس کے حق میں جاری نہیں ہوگا۔ (۲۲)

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کسی زکام زدہ کو پے در پے چھینکیں نہیں آتیں، بلکہ وقفہ وقفہ سے ایک ایک چھینک آتی ہے، یا زکام کی وجہ سے مجلس میں صرف ایک ہی چھینک آئی، دو تین چھینکیں نہیں آئیں تو تشمیت اس کے حق میں ضروری نہیں، کیونکہ وہ بیمار ہے۔ (۲۳)

آخر میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ کسی شخص کو زکام ہی کی وجہ سے چھینکیں آرہی ہیں، لیکن وہ "الحمدللہ" کہہ رہا ہے تو اس کے جواب میں "يرحمك الله" کہنا جائز ہے یا نہیں؟...... اس میں دو قول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے نہی معلوم ہوتی ہے جسے ابو یعلی اور ابن السنی نے ذکر کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں "إذا عطس أحدكم فليشمته جليسه، فإن زاد على ثلاث، فهو مزكوم، ولا يشمته بعد ثلاث"(۲۴)

اس حدیث میں تین مرتبہ کے بعد تشمیت سے منع کیا گیا ہے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی سند میں ایک راوی کا حال مجھے معلوم نہیں ہو سکا، البتہ روایت کی باقی سند صحیح ہے۔ (۲۵)

---

(۲۱) شرح الترمذي لابن عربي المالكي، كتاب الأدب، باب ماجاء كيف تشميت العاطس: ۱۰/۲۰۱-۲۰۲

(۲۲) فتح الباري: ۱۰/۷۲۹

(۲۳) فتح الباري: ۱۰/۷٤۰

(۲٤) فتح الباري: ۱۰/۷۳۹

(۲٥) فتح الباري: ۱۰/۷۳۹

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا وہ راوی سلیمان بن ابی داود ہیں جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف اور غیر مامون قرار دیا ہے۔ (۲۶)

اس کے برعکس عبید بن رفاعہ کی ایک روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے جسے امام ترمذی اور ابوداود نے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم : یشمت العاطس ثلاثاً، فإن زاد، فإنْ شئت فشمته، وإن شئت فلا" (۲۷)

اس روایت سے اختیار اور جواز معلوم ہوتا ہے، اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو مجہول اور حدیث کو غریب قرار دیا ہے، انھوں نے فرمایا "ھذا حدیث غریب، وإسنادہ مجھول" (۲۸)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی تمام سند مجہول نہیں، بلکہ اکثر راوی ثقہ ہیں، البتہ بعض ناموں میں تغییر وابہام پایا جاتا ہے۔ (۲۹) ابن عربی رحمہ اللہ نے شرح ترمذی میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "وھو وإن کان مجھولا، فإنه یستحب العمل به، لأنه دعاء بخیر
> وصلة للجلیس وتوددله" (۳۰)

یعنی اگرچہ اس میں راوی مجہول ہے، تاہم اس پر عمل کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ دعائے خیر ہے، اور اس میں ساتھی سے تعلق ومحبت کا اظہار بھی ہے۔

ابن عبدالبر نے شرح مؤطا میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس پر عمل کرنا زیادہ

---

(٢٦) فتح الباري: ٧٣٩/١٠

(٢٧) سنن الترمذي، کتاب الأدب، باب ماجاء کم یشمت العاطس: ٨٥/٥ (رقم الحدیث: ٢٧٤٤) اور سنن ابی داود میں ہے "تشمیت العاطس ثلاثاً، فإن شئت أن تشمّته فشمته، وإن شئت فکف" سنن أبی داود، کتاب الأدب، باب کم مرة یشمت العاطس: ٣٠٨/٤ (رقم الحدیث: ٥٠٣٦)

(٢٨) سنن الترمذي، کتاب الأدب، باب ماجاء کم یشمت العاطس: ٨٥/٥

(٢٩) فتح الباري: ٧٣٩/١٠

(٣٠) شرح الترمذي لابن عربي المالکي، کتاب الأدب، باب ماجاء کم یشمت العاطس: ٢٠٥/١٠

بہتر واولی ہے۔ (۳۱)

حاصل کلام یہ کہ تشمیت کے حکم عام سے تین آدمیوں کی تخصیص کی گئی ہے، ایک وہ شخص جس نے الحمدللہ نہیں کہا، دوم کافر اور سوم زکام زدہ۔

علماء نے ان تین کے ساتھ چوتھے نمبر پر اس شخص کو بھی شامل کیا ہے جو تشمیت کو پسند نہیں کرتا، یعنی کسی آدمی کے بارے میں قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ تشمیت کو اچھا نہیں سمجھتا تو اس کو "یرحمك اللّٰه" سے جواب نہیں دینا چاہیے، تشمیت اگرچہ سنت ہے، لیکن یہ صرف اس شخص کے حق میں مسنون ہے، جو اسے پسند کرتا ہو، کوئی اسے کسی بھی وجہ سے پسند نہیں کرتا ہے تو اس کے حق میں یہ سنت نہیں۔ (۳۲)

ابن دقیق العید نے فرمایا کہ "تشمیت" اس وقت تک ترک نہ کی جائے جب تک ضرر کا اندیشہ نہ ہو، اندیشہ ضرر کی صورت میں اس کے ترک کرنے کی گنجائش ہے، اس سے پہلے نہیں۔ (۳۳)

١٢٥ - باب : ما يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعُطَاسِ وَما يُكْرَهُ مِنَ التَّثَاؤُبِ .

٥٨٦٩ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي ذِئْبٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ ، فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ، فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ : فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَلْيَرُدَّهُ ما اسْتَطَاعَ ، فَإِذَا قالَ : هَا ، ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ) . [ر : ٣١١٥]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چھینک کے پسندیدہ ہونے اور جمائی کے ناپسند ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

---

(٣١) التمهيد لابن عبدالبر في مرويات عبدالله بن أبي بكر، حديث تاسع عشر: ٣٢٨/١٧

(٣٢) فتح الباري: ٧٤٠/١٠

(٣٣) فتح الباري: ٧٤٠/١٠

روایت باب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، جب کوئی شخص چھینکے اور ”الحمدللہ“ کہے تو ہر اُس مسلمان پر جو اس کو سنے واجب ہے کہ اس کا ”یرحمك اللّٰہ“ سے جواب دے، جہاں تک تعلق جمائی کا ہے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، حتی الوسع جمائی کو روکنے کی کوشش کرے، کیونکہ جمائی لیتے ہوئے جب کوئی شخص ”ھاء“ کی آواز نکالتا ہے تو شیطان ہنستا (اور خوش ہوتا) ہے۔

عُطاس یعنی چھینک چستی، نشاط اور بدن کے خفیف ہونے کی وجہ سے آتی ہے اور چھینکنے کے بعد آدمی کی طبیعت میں مزید تروتازگی اور نشاط پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے یہ پسندیدہ ہے۔

اس کے برعکس جمائی سستی، کاہلی کی علامت ہوتی ہے اور بدن کے بوجھل ہونے کے سبب سے پیدا ہوتی ہے، اس لیے وہ ناپسندیدہ ہے، حاصل یہ کہ چھینک کا پسندیدہ ہونا اور جمائی کا ناپسند ہونا، ان دونوں کے سبب کے اعتبار سے ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فالمحبة والکراهة المذکوران منصرفان إلى ماینشأ عن سببهما“(۳۴)

جمائی شیطان کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح زیادہ کھانا کہ طبیعت بوجھل اور کاہل ہو جائے، شیطان کے واسطے اور وسوسے سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی نسبت شیطان کی طرف کر دی گئی ہے۔(۳۵)

جمائی لیتے ہوئے انسان کی صورت بگڑ جاتی ہے، اس بگڑی ہوئی صورت کو دیکھ کر شیطان خوش ہو جاتا ہے۔

١٢٦ – باب : إِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ .

٥٨٧٠ : حَدَّثَنَا مالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ٱبْنُ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِذَا عَطَسَ

---

(٣٤)إرشادالساري: ٢٢٣/١٣

(٣٥) إرشادالساري: ٢٢٦/١٣

أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ : الحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ، فَإِذَا قالَ لَهُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ، فَلْيَقُلْ : يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ) .

چھینکنے والے کو کس طرح جواب دیا جائے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا طریقہ اس باب میں بیان فرمایا ہے۔

روایت باب میں اس کا طریقہ بیان کردیا گیا ہے کہ چھینکنے والا "الحمدللّٰہ" کہے اور اس کا ساتھی اسے "یرحمك اللّٰہ" سے جواب دے، جب وہ اس کو "یرحمك اللّٰہ" کہے تو یہ جواب میں "یهدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" کہے۔

حاصل یہ کہ جب چھینک کا جواب کوئی "یرحمك اللّٰہ" سے دے تو چھینکنے والا اس کے بدلے میں دو دعائیہ جملے کہے، ایک یهدیکم اللّٰہ اور دوسرا یصلح بالکم۔

طبری نے حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے، اس میں "یهدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" کی بجائے "یغفر اللّٰہ لنا ولکم" ہے یعنی چھینکنے والا "یرحمك اللّٰہ" کا جواب "یغفر اللّٰہ لنا ولکم" سے دے۔(۳۶)

شارح بخاری ابن بطالؒ نے امام مالک اور امام شافعی کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے حدیث میں وارد دونوں طرح کے جملوں میں اختیار دیا ہے۔(۳۷)

ابن رشد نے فرمایا کہ "یغفر اللّٰہ لنا ولکم" کہنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ مکلّف طلب اور دعائے مغفرت کا زیادہ محتاج ہوتا ہے، (۳۸) بہرحال مشہور تو "یهدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" ہے جیسا کہ یہاں روایت باب میں ہے، اگر دونوں کو جمع کردیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔(۳۹)

---

(۳٦) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٦٨، إرشاد الساري: ١٣/٢٢٥

(۳۷) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٦٩، إرشادالساري: ١٣/٢٢٥

(۳۸) فتح الباري: ١٠/٧٤٣، إرشادالساري: ١٣/٢٢٥

(۳۹)فتح الباري: ١٠/٧٤٣، إرشادالساري: ١٣/٢٢٥

١٢٧ – باب : لَا يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ إِذَا لَمْ يَحْمَدِ ٱللهَ .

٥٨٧١ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ التَّيْمِيُّ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الآخَرَ ، فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِي ، قَالَ : (إِنَّ هٰذَا حَمِدَ ٱللهَ ، وَلَمْ تَحْمَدِ ٱللهَ) . [ر : ٥٨٦٧]

جیساکہ اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ یہ بحث گذر چکی ہے کہ چھینکنے والا اگر ”الحمدللّٰہ“ کہے گا تب اسے جواب دینا ضروری ہے، لیکن اگر اس نے ”الحمدللّٰہ“ نہیں کہا تو چھینک سننے والے پر کوئی جواب واجب نہیں۔ حدیث باب میں اس کی تصریح آگئی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو چھینک آئی اور اس نے ”الحمدللّٰہ“ نہیں کہا تو اس کو ”الحمدللّٰہ“ یاد دلانا مستحب ہے تاکہ وہ ”الحمدللّٰہ“ کہے اور پھر اسے ”یرحمك اللّٰہ“ سے جواب دیا جائے۔ (۴۰)

١٢٨ – باب : إِذَا تَثَاوَبَ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ .

٥٨٧٢ : حدّثنا عاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنَّ ٱللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ ٱللهَ ، كانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ : يَرْحَمُكَ ٱللهُ ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ : فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ ما اسْتَطَاعَ ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ) . [ر : ٣١١٥]

کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ دیا کرے، جمائی کے وقت منہ کھل جاتا ہے اور اگر ہاتھ وغیرہ رکھ کر منہ ڈھانپا نہ جائے تو ایک تو منہ کے اندر مکھی وغیرہ کے داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے،

---

(٤٠) إرشادالساري: ١٣/٢٢٦، فتح الباري: ١٠/٧٤٥

دوسرا چہرہ بدنما لگتا ہے، اس لیے اسے ڈھانپ دینا چاہیے۔ "تثاوب" واو کے ساتھ بھی ہے اور ہمزہ کے ساتھ "تثاء ب" بھی ہے۔

حدیث باب میں ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، یہ الفاظ سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے، وہاں روایت کے الفاظ ہیں: "إذاتثاوب أحدكم فليضع يده على فيه، ولايعوي، فإن الشيطان يضحك منه"(۴۱) یعنی تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھے اور زور سے آواز نہ نکالے، اس لیے کہ شیطان اس کی وجہ سے ہنستا ہے۔

یہ روایت چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے امام نے اپنی عادت کے مطابق ترجمۃ الباب میں اسے ذکر کیا، مسلم شریف کی روایت میں ہے "إذاتثاء ب أحدكم فليمسك بيده على فمه"(۴۲)

فإذا تثاوب أحدكم فليرده مااستطاع

یعنی کسی کو جمائی آئے تو وہ اس کو حتی الوسع روکے، یعنی روکنے کے اسباب اختیار کرے۔

بعضوں نے کہا کہ "إذا تثاوب"، "إذا أراد أن يتثاوب" کے معنی میں ہے، یعنی کوئی جمائی لینا چاہے تو جمائی نہ لے بلکہ اس کو رد کردے۔(۴۳)

جمائی جب خود بخود آتی ہے تو اسے رد کرنا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے، نماز میں اس کی کراہت اور بڑھ جاتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا جائے تو جمائی آنا موقوف ہوجاتا ہے۔

شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی، امام بخاریؒ نے "تاریخ" میں اور ابن ابی شیبہ نے "مصنف" میں یزید بن الاصم سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "ماتثاء ب النبي صلى الله عليه

---

(٤١) سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة باب مايكره في الصلاة، رقم الحديث: ٩٦٨، إرشادالساري: ١٣/ ٢٢٧، فتح الباري: ١٠/ ٧٤٦

(٤٢) صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاوب: ٢/ ٤١٣

(٤٣) فتح الباري: ١٠/ ٧٤٦

وسلم قط"(۴۴)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں یہ وضاحت نہیں کی کہ جمائی آنے کے وقت کون سا ہاتھ منہ پر رکھنا چاہیے؟ کسی روایت میں اس کی تصریح بھی نہیں، البتہ صحیح ابی عوانہ میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد ایک راوی سہیل کا عمل نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے حدیث بیان کرنے کے بعد اپنا بایاں ہاتھ منہ پر رکھا، (۴۵) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بایاں ہاتھ منہ پر رکھنا چاہیے لیکن ان کے اس عمل میں یہ بھی امکان۔ ہے کہ شاید دائیں ہاتھ کی تخصیص کو ختم کرنے کے لیے انھوں نے ایسا کیا ہو، یہ بتلانے کے لیے کہ منہ کے اوپر ایسے مواقع میں بایاں ہاتھ بھی رکھا جا سکتا ہے۔ (۴۶) واللّٰہ أعلم

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمدوعلی آله وصحبه أجمعين

☆☆☆

وهذا آخر ما أردنا إيراده من شرح أحاديث كتاب الطب و كتاب اللباس و كتاب الأدب من صحيح البخاري رحمه الله تعالىٰ للشيخ المحدث الجليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حياته وقد وقع الفراغ من تسويده، وإعادة النظر فيه، ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الإثنين ١٢ ربيع الأول ١٤٢٥هـ الموافق ٣ مايو ٢٠٠٤ م والحمدلله الذي بنعمته تتم الصالحات وصلى الله عليه النبي الأمي وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم مادامت الأرض والسموات، رتبه وراجع نصوصه وعلق عليه ابن الحسن العباسي عضو قسم التحقيق و التصنيف والأستاذ بالجامعة الفاروقية، وفقه الله تعالى لإتمام باقي الكتب كما يحبه ويرضاه وهو على كل شيء قدير، ولاحول ولاقوة إلابالله العلي العظيم، ويليه إن شاء الله شرح كتاب الاستيذان۔

---

(٤٤) فتح الباري: ٧٤٧/١٠

(٤٥) إرشادالساري: ٢٢٧/١٣

(٤٦) إرشادالساري: ٢٢٧/١٣

مصادر ومراجع کشف الباری

کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الأدب

☆. القرآن الكريم.

☆. الأبواب والتراجم للبخاري. حضرت شيخ الحديث مولانا محمد زكريا كاندهلوي صاحب، رحمه الله، المتوفى ١٤٠٢هـ ١٩٨٢م. ايچ ايم سعيد كمپني.

☆. إتحاف السادة المتقين بشرح أسرار إحياء علوم الدين. علامه سيد محمد بن محمدالحسيني الزَّبيدي المشهور بمرتضىٰ رحمه الله، المتوفىٰ ١٢٠٥هـ دارإحياء التُراث العربي.

☆. الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان. الإمام أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٣٥٤هـ ،مؤسّسة الرسالة بيروت.

☆. أحسن الفتاوى حضرت مفتى رشيد أحمد لدهيانوى رحمه الله، ايچ، ايم سعيد كمپنى.

☆. أحكام القرآن، علامه محمد بن عبدالله ابن العربى مالكيؒ، دارالمعرفة بيروت.

☆. أحكام القرآن. علامه أبوبكر أحمد بن على جصاص، دارالكتب العربية، بيروت.

☆. أحكام القرآن. حضرت مولانا ظفر أحمد عثمانيؒ، إدارة القرآن كراچي.

☆. إحياء علوم الدين مع إتحاف السادة المتقين. إمام محمد بن محمد الغزالي، رحمه الله، المتوفى ٥٠٥هـ ،دارإحياء التراث العربي.

☆. الأدب المفرد مع شرحه فضل الله الصمد. أميرالمؤمنين في الحديث محمد بن

إسمعيل البخاري، المتوفى٢٥٦هـ مكتبة الإيمان، المدينة المنورة.

☆.الأذكار النووية مع الفتوحات الربانية الإمام أبوزكريا يحيٰى بن شرف النووي رحمه الله المتوفىٰ ٦٧٦، المكتبة الإسلامية لصاحبها الحاج رياض الشيخ.

☆.إرشاد الساري شرح صحيح البخاري. أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد القسطلاني، رحمه الله، المتوفى ٩٢٣هـ المطبعة الكبرى الأميرية مصر، طبع سادس ١٣٠٤ه.

☆.الاستيعاب في أسماء الأصحاب بهامش الإصابة. أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر ،رحمہ الله، المتوفى ٤٦٣هـ دارالفكر بيروت.

☆.أسد الغابة عزالدين. أبوالحسن علي بن محمد الجزري المعروف بابن الأثير، المتوفى ٦٣٠هـ،دارالكتب العلمية بيروت.

☆.أشعة اللمعات. الشيخ عبدالحق المحدث دهلوي، المتوفى ١٠٥٢هـ المكتبة النورية الرضوية سكهر باكستان.

☆.الإصابة في تمييز الصحابة. شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني المعروف بابن حجر، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ،دارالفكر بيروت.

☆.إعلاء السنن علامه ظفراحمد عثماني رحمه الله، المتوفى ١٣٩٤هـ، إدارة القران كراچي.

☆. الأعلام خيرالدين بن محمود الزرِكْلي، المتوفىٰ ١٣٩٦ دارالعلم للملايين.

☆.الإكمال. الأمير الحافظ ابن ماكولاّ المتوفى ٤٧٥هـ محمد أمين دبح، بيروت لبنان.

☆.شرح الأبّي على مسلم (إكمال إكمال المعلم) أبوعبدالله محمد بن خلفة الأبي، المالكي، رحمه الله، المتوفى ٨٢٧ هـ، دارالكتب العلمية، بيروت.

☆.ألفية الحديث للحافظ العراقي: أبوالفضل زين الدين عبدالرحيم بن الحسين المتوفىٰ ٨٠٦، دارالجيل بيروت.

☆.إمداد الفتاوى. حضرت مولانا أشرف علي تهانويؒ،متوفى١٣٦٢هـ ، مكتبه

دارالعلوم كراچی.

☆.إمداد الباري. حضرت مولانا عبدالجبار أعظمی، مكتبه حرم، مراد آباد.

☆.الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف. علاؤالدين على بن سليمان مرداوي، داراحياء التراث العربي.

☆.أنوارالباري. مولانا سيد أحمد رضا بجنوري، رحمه الله تعالىٰ. مدينه پريس بجنور.

☆.أوجز المسالك إلى مؤطا الإمام مالكؒ. شيخ الحديث حضرت مولانا محمد زكريا صاحب كاندهلوي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٤٠٢هـ ،ادارهٔ تاليفات أشرفيه ملتان.

☆.البحر الرائق. علامه زين العابدين بن إبراهيم بن نجيم، رحمه الله، المتوفى ٩٦٩هـ يا ٩٧٠هـ مكتبه رشيديه كوئٹه.

☆.بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع. ملك العلماء علاء الدين أبوبكر بن مسعود الكاساني، رحمه الله، المتوفى ٥٨٧هـ ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى.

☆.البدرالساري إلى فيض الباري. مولانا بدرعالم ميرٹهي، متوفى ١٣٨٥هـ خضرراه بكڈپو، دهلي مطبوعة: ١٩٨٠ء

☆.بذل المجهود في حل أبي داود. علامه خليل أحمد سهارن پوري، رحمة الله عليه، المتوفى ١٣٤٦هـ مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ ١٣٩٣هـ . ١٩٧٣م.

☆.بهشتي زيور. حضرت مولانا أشرف على تهانویؒ ١٣٦١هـ، مكتبه رحمانيه لاهور.

☆.تاج العروس من جواهرالقاموس. أبوالفيض سيد محمد بن محمد المعروف بالمرتضى الزَّبيدي ،رحمه الله تعالى، المتوفى ١٢٠٥هـ دارمكتبة الحياة، بيروت.

☆.التاج والإكليل على حاشية المواهب الجليل للإمام المواق المالكى، دارالفكرت، بيروت.

☆.تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس، الشيخ حسين بن محمد بن الحسن الدياربكري المالكي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى٩٦٦ھ، مؤسسة شعبان، بيروت.

☆.التاريخ الصغير. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن اسمعيل البخاري، رحمه الله،

المتوفى٢٥٦هـ المكتبة الأثرية، شيخوپوره.

☆.تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي.المتوفى٢٨٠هـ عن أبی زكريا يحيى بن معين، المتوفى٢٣٣هـ،دارالمأمون للتراث،١٤٠٠.

☆.التاريخ الكبير. أميرالمومنين في الحديث محمد بن إسمعيل البخاري،رحمه الله، المتوفى٢٥٦هـ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.تاريخ الطبري. أبوجعفر محمد بن جرير الطبري، متوفى٣١٠هـ موسسة الرسالة بيروت.

☆.تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف. أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمن المزي، رحمه الله تعالى، المتوفى٧٤٢هـ المكتب الإسلامي، بيروت، طبع دوم ١٤٠٣هـ مطابق ١٩٨٣م.

☆.تدريب الراوي بشرح تقريب النواوي.حافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ المكتبة العلمية مدينه منوره.

☆.تذكرة الحفاظ. حافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفى٧٤٨هـ دائرة المعارف العثمانية، الهند.

☆.تربيت السالك. حضرت مولانا أشرف على تهانویؒ ١٣٦١هـ دارالإشاعت كراچی.

☆.التعليق الصبيح حضرت مولانا محمد إدريس كاندهلوي رحمه الله، المتوفیٰ ١٣٩٤هـ مكتبة عثمانيه لاهور.

☆. تعليقات على تهذيب الكمال، الدكتور بشار العوّاد، حفظه الله تعالى. مؤسّسة الرسالة طبع أول ١٤١٣هـ.

☆. تعليقات على لامع الدراري. شيخ الحديث مولانا محمد زكريا صاحبؒ،رحمه الله، المتوفى ١٤٠٢هـ مطابق ١٩٨٢م ،مكتبه إمداديه مكة المكرمة.

☆.تعليقات ابن ماجه للشيخ محمد فؤاد عبدالباقی، دارالكتاب اللبناني، بيروت.

☆. تغليق التعليق. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر ،رحمه الله تعالى، المتوفى ٨٥٢هـ . المكتب الإسلامي ودار عمار.

☆.تفسير القرآن العظيم. حافظ أبو الفداء عماد الدين إسمعيل بن عمر بن كثير دمشقي، رحمه الله، المتوفى ٧٧٤هـ دارالفكربيروت.

☆.تفسيرالطبري(جامع البيان) الإمام محمد بن جرير الطبري، رحمه الله، المتوفى ٣١٠هـ دارالمعرفة، بيروت.

☆.التفسير الكبير. الإمام أبوعبدالله فخرالدين محمد بن عمر بن الحسين الرازي، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦هـ مكتب الإعلام الإسلامي إيران.

☆.تفسير الكشاف. الإمام جارالله محمود بن عمر الزمخشري المتوفى ٥٢٨هـ دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان.

☆.تفسير الماوردي. على بن حبيب الماوردي، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، بيروت.

☆.تقريب التهذيب. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دارالرشيد حلب ١٤٠٦ه.

☆.تكملة فتح الملهم.حضرت مولانا محمد تقي عثماني صاحب، مكتبه دارالعلوم كراچي.

☆.التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دارنشر الكتب الإسلامية لاهور.

☆. تلخيص المستدرك(المطبوع بذيل المستدرك)حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨هـ دارالفكر بيروت.

☆. التمهيد لابن عبدالبر: الحافظ أبوعمر يوسف بن عبدالله مالكي رحمه الله، المتوفیٰ ٤٦٣هـ المكتبة التجارية مكة المكرمة.

☆. تنقيح الفتاویٰ الحامدية. علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز المعروف بابن

عابدين.

☆.تنوير الأبصار للشيخ شمس الدين محمد بن عبدالله بن أحمد الغزي الحنفي، المتوفى ١٠٠٤هـ مكتبه رشيديه كوئته.

☆.تهذيب الأسماء واللغات. إمام محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى ٦٧٦هـ إدارة الطباعة المنيرية.

☆.تهذيب التهذيب. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دائرة المعارف النظامية،حيدرآباد الدكن ١٣٢٥ه.

☆. تهذيب الكمال. حافظ جمال الدين أبوالحجاج يوسف بن عبدالرحمن المِزّي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٢هـ مؤسسة الرسالة، طبع أول ١٤١٣ه.

☆.تيسير مصطلح الحديث. الدكتورمحمود الطحان حفظه الله، قديمي كتب خانه كراچی.

☆.الثقات لابن حبان: حافظ أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله، المتوفى ٣٥٤هـ. دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد١٣٩٣ه.

☆.جامع الترمذي(سنن الترمذي) إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سوره الترمذي، رحمه الله، المتوفى٢٧٩هـ ايچ ايم سعيد كمپنى/ دارإحياء التراث العربي.

☆.الجامع لأحكام القرآن(تفسير القرطبي).الإمام أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري، رحمه الله، المتوفى ٦٧١هـ دارالفكر بيروت.

☆.جامع المسانيد. الإمام أبو المؤيد محمد بن محمود الخوارزمي، رحمه الله، المتوفى ٦٦٥هـ،المكتبة الإسلامية، سمندرى، لائل پور .

☆.الجرح والتعديل. عبدالرحمٰن بن أبي حاتم الرازي، دائرة المعارف عثمانيه حيدرآباد دكن.

☆. جمع الوسائل شرح الشمائل علي بن سلطان القاري رحمه الله، المتوفىٰ ١٠١٤هـ إداره تاليفات أشرفيه ملتان.

☆. الحاوي للفتاوى الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله، مكتبه نوريه فيصل آباد.

☆. حلية الأولياء. الحافظ أبو نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد الأصبهاني، رحمه الله، المتوفى ٤٣٠هـ دارالفكر بيروت.

☆. خلاصة الخزرجي (خلاصة تذهيب تهذيب الكمال) علامه صفي الدين الخزرجي، رحمه الله، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب.

☆. الدرالمختار. علامه علاء الدين محمد بن علي بن محمد الحصكفي، رحمه الله، المتوفى ١٠٨٨هـ مكتبه رشيديه كوئٹه.

☆. الدرالمنثور في التفسير بالمأثور. الحافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ مؤسّسة الرسالة.

☆. دلائل النبوة. الحافظ أبوبكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، المتوفىٰ ٤٥٨هـ مكتبة اثريه لاهور.

☆. ردالمحتار. علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين الشامي، رحمه الله، المتوفى ١٢٥٢هـ مكتبه رشيديه كوئٹه.

☆. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني. أبوالفضل شهاب الدين سيد محمود الآلوسي، البغدادي، رحمه الله، المتوفى ١٢٧٠هـ مكتبه إمداديه ملتان.

☆. زادالمعاد في هدي خيرالعباد. أبوعبدالله محمد بن أبي بكر: ابن قيم الجوزية. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، عبدالقادر الأرنؤوط. مؤسسة الرسالة، بيروت.

☆. السعاية. مولانا عبدالحى لكهنوى، سهيل اكيڈمى، لاهور.

☆. سنن ابن ماجه. إمام أبوعبدالله محمد بن يزيد بن ماجه، رحمه الله، المتوفى ٢٧٣هـ قديمى كتب خانه كراچى/ دارالكتاب المصري قاهرة.

☆. سنن أبي داود. إمام أبو داود سليمان الأشعث السجستاني، رحمه الله، المتوفى ٢٧٥هـ ايج ايم سعيد كمپنى كراچى/دار إحياء السنة النبوية.

☆. سنن الدارقطني. حافظ أبوالحسن علي بن عمر الدارقطني، رحمه الله، المتوفى

٣٨٥هـ دارنشر الكتب الإسلامية لاهور.

☆.سنن الدارمي، الإمام أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، رحمه الله، المتوفى ٢٥٥هـ قديمی كتب خانه كراچی.

☆.السنن الكبرى للبيهقي. الإمام الحافظ أبوبكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله، المتوفى ٤٥٨هـ نشر السنة ملتان.

☆.السنن الصغرى للنسائي. الإمام أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣هـ قديمی كتب خانه كراچی.

☆.السنن الكبرى للنسائي. الإمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣هـ نشر السنة ملتان.

☆.سيرأعلام النبلاء . الحافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفى٧٤٨هـ مؤسسة الرسالة.

☆.شذرات الذهب في أخبار من ذهب. علامه عبدالحی بن أحمد بن محمد بن العماد العكري الحنبلي متوفى ١٠٨٩هـ ، دارالآفاق الجديدة، بيروت.

☆.شرح نخبة الفكر. ابن حجر عسقلاني رحمه الله، قديمی كتب خانه كراچی.

☆.شرح ابن بطال. الإمام أبوالحسن علي بن خلف بن عبدالملك، المعروف بابن بطال، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى٤٤٩هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعةالأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م.

☆.شرح الكرماني(الكواكب الدراري) علامه شمس الدين محمد بن يوسف الكرماني، رحمه الله، المتوفى٧٨٦هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.شرح معاني الآثار. الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى٣٢١هـ مير محمد آرام باغ كراچی.

☆.شرح النووي على صحيح مسلم. الإمام أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى٦٧٦هـ قديمی كتب خانه كراچی.

☆. شرح الترمذي لابن عربي: أبوبكر محمد بن عبدالله الاشبيلی المعروف بابن

العربی المالکی المطبعة المصرية بالأزهر.

☆. شرح الجامي. علامه عبدالرحمن جامیؒ، ایچ ایم سعید کراچی.

☆. شرح الزرقاني على الموطأ: شيخ محمد بن عبدالباقي بن يوسف الزرقانی، المصری متوفی ١١٢٢هـ دارالفکر بیروت.

☆. شرح شرح نخبة الفكر للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، المتوفیٰ ٨٥٢هـ شركة دارالأرقم بيروت.

☆. شعب الإيمان. الإمام الحافظ أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله تعالیٰ، المتوفی٤٥٨هـ دارالکتب العلمية بیروت ١٤١٠هـ

☆. الشعر والشعرآء لابن قتيبة.

☆. الشمائل المحمدية. الإمام أبوعيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي رحمه الله تعالیٰ، المتوفی٢٧٩هـ فاروقی کتب خانه، ملتان.

☆. الصحيح للبخاري. إمام أبو عبدالله محمد بن إسمعيل البخاري، رحمه الله تعالى، المتوفی ٢٥٦هـ قدیمی کتب خانه کراچی/ دارابن کثیر دمشق بيروت.

☆. الصحيح لمسلم. إمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، رحمه الله تعالى، المتوفی ٢٦١هـ قدیمی کتب خانه کراچی/دارالفکر.

☆. طبقات الشافعية الكبرى. علامه تاج الدين أبونصر عبدالوهاب بن تقي الدين سبکي، رحمه الله، المتوفی ٧٧١هـ دارالمعرفة بیروت.

☆. الطبقات الكبرى. الإمام أبوعبدالله محمد بن سعد، رحمه الله تعالى، المتوفی ٢٣٠هـ. دارصادر بیروت.

☆. ظفر الأماني. علامه عبدالحي لكهنوي رحمه الله تعالیٰ، المتوفی١٣٠٤هـ مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب الطبعة الثالثة ١٤١٦هـ

☆. العرف الشذي على جامع الترمذی. مولانا محمد انورشاه کشمیریؒ، ایچ ایم سعید کراچی.

☆.علوم الحديث.(مقدمة ابن الصلاح)حافظ تقي الدين عثمان بن عبدالرحمن المعروف بابن صلاح الشهرزوري، رحمه الله، المتوفى٦٤٣هـ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.عمدة القاري.الإمام بدرالدين أبومحمد محمود بن أحمد العيني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٥هـ إدارة الطباعة المنيرية.

☆.عون المعبود شرح سنن أبي داود. شمس الحق عظيم آبادی، دارالفكر،بيروت.

☆.الفائق. علامه جارالله أبوالقاسم محمود بن عمرالزمخشري، المتوفى ٥٣٨هـ دارالمعرفة بيروت.

☆. فتاوىٰ ابن تيميه. تقی الدين أحمد بن تيمية الحرانی.طبعة الملك فهد.

☆. الفتاوىٰ البزازيه. الإمام حافظ الدين محمد بن محمد بن شهاب، رشيدية كوئٹه.

☆. الفتاوىٰ الحديثية. شيخ الإسلام أحمد بن محمد بن على بن حجر الهيثمي، قديمی كتب خانه كراچی.

☆.فتاوىٰ حقانيه افادات شيخ الحديث مولانا عبدالحق و ديگر مفتيان كرام، جامعه دارالعلوم حقانيه.

☆. الفتاوىٰ الخانيه. (فتاوىٰ قاضی خان) محمود الأوزجندی المعروف بقاضی خان، مكتبه رشيديه، كوئٹه.

☆.فتاوی محموديه. حضرت مولانا مفتی محمودالحسن صاحب رحمه الله، مظهری كتب خانه كراچی.

☆.فتاوی عالمگيريه. جماعة من العلماء، رشيديه كوئٹه.

☆.فتح الباري. الحافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجرالعسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ ، دارالفكر بيروت.

☆.فتح القدير. الإمام كمال الدين محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام، رحمه الله، المتوفى ٨٦١هـ ،مكتبه رشيديه، كوئٹه.

☆.فتح المغيث بشرح ألفية الحديث. الإمام أبوعبدالله محمد بن عبدالرحمن

السخاوي المتوفیٰ: ٩٠٢هـ ، دارالإمام الطبری.

☆.الفردوس. أبوشجاع شيرويه ابن شهردار الديلمي متوفی ٥٠٩هـ دارالكتب العلمية، بيروت.

☆.فضل الله الصمد في توضيح الأدب المفرد، فضل الله جيلاني، صدف پبلشرز كراچی.

☆.الفقه الإسلامي وأدلته. علامه وهبه زحيلي، مكتبه حقانيه پشاور.

☆.فقه السنة. علامه سيد سابق، دارالكتاب العربي.

☆.فيض الباري. إمام العصر علامه أنور شاه الكشميري، رحمه الله، المتوفی ١٣٥٢هـ رباني بكڈپو دهلي.

☆.القاموس الوحيد. مولانا وحيد الزمان قاسمي رحمه الله، ادارۂ اسلاميات لاهور.

☆.القاموس الجديد. مولانا وحيد الزمان قاسمي رحمه الله، ادارۂ اسلاميات لاهور.

☆. القاموس المحيط. مجدالدين محمد بن يعقوب الفيروز آبادی، المتوفیٰ ٨١٧هـ دارالفكر، بيروت.

☆.الكاشف. شمس الدين أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفی ٧٤٨هـ شركة دارالقبلة/مؤسسة علوم القرآن، طبع أول ١٩٩٢م/١٤١٣هـ.

☆.الكاشف عن حقائق السنن. (شرح الطيبي). الإمام شرف الدين حسين بن محمد بن عبدالله الطيبي، رحمه الله، المتوفی٨٤٣هـ إدارة القرآن كراچی.

☆.الكامل في ضعفاء الرجال. الإمام الحافظ أبو أحمد عبدالله بن عدي الجرجاني، رحمه الله، المتوفی ٣٦٥هـ دارالفكر بيروت.

☆.الكامل فی التاريخ، علامه أبوالحسن عزالدين علي بن محمد ابن الأثير الجرزي، المتوفی ٦٣٠ هـ دارالكتاب العربي، بيروت.

☆.كتاب الموضوعات. رضي الدين حسن بن محمد بن حيدر اللاهوري المتوفی (٦٥٠هـ) المطبعة الإعلامية، مصر.

☆.كشف البارى (كتاب الإيمان وكتاب المغازى) الشيخ الحديث حضرت مولانا سليم الله خان صاحب مدظله، مكتبه فاروقيه ، كراچی.

☆.كشف الخفاء ومزيل الإلباس، الشيخ إسمعيل بن محمد العجلونى المتوفىٰ: ١١٦٢هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

☆.كفايت المفتي. حضرت مولانا مفتي كفايت الله صاحب دارالاشاعت، كراچي.

☆.الكوكب الدري. حضرت مولانا رشيد أحمد گنگوهي، قدس الله سره المتوفى ١٣٢٣هـ،إدارة القرآن كراتشي.

☆.لامع الدراري. حضرت مولانا رشيد أحمد گنگوهي، رحمه الله، المتوفى ١٣٢٣هـ مكتبه إمداديه مكة المكرمة.

☆.لسان العرب . علامه أبوالفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور الإفريقي المصري، رحمه الله، المتوفى ٧١١هـ نشر أدب الجوزه، قم إيران ١٤٠٥هـ

☆.المؤطا. للإمام مالك بن أنس، رحمه الله، المتوفى ١٧٩هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.المؤطا. للإمام محمد بن الحسن الشيباني، رحمه الله، المتوفى ١٨٣هـ نور محمد اصح المطابع، آرام باغ كراچي.

☆.المبسوط. شمس الأئمة أبوبكر محمد بن أبي سهل السرخسي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٤٨٣هـ دارالمعرفة بيروت ١٣٩٨هـ١٩٧٨م.

☆.المتواري على تراجم أبواب البخاري. علامه ناصر الدين أحمد بن محمد المعروف بابن المنير الإسكندراني، رحمه الله، المتوفى ٦٨٣هـ مظهرى كتب خانه كراچي.

☆.مجمع بحارالأنوار. علامه محمد طاهر پٹني، رحمه الله، المتوفى ٩٨٢هـ دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ١٣٩٥هـ

☆.مجمع الزوائد. الإمام نورالدين علي بن أبي بكر الهيثمي، رحمه الله، المتوفى٨٠٧هـ دارالفكر بيروت.

☆.المجموع (شرح المهذب). الإمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف المتوفى٤٥٦هـ المكتب التجاري بيروت/ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.مختارالصحاح.الإمام محمد بن أبي بكر بن عبدالقادر الرازي، رحمه الله، المتوفى٦٦٦هـ دارالمعارف مصر.

☆.مرقاة المفاتيح. علامه نورالدين علي بن سلطان القاري، رحمه الله، المتوفى١٠١٤هـ مكتبه إمداديه ملتان.

☆.المستدرك على الصحيحين. الحافظ أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري، رحمه الله، المتوفى ٤٠٥هـ. دارالفكر بيروت.

☆.مسند أحمد. الإمام أحمد بن حنبل، رحمه الله، المتوفى٢٤١هـ المكتب الإسلامي، بيروت.

☆.المصنف لابن أبي شيبة: الحافظ عبدالله بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي بكر بن أبي شيبة، رحمه الله، المتوفى٢٣٥هـ. الدار السلفية بمبئی، الهند طبع دوم ١٣٩٩هـ ١٩٧٩م.

☆.المصنف لعبد الرزاق: الإمام عبدالرزاق بن همام صنعاني، رحمه الله، المتوفى ٢١١هـ مجلس علمی کراچی.

☆.مظاهر حق(جديد). نواب محمد قطب الدين خان دهلوی، دارالاشاعت کراچی.

☆.معارف القرآن.حضرت مولانا مفتي محمد شفيع صاحبؒ، متوفی ١٩٧٦هـ ادارة المعارف کراچی.

☆.معارف القرآن. حضرت مولانا إدريس کاندهلوی رحمه الله، مكتبه عثمانيه جامعه أشرفيه لاهور.

☆.معالم السنن. الإمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه الله، المتوفى٣٨٨هـ مطبعة أنصار السنة المحمدية ١٣٦٧هـ١٩٤٨م.

النووي،رحمه الله، المتوفى ٦٧٦هـ شركة من علماء الأزهر.

☆.المحلّى. علامه أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم، رحمه الله،

☆.معجم الطبراني الكبير: الإمام سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، رحمه الله، المتوفى ٣٦٠هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.المعجم الوسيط. الدكتورإبراهيم أنيس، الدكتور عبدالحليم منتصر، عطية الصوالحي، محمد خلف الله أحمد. مجمع اللغة العربية دمشق.

☆.معجم مقاييس اللغة. أبوالحسين أحمد بن فارس بن زكريا، دارالفكر، بيروت.

☆.معرفة علوم الحديث. الإمام أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسا بوري، رحمه الله، المتوفى٤٠٥هـ دارالفكر بيروت.

☆.المغنى. الإمام موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامه، رحمه الله، المتوفى٦٢٠هـ دارالفكر بيروت.

☆. المردات في غريب القران. الإمام حسين بن محمد بن المفضل المعروف بالراغب الأصفهاني، ميرمحمد كتب خانه كراچى.

☆.المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، الإمام الحافظ أبوالعباس أحمد بن عمر بن إبراهيم، القرطبي، المتوفى: ٦٥٦هـ دار ابن كثير دمشق، بيروت.

☆.مكمل إكمال الإكمال. الإمام أبو عبدالله محمد بن محمد بن يوسف التنوسي المتوفى: ٨٩٥هـ، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان.

☆.مقدمة ابن الصلاح.(علوم الحديث) الحافظ تقي الدين أبوعمرو عثمان بن عبدالرحمن المعروف بابن الصلاح، رحمه الله، المتوفى٤٦٣هـ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.الموضوعات للإمام أبي الفرج عبدالرحمن ابن الجوزى المتوفى ٥٩٧هـ قرآن محل اردوبازار كراچى.

☆.ميزان الاعتدال في نقد الرجال. الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفى٧٤٨هـ دارإحياء الكتب العربية مصر ١٣٨٢هـ

☆.نصب الراية. الحافظ أبو محمد جمال الدين عبدالله بن يوسف الزيلعي، رحمه الله، المتوفى٧٦٢هـ مجلس علمى ڈابهيل١٣٧٧هـ

☆. النكت الظراف على الأطراف. الإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلاني: ٨٥٣هـ المكتب الإسلامي، بيروت .

☆.النهاية في غريب الحديث والأثر. علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير، رحمه الله، المتوفى٦٠٦هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.الهداية. الإمام على بن أبي بكر المرغيناني. ايچ ايم سعيد، كمپنى.

کشف الباری شرح صحیح البخاری

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

﴿لقد من اللّٰه علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة﴾۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیات صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا اور یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الرسالة“ میں لکھا ہے۔ ”سمعت من أرضی من أهل العلم بالقرآن یقول: الحکمة سنة رسول اللّٰه ﷺ “(ص:٢٤)”میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے“۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب ”الموافقات“(ج ٤ ص:١٠) پر لکھا ہے ”فکانت السنة بمنزلة التفسیر والشرح لمعاني أحکام الکتاب“” یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے“۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت ”ربنا وابعث فیهم رسولا ......“ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: ”الصواب من القول عندنا فی الحکمة أن العلم بأحکام اللّٰه التی لا یدرك علمها إلا ببیان الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم، والمعرفة بها ومادل علیه فی نظائره، وهو عندی مأخوذ من الحکم الذی بمعنی الفصل بین الباطل والحق۔ ”ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے......“

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”ألا إنی أوتیت القرآن ومثله معه“ یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی اکرم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہی ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کرکے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا......: ﴿واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللّٰه والحکمة......﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات و مشکلات کی تفسیر و تشریح اور اعمال دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال و اعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہو سکتی، کیونکہ آپ مراد الٰہی کے بیان و تفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: ”وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم“ (سورۃ النحل) ”آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں“۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعاء، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید و فروخت، اخلاق و معاشرت...... یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان احکام کی تفسیر و تشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ ”ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ......“ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دین اسلام کا حصہ ہے۔

حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت و خصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت و تدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب ”الفِصَل“ میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔ ”خطبات مدراس“ میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع و نقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علم حدیث کے سو فنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع و ترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرین حدیث اور مستشرقین یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ و قلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب و تدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفۂ راشد و عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگرچہ اس

کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمد للہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۃً تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب وتدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننه وایامه" ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کردیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ "اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور ...... "إن كتاب البخاری أصح الكتابين صحيحا، وأكثرهما فوائد" اور امام نسائی فرماتے ہیں "أجود هذه الكتب كتاب البخاری" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" (ص:۲۹۷) میں ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے" پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا"۔ اس کتاب میں جو خصوصیات اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

شروح بخاری

ان ہی خصوصیات وامتیازات اور اہمیت ومقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین وتصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے "لامع الدراری" کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی "ابن بطال" کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابو تمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں: "فأضحى هذا الكتاب أصح كتاب بعد القرآن، واحتل من بين الكتب الصدارة والاهتمام، فقضى العلماء أمامه الليالى والأيام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعانى والأحكام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال اسانيده، ومنهم الباحث فى شرط البخارى فيه، ومنهم المستدرك عليه أشياء لم يخرجها، ومنهم المتتبع أشياء انتقدها عليه، إلى غير ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحيح (ص:۷ ج۱)" یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کردیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی واحکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک وانتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابو سلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۶ھ کی "أعلام الحدیث" ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داودی المتوفی ۴۰۲ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ "مهلب بن احمد بن ابی صفرہ" المتوفی ۴۳۵ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد "ابو عبد اللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ۴۸۵ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابو الحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف "خطابی" کی شرح مطبوع ہے، اور اب "ابن بطال" کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ کی شرح "الکواکب الدراری" شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی 'شواهد التوضيح والتصحيح لمشكلات الجامع الصحيح" حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی "فتح الباری" امام بدر الدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ کی "عمدة القاری" علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی "التوشیح" امام قسطلانیؒ کی "ارشاد الساری" علامہ نور الحق بن مولانا الشیخ عبد الحق محدث دهلوی المتوفی ۱۰۷۳ھ کی "تیسیر القاری" شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ دراز پشاوری کا حاشیہ بھی "تیسیر القاری" کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الهادی سندھی کا حاشیہ ...... یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح و حواشی ہیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علمِ حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور ان کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی اور فارسی میں شروح لکھیں اور ان کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی پھر ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کی خدمات بھی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدا میں مطبوع اور متداول ہے پھر ان کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علماء دیوبند کا دور آتا ہے جن میں نمایاں خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے، جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اور احادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی خدماتِ تدریسِ حدیث اور ان کے لائق تلامذہ کی وہ تقاریر بھی خدمتِ حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر "لامع الدراری" اور سنن ترمذی پر "الکوکب

الدری" جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملا محمودؒ کا حاشیہ اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اور سنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلویؒ کے حواشی اور ابوداؤد پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح "بذل المجهود" سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد پر حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور "الابواب والتراجم" موطا امام مالکؒ پر ان کی شرح "أوجز المسالك" موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی "تکملة فتح الملهم" اور درس ترمذی، حضرت مولانا فخر الدینؒ کی "إيضاح البخاری" اور "الابواب والتراجم" پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی "التعليق الصبيح" اور صحیح بخاری پر "الابواب والتراجم" مولانا عبدالجبار اعظمی کی "امداد الباری" شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی کا "حاشیہ مشکوۃ" حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوری کی "معارف ترمذی" اور اس طرح کی دیگر لاتعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرف نظر نہیں کر سکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظر انداز کر سکتا ہے۔

کشف الباری، صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصا صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر "کشف الباری عما فی صحیح البخاری" ہے یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد، ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں فاضل بیگ گھڑی، کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آکر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب وماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی خاطر گھر سے نکلا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق وبزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبہ

صاحب چکیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہ سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد کچھ اس والہانہ اور محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورہ حدیث میں کرایا ”مشکوۃ المصابیح“ میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک مقام امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک و شبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن وہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔

میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ و مدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعہ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اِس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی، کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصر سی طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً ستائیس اٹھائیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنی درجے کا ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا، اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرزِ تدریس عموماً بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

کشف الباری مستغنی کر دینے والی شرح

بندہ تقریباً تین سال سے جامعہ علوم اسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے اور الحمدللہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ و متداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید کوئی شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے ”کشف الباری“ جیسی ہر لحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگرچہ علماء کا مشہور

مقولہ ہے...... ” لایغنی کتاب عن کتاب “ لیکن...... ”مامن عام إلا وقد خص عنه البعض “ کے قاعدے کے مطابق ” کشف الباری “ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، بلا مبالغہ حقیقۃً وواقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرھم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

کشف الباری کی خصوصیات

” کشف الباری عما فی صحیح البخاری “ کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاء اللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔ ۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔ ۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ ۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ ۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے رد و قدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔ ۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔ ۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔ ۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔ ۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلك عشرة كاملة۔

حضرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تا دیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔